جنوری، فروری 2024

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ مبارک پور

اشرفیہ

شب براءت

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ چار راتوں میں بھلائیوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ (1) بقر عید کی رات (2) عید الفطر کی رات (3) شعبان کے 15 ویں رات کہ اس رات میں مرنے والوں کے نام اور لوگوں کا رزق اور اس سال حج کرنے والوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ (4) عرفہ کی رات اذان فجر تک۔ (تفسیر در منثور، الدخان، تحت الآیت 402/7)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبریل آئے اور کہا، یہ شعبان کی 15 ویں رات ہے، اس میں اللہ تعالیٰ جہنم سے اتنے لوگوں کو آزاد فرماتا ہے، جتنے بنی کلب کی بکریوں کے بال ہیں، مگر کافر اور عداوت والے، اور رشتہ کاٹنے والے، اور تکبر کی وجہ سے کپڑا لٹکانے والے، اور والدین کی نافرمانی کرنے والے، اور شراب کے عادی کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا۔ (شعب الایمان، 3/383، حدیث: 3837)

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظ ملت علامہ شاہ الحاج عبد العزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

زیر سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

عبد الحفیظ عزیزی

سربراہ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 48 شمارہ 1-2 | جنوری، فروری، 2024ء | رجب، شعبان 1445ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : مبارک حسین مصباحی

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرِ تعاون

اس شمارے کی قیمت 60 روپے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

750 روپے

دیگر بیرونی ممالک

25$ امریکی ڈالر 20£ پونڈ

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY
A/c No. 3672174629
Central Bank Of India
Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com
mubarakmisbahi@gmail.com
info@aljamiatulashrafia.org

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ	فلسطین کے ستم زدہ مسلمانوں کی خوں ریز داستان	مبارک حسین مصباحی	6

مطالعۂ قرآن

تفہیمِ قرآن	علمِ الٰہی (آخری قسط)	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	9

مطالعۂ حدیث

تفہیمِ حدیث	امامِ اعظم ابو حنیفہ اور علمِ حدیث	حافظ افتخار احمد قادری	13

فقہیات

آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علماے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	16

نظریات

فکر امروز	قادیانیت کے بڑھتے قدم	محسن رضا ضیائی	18

اسلامیات

شعاعیں	عصمتِ انبیاء علیہم السلام	علامہ احمد سعید کاظمی	21
	وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے	محمد مدثر حسین اشرفی	31

صوفیات

بزم تصوف	خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی تعلیمات	ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی	34
تربیتِ سلوک	مکتوبات کلیمی	شاہ محمد انور علی سہیل فریدی	37
روحِ اسلام	تصوف محبت کا پیغام ہے	توصیف احمد وانی	48
نقوش	حضرت امیر ملت نوساروی علیہ الرحمہ	مفتی محمد فاروق عالم اشرفی مصباحی	49

فکریات

مناصب و مدارج	منصب امامت اور مرتبۂ امام	مفتی محمد علی قاضی مصباحی جمالی	52
تحفظِ اعمال	بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے	محمد فداء المصطفیٰ گیاوی	58

شخصیات

یادرفتگاں	قاضی سید محمد ایوب ہمدانی، متنوع شخصیت	خالد ایوب مصباحی شیرانی	61
انوار حیات	مولانا محمد امام الدین قادری مصباحی احوال و آثار	توفیق احسن برکاتی	64

سیاسیات

آئینۂ وطن	حلال گوشت اور بھارت کی اتر پردیش سرکار	محمد ظفر الدین برکاتی	73

آئینۂ عالم | یہ کیا کہ دشمن ہی آلۂ کار بن گئے | ڈاکٹر یامین انصاری 75

---اساطین تصوف---

ذکر جمیل | حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا | مفتی محمد اعظم مصباحی مبارک پوری 77

---بزم خواتین---

چراغ خانہ | عورت کی عفت اور پردہ کی فطری ضرورت | محمد قمر انجم قادری فیضی 79

---بزم دانش---

فکر ونظر | شب براءت | ڈاکٹر فیض احمد چشتی/حافظ افتخار احمد قادری 81

---ادبیات---

گوشۂ ادب | نعت کا تنقیدی وتخلیقی ڈسکورس | ثاقب قمری مصباحی 89

نقد ونظر | مناصب السادات، اردو ترجمہ کا ایک تاثراتہ مطالعہ | مبارک حسین مصباحی 91

---تعزیات---

اظہارِ تأسف | حضرت محدث جلیل اور جامعہ اشرفیہ | طفیل احمد مصباحی 95

جمال القادری حبیبی رحمہ اللہ کا سانحۂ ارتحال | مفتی محمد ناصر حسین مصباحی 99

---مکتوبات---

صدائے بازگشت | محمد مدثر حسین اشرفی پورنوی/عاصم جمال 101

---سرگرمیاں---

عالمی خبریں | مسجد اقصیٰ کی پکار کے عنوان سے تین روزہ انٹرنیشنل کانفرنس/آسٹریلیائی پادری گولڈ ڈیوڈ کا قبولِ اسلام/ 30 آسٹریلیائی خواتین کا قبول اسلام/پناہ گزین، کیمپوں میں مہلک بیماریوں میں مبتلا/غزہ۔ طبی امداد نہ ملنے 60 ہزار حاملہ خواتین کی جانوں کو خطرہ لاحق 103

خیر وخبر | ❖ شندے جی آپ مہاراشٹر کی تعمیر وترقی کی کوشش کریں ❖ عرس صدیق اکبر ویوم ولادت سید النسا ❖ ہبلی میں جلسۂ فیضان حضور شیخ الاسلام ❖ گھاٹ کوپر میں مسجد شہید کر دی گئی ❖ اڑھائی دن کا جھوپڑا میں سنسکرت کے منتر پڑھنے کا اعلان ❖ آخر کار سڑک حادثہ میں زخمی طالب علم وسیم کا بھی پورا پیر کاٹنا پڑا ❖ ریاست بہار کے امتحانات میں مصباحی برادران کی کامیابی ❖ محبوب مینا قبلہ بابا حضور کا وصال ❖ قاری اسلام احمد عزیزی کی خدمات ❖ مدرسہ دے گا مسلم نوجوانوں کو پولیس بھرتی امتحان کی ٹریننگ 105

---منظومات---

خیابان حرم | منقبت ونعت | شمس تبریز خاکی/مولانا محمد تحسین رضا قادری/پرنم الہ آبادی 110

-❊-❊-❊-❊-❊-

786

فلسطین کے ستم زدہ مسلمانوں کی خوں ریز داستان

اسلام دنیا میں سب سے تیزی سے پھیلنے والا مذہب

مبارک حسین مصباحی

اس وقت دنیا کے حالات سے کسی حد تک قارئین آشنا ہیں۔ مسلمانوں کی کس مپرسی سے بھی آپ حضرات کچھ نہ کچھ واقف ہوں گے ۔ہندوستان میں مساجد، مدارس اور خانقاہیں اکثریتی باشندوں کے نشانے پر رہتی ہیں۔ بابری مسجد اور کچھ دوسرے مقدس مقامات پر آستھا کی بنیاد پر فیصلے بھی کرائے گئے، نامکمل رام مندر کا افتتاح وغیرہ بھی ہوا۔ عالمی خبریں بھی آپ تک پہنچتی رہتی ہوں گی، اس وقت دنیا کا حساس مسئلہ فلسطین اور اسرائیل کے درمیان جنگ ہے، یہ خون چکاں واقعات بھی کسی حد تک آپ سنتے رہتے ہوں گے۔ اس وقت فلسطین میں غزہ پٹی میں وہاں کے عام باشندوں، خواتین اور بچوں پر جو ظلم و جبر کیا جارہا ہے، اسرائیل کی اس دہشت گردی اور نسل کشی پر دنیا چیخ رہی ہے۔ چھوٹے بڑے ہسپتالوں اور مریضوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے، دوائیں ختم ہورہی ہیں، کھانے پینے کی اشیا ختم ہوچکی ہیں، یا بعض مقامات پر آخری مراحل میں ہیں۔ دنیا میں بندہ جب ابتلا اور آزمائش کے دور سے گزرتا ہے تو دنیا کی بے وقعتی اس کے سامنے آجاتی ہے، وہ اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں دہائی دیتا رہتا ہے۔ اس وقت غزہ کی خواتین اور نوجوان مسلم بچیاں جس عزم و حوصلے کا مظاہرہ کررہی ہیں اس سے ان کی ایمانی پختگی کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ ظلم و جبر کے ماحول میں جس طرح وہ اپنے پردوں اور دیگر دینی شعار کا مظاہرہ کررہے ہیں، ان سے ماضی کی نیک سیرت خواتین کی یادیں تازہ ہو رہی ہیں۔ ان کے یادگار کارناموں سے اندازہ ہوتا ہے کہ گزشتہ بزرگ خواتینِ اسلام کا اپنے مذہبی اصولوں پر پابندی کا عالم کتنا بلند رہا ہوگا۔

یہ سچ ہے کہ آج بظاہر دنیا میں نہ امہات المومنین ہیں اور نہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا، مگر ان کے نقوش قدم پر چلنے والی صالحات آج بھی موجود ہیں۔ خواتینِ غزہ کے اسلامی جذبات سے سرشار ہوکر آسٹریلیا کی 30 عدد خواتین بخوشی دائرہ اسلام میں داخل ہوگئیں۔ قبول اسلام کی یہ روح پرور تقریب آسٹریلوی شہر میلبرن میں واقع میڈ ہائٹس مسجد میں منعقد ہوئی جہاں 30 خواتین نے کلمہ پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کیا۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

مسئلہ صرف فلسطینی مظلوم خواتین تک محدود نہیں ہے، بلکہ فلسطین اور اس کے ستم زدہ علاقے غزہ میں شیرخوار اور دیگر شہید بچوں کی تعداد بھی خون کے آنسو رلا دینے والی ہے۔ یہ تو آپ بخوبی جانتے ہیں کہ عالمی سطح پر مسلم ممالک کی تعداد 57 ہے۔ آج دنیا کے مسلم اور غیر مسلم ممالک میں اسرائیل اور حماس کے درمیان ہونے والی جنگ کے خلاف زبردست مظاہرے ہورہے ہیں۔

غزہ میں نسل کشی روکنے کے عالمی عدالت انصاف کے حکم کے باوجود اسرائیلی حملوں میں کمی کے بجائے مزید تیزی آگئی ہے۔ غزہ کے رہائشی علاقوں اور طبی مراکز پر بمباری کرکے ایک روز میں مزید 185 سے زائد فلسطینی شہید کردیے گئے. فلسطینی وزارت صحت کے مطابق شہید فلسطینیوں کی تعداد 26 ہزار 422 ہوگئی ہے۔ شہیدوں میں 11 ہزار سے زائد بچے اور 7 ہزار 500 خواتین شامل ہیں۔ اب ہمیں بروقت ایک شعر یاد آرہا ہے۔

عجب کیا ہے جو نوخیزوں نے سب سے پہلے جانیں دیں
یہ بچے ہیں انھیں تو جلد سو جانے کی عادت ہے

وہیں اسرائیلی فوج نے گزشتہ چھ روز سے خان یونس کے الامل اسپتال کا محاصرہ کیا ہوا ہے، اور الناصر ہسپتال کے سربراہ آرتھوپیڈک سرجری ڈپارٹمنٹ ڈاکٹر بسام کو اغوا کرلیا ہے۔ علاوہ ازیں اسرائیلی فوج کی مغربی کنارے میں چھاپہ مار کارروائیاں بھی جاری ہیں۔ عرب میڈیا کے مطابق رات گئے الخلیل اور نابلس میں چھاپوں میں 9 فلسطینیوں کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔

الجزیرہ کے مطابق رائٹس گروپس کا کہنا ہے کہ غزہ میں اسرائیلی بمباری میں 24 ہزار بچے یتیم ہوچکے ہیں، غزہ کے قبرستان میں یتیم بچوں کا

رش لگا رہتا ہے۔ماں باپ کے بغیر زندگی کیسی ہوتی ہے یہ کوئی غزہ کے بچوں سے پوچھے،غزہ کے قبرستان میں یتیم بچوں کا اتنا رش لگا رہتا ہے کہ بچوں کو مرحلہ وار فاتحہ پڑھنے قبرستان آنا پڑتا ہے۔جہاں وہ اپنے والدین کے سامنے اپنے دل کا حال بیان کرتے ہیں۔الجزیرہ نے ایک ہسپتال میں غزہ کے دو یتیم بچوں سے ہونے والی گفتگو شیئر کی ہے، جسے پڑھ کر ہر درد مند آدمی کی آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں۔انس اور آثر کا گھر وسطی غزہ کے علاقے نصیرات میں رفیوجی کیمپ میں تھا لیکن اب وہ دنیا میں تنہا رہ چکے ہیں۔اور اپنے 6 سالہ بھائی کی حفاظت اب انس کے لیے ایک بڑا مسئلہ بن چکا ہے۔

غزہ کی پٹی میں بے گھر ہونے والے لاکھوں لوگوں کی زندگیوں کو ایک نئے سانحے اور مصیبت کا سامنا ہے۔ان کے مصائب میں آئے روز اضافہ ہو رہا ہے اور شدید بارش کے پانی کی وجہ سے ان کے خیموں اور پناہ گاہوں میں پانی جمع ہو گیا ہے، فلسطینی علاقوں میں مسلسل بمباری کے دوران شدید بارش ہوئی، جس کے نتیجے میں شمالی اور جنوبی غزہ میں ہزاروں خیمے اور پناہ گاہیں ڈوب گئیں، جس کے نتیجے میں املاک اور کمبل پانی سے تر ہو گئے۔بے گھر افراد کے لیے کمبل، بھاری کپڑوں اور سردیوں کے موسم سے نمٹنے کے لیے گرم کرنے کا کوئی انتظام نہ ہونے کی وجہ سے حالات مزید سخت ہوتے جا رہے ہیں۔خوراک اور کمبل کی کمی فلسطینی شہری دفاع کے ترجمان محمد بصل نے انادولو ایجنسی کے ساتھ ایک انٹرویو میں کہا کہ موسلا دھار بارشوں سے غزہ میں بے گھر ہونے والے لوگوں کے لیے خیموں سے بھرے کئی نشیبی علاقوں میں بڑے سیلاب آنے کا خدشہ ہے۔اب ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیے کہ غزہ کی پٹی میں مسلمان کتنی شدید مشکلات سے گزر رہے، ہیں سروں پر موت منڈلا رہی ہے، عارضی خیموں اور پناہ گاہوں میں پانی بھر گیا ہے، کمبل اور گرم کپڑے بھیگ چکے ہیں، سردی شدید ہے، سیلاب کا خطرہ مسلسل قیامت برپا کیے ہوئے ہے۔ان تمام مشکلات کو وہ حسینی کردار کے ساتھ برداشت کر رہے ہیں انھیں یقین ہے کہ ان کا مذہب سچ اور حق ہے، سچائی ہے کہ

ع: اسلام تیری نبض نہ ڈوبے گی حشر تک

گزشتہ چند سالوں میں اسلام دنیا میں تیزی سے پھیلنے والا مذہب بن چکا ہے۔ایک رپورٹ کے مطابق 1990ء سے 2000ء کے دوران ایک کروڑ 25 لاکھ سے زائد افراد اپنا مذہب ترک کر کے اسلام قبول کر چکے ہیں جب کہ 2001ء میں نائن الیون واقعہ کے بعد امریکہ سمیت دنیا بھر میں مسلمانوں کی تعداد دگنی ہو چکی ہے اور قرآن پاک دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب بن چکی ہے۔سعودی عرب میں متعیّن برطانوی سفیر سائمن کولینز کے قبول اسلام نے مغرب میں تہلکہ مچا دیا ہے۔عراق اور شام سمیت کئی اسلامی ممالک میں سفارتی خدمات انجام دینے والے سائمن کولینز وہ پہلے برطانوی سفارتکار ہیں جنہوں نے گزشتہ دنوں اسلام قبول کر کے اپنی شامی نژاد اہلیہ ہدیٰ مجارکیش کے ساتھ حج ادا کیا اور اس طرح وہ اسلام قبول کرنے والی مقبول شخصیت بن گئے۔اِن سے قبل سابق برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیر کی سالی لورین بوتھ نے اسلام قبول کر کے عالمی میڈیا کی توجہ حاصل کی تھی۔

دنیا میں جن سربراہان مملکت نے اپنا مذہب ترک کر کے اسلام قبول کیا، اُن میں قازقستان کے صدر نور سلطان نذر بائیوف اور گبون کے صدر عمر بونگو شامل ہیں۔نذر بائیوف سوویت دور میں لادین رہے تاہم اسلام قبول کرنے کے بعد وہ راسخ العقیدہ مسلمان ثابت ہوئے اور انہوں نے حج بھی ادا کیا۔تقریباً 42 سال (1967ء سے 2009ء) تک گبون کے صدر رہنے والے البرٹ برنارڈ بونگو نے 1973ء میں دورہ لیبیا کے موقع پر اسلام قبول کر کے اپنا نام عمر رکھا، اُن کے اسلام قبول کرنے سے گبون میں مسلمانوں کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہوا۔اسی طرح یوگینڈا کے سابق صدر عیدی امین نے کیتھولک عیسائیت ترک کر کے اسلام قبول کیا۔اس کے علاوہ اسلام قبول کرنے والی دیگر عالمی شخصیات میں 3 بار عالمی ہیوی ویٹ باکسنگ چیمپئن رہنے والے محمد علی کلے بھی شامل ہیں جنہوں نے 1964ء میں اسلام قبول کیا۔اس سے قبل اُن کے بھائی روڈی کلے نے 1961ء میں اسلام قبول کیا تھا جو محمد علی کے اسلام قبول کرنے کا سبب بنے۔

پاکستانی شاعر فیض احمد فیض کی اہلیہ ایلس نے 1930ء کی دہائی میں اسلام قبول کیا۔عالمی شہرت یافتہ پاکستانی کرکٹر محمد یوسف (یوسف یوحنا) نے عیسائیت ترک کر کے اسلام قبول کیا۔عالمی شہرت یافتہ برطانوی خاتون صحافی یوون ریڈلے نے افغانستان میں طالبان کی قید سے رہائی کے بعد 2003ء میں اسلام قبول کیا۔بھارتی اداکارہ دیویا بھارتی (ثناء) نے اسلام قبول کیا۔مشہور بھارتی اداکارہ شرمیلا ٹیگور (عائشہ سلطانہ) نے اسلام قبول کیا۔گلوکار کشور کمار نے 1960ء میں اسلام قبول کر کے اپنا اسلامی نام عبدالکریم رکھا۔آسکر ایوارڈ یافتہ بھارتی موسیقار اے آر رحمن

(اللہ رکھا رحمن) نے ہندو مذہب ترک کرکے اسلام قبول کیا جنہیں "ٹائم میگزین" 2009ء میں دنیا کی 100 اثر و رسوخ رکھنے والی بااثر ترین شخصیات میں شامل کر چکا ہے۔ اس کے علاوہ سابق معروف امریکی باسکٹ بال کھلاڑی لیو ایلسنڈر (کریم عبدالجبار)، مشہور پاپ گلوکار مائیکل جیکسن کے بھائی جرمین جیکسن (محمد عبدالعزیز) اور بہن جینٹ جیکسن، معروف بھارتی اداکار اے ایس دلیپ کمار (یوسف خان)، اردن کی ملکہ نور بھی اسلام قبول کرنے والی دنیا کی معروف شخصیات میں شامل ہیں۔

برطانیہ اور فرانس میں گزشتہ دس سالوں کے دوران ایک لاکھ سے زائد افراد اپنا مذہب ترک کرکے اسلام قبول کر چکے ہیں۔

برطانیہ میں تقریباً 7.5 ملین، فرانس میں 5 ملین اور جرمنی میں 4 ملین سے زائد مسلمان مقیم ہیں۔ ان بڑے ممالک کے علاوہ اسپین، اٹلی، ڈنمارک، ناروے، ہالینڈ، یونان وغیرہ میں بھی مسلمانوں کی بڑی تعداد آباد ہے جن میں اکثریت پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ فرانس سے آزادی حاصل کرنے والے ممالک مراکش، الجیریا اور تیونس نژاد باشندوں کی بڑی تعداد فرانس میں مقیم ہے جن کی آبادی میں 6 فیصد شرح سے اضافہ ہو رہا ہے، ان میں اکثریت 20 سے 25 سال کے نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ فرانس میں مسلمان آبادی کی تیز گروتھ کے پیش نظر ایک اندازے کے مطابق 2027ء تک فرانس کا ہر پانچواں شخص مسلمان ہوگا۔ اسی طرح برطانیہ میں گزشتہ 30 سالوں میں مسلمانوں کی آبادی میں 30 گنا اضافہ ہوا ہے جو بڑھ کر 25 لاکھ تک پہنچ چکی ہے، یورپی یونین کے ملک بلجیم کی آبادی کا 25 فیصد مسلمانوں پر مشتمل ہے اور جرمن حکومت نے پہلی بار اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ اگر مسلمانوں کی تعداد میں اسی رفتار سے اضافہ ہوتا رہا تو 2050ء تک جرمنی مسلم اکثریتی ملک بن جائے گا۔ ان اعداد و شمار سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ یورپی یونین کے 27 ممبر ممالک کی اوسط شرح پیدائش صرف 1.38 فیصد ہے مگر مختلف ممالک سے یورپی ممالک میں رہائش اختیار کرنے والے مسلمانوں نے یورپ کی گرتی ہوئی شرح پیدائش کو سہارا دے رکھا ہے۔

برطانوی جریدے "اکنامسٹ" کی رپورٹ کے مطابق یورپی ممالک اور امریکہ میں اپنا مذہب ترک کرکے اسلام قبول کرنے والوں میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو کئی سالوں سے مسلمانوں کے ساتھ رابطے میں ہیں اس کی بڑی وجہ مغربی معاشرے میں مسلسل پھیلتی ہوئی بے راہ روی اور فحاشی ہے جس سے وہ تنگ آ چکے ہیں۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ یورپی ممالک میں اسلام قبول کرنے والی غیر مسلم خواتین کی اکثریت رہی ہے اور آج بھی نوجوان لڑکیوں میں اسلام قبول کرنے کی رغبت بڑھ رہی ہے۔

برطانیہ میں عام افراد تیزی سے اسلام کی جانب راغب ہو رہے ہیں گزشتہ چند برس میں ایک لاکھ سے زائد افراد دینِ حق قبول کر چکے ہیں۔ ان میں اکثریت سفید فام نوجوان خواتین کی ہے جبکہ گزشتہ برس 5000 سے زائد برطانوی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ گزشتہ 10 برس کے مقابلے میں برطانیہ میں اسلام قبول کرنے والے افراد کی تعداد دگنی ہو چکی ہے۔ ان میں اکثریت نوجوان سفید فام خواتین کی ہے جو معاشرے کی بے راہ روی اور مادہ پرستی سے سخت نالاں ہیں۔ یہ خواتین روحانی سکون کی تلاش میں تھیں جو انہیں اسلام میں ملا ہے۔

سروے کے مطابق گزشتہ 12 ماہ میں 5200 افراد نے اسلام قبول کیا جن میں لندن کے لوگوں کی تعداد 1400 ہے۔ اسلام لانے والے دو تہائی افراد میں سفید فام خواتین شامل ہیں جن کی اوسط عمر 27 سال ہے۔

ان کے نزدیک شراب نوشی، منشیات، اخلاقی گراوٹ، جنسی بے راہ روی اور خریداری و مادہ پرستی کا جنون برطانیہ کے تاریک پہلو ہیں۔

اسلام قبول کرنے والے ہر چار میں سے ایک نے اعتراف کیا ہے کہ ایک باعمل مسلمان برطانوی معاشرے سے فطری طور پر متصادم ہے۔ 50 فیصد خواتین نے اسلام قبول کرنے کے بعد اسکارف پہنا جب کہ 5 فیصد نے برقع کا انتخاب کیا۔

حالیہ سروے سامنے آیا ہے کہ سعودی عرب میں گذشتہ پانچ برسوں میں تین لاکھ سے زائد غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ سروے میں یہ بھی سامنے آیا ہے کہ ڈیڑھ لاکھ سے زائد افراد نے 2023 میں اسلام قبول کیا۔ ہم نے جو تفصیلات پیش کی ہیں یہ پوری دنیا کی رپورٹ نہیں بلکہ جزوی خبروں کی روشنی ہے۔ غزہ پٹی کے مظلوم مسلمانوں کو گھبرانے کی ضرورت نہیں، فتح یابی آپ کا مقدر تھا، ہے، اور رہے گی۔ پوری دنیا تقریباً آپ کی حمایت میں ہے۔ ع: اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

***

تفہیم قرآن

ساتویں قسط

علمِ الٰہی

قرآنی آیات کی روشنی میں

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا۔[سورۂ کہف:21]

اسی طرح ہم نے اپنے بندوں کو اصحاب کہف کی اطلاع دی؛ تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت ضرور آئے گی۔

اس واقعہ میں کئی ایسی چیزیں ہیں جو علم الٰہی کی وسعتوں کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔

(1)- اس دور کے افراد غار کا محل وقوع نہیں جانتے تھے، لیکن اللہ معلوم تھا کہ اصحاب کہف کہاں محو خواب ہیں، تبھی تو اس نے اصحاب کہف کے غار کو دھوپ اور گرم ہواؤں سے بچایا، اور اصحاب کہف کی کروٹیں بدل بدل کر ان کے جسموں کی حفاظت فرمائی۔

(2)- اصحاب کہف کی تعداد کسی کو نہیں معلوم، لیکن اللہ کو معلوم ہے، فرمایا:

قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ.[کہف:22]

کہہ دو کہ ان کی صحیح تعداد میرا رب بہتر جانتا ہے، ان کی صحیح تعداد بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں۔

(3)- اسی طرح غار میں ان کے قیام کی مدت کسی کو نہیں معلوم، خود اصحاب کہف کو نہیں معلوم کہ وہ کتنے دنوں تک سوئے رہے، وہ سمجھتے تھے کہ ایک دن رکے رہے یا اس سے بھی کم، لیکن اللہ کو معلوم ہے کہ انھوں نے غار میں کتنی طویل مدت گزار دی، فرمایا:

وَ لَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَ ازْدَادُوْا ○ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَ اَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ۫ وَّ لَا يُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ○[سورۂ کہف:26/25]

وہ اپنے غار میں تین سو سال رکے رہے، اور مزید نو سال، کہہ دو کہ اللہ کو خوب معلوم ہے کہ وہ کتنی مدت تک رکے رہے، آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسی کے لیے ہے، وہ کیا ہی بہتر دیکھنے اور سننے والا ہے، اللہ کے سوا ان کا دوست نہیں، وہ اپنے فیصلوں میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

4–واقعہ ہجرت سے پہلے دار الندوہ میں ہونے والی کفار کی خفیہ نشست علم الٰہی پر واضح دلیل ہے، واقعہ یہ ہے کہ جب انصار مدینہ بڑی تعداد میں اسلام قبول کرنے لگے تو کفار مکہ کو تشویش ہونے لگی، اور اس بات کا خوف کا ستانے لگا کہ اب پیغمبر اسلام کا دائرہ کار وسیع ہوگا، پھر یہ اپنے متبعین کے ساتھ اہل مکہ پر حملہ کرکے انھیں ختم کر دیں گے، اسی لیے کفار مکہ نے دار الندوہ میں ایک خفیہ مشاورتی مجلس منعقد کی، جس میں ابو البختری، ابو جہل اور دیگر سرداران قریش کے علاوہ شیخ نجدی بھی شریک ہوا، سب نے اپنے اپنے مشورے دیے، شیخ نجدی ابو جہل کے مشورے کو قابل قبول اور لائق ستائش بتایا، ابو جہل کا مشورہ یہ تھا کہ قبیلہ قریش کی ہر شاخ کا ایک فرد تلوار لے، پھر سب مل کر یکبارگی حملہ کر دیں، اور پیغمبر اسلام کا قصہ تمام کر دیں، اس طرح دیت تمام شاخوں میں بٹ جائے گی، اور مشترکہ دیت ادا کرکے سب بری ہو جائیں گے۔

جب یہ مشورہ ہوا، اور رسول اقدس ﷺ کے ناحق قتل کا منصوبہ تیار ہوا اس وقت کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی کہ کیا ہوا، اور آگے کیا ہونے والا ہے، لیکن اللہ ہر خفیہ سازش کو جانتا ہے، اور بہ سے بہتر تدبیر فرمانے والا ہے، اللہ نے اپنے محبوب کو حقیقت حال سے آگاہ کیا، آپ کو ہجرت کی اجازت مرحمت فرمائی، اور کفار کی ساری سازشوں کو ناکام بنا دیا، فرمایا:

وَ اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَ يَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ.[اعراف:30]

اے نبی! اس وقت کو یاد کرو جب وہ آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں، یا قتل کر دیں، یا جلا وطن کر دیں، وہ خفیہ سازش کر رہے تھے، اور اللہ خفیہ تدبیر فرما رہا تھا، اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۔

5– مختلف کتب تفاسیر میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبادہ بن صامت کے برادر گرامی حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کسی بات پر اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو گئے، اور اسی ناراضگی کے عالم میں ان سے ظہار کر لیا، اور کہا: أنت علي كظهر أمي۔ یعنی تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔

لیکن اسلام میں ظہار کے سلسلے میں ابھی تک کوئی حکم نازل

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

نہیں ہوا تھا، اسی لیے جب حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے ظہار کیا تو آپ کی زوجہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں، اور اپنے بارے میں حکم دریافت کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے شوہر کے لیے حرام ہو چکی ہو۔

حضرت خولہ نے کہا: یا رسول اللہ! میرے شوہر نے طلاق کا ذکر نہیں کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم اپنے شوہر کے لیے حرام ہو چکی ہو۔ حضرت خولہ نے پھر وہی کہا کہ میرے شوہر نے طلاق کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس طرح کئی بار ہوا، پھر حضرت خولہ اپنے رب کے حضور فریاد کرنے لگیں کہ اے اللہ! میں تجھ سے اپنی تنگ دستی کا شکوہ کرتی ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اگر انھیں ان کے والد کے حوالے کردوں تو ضائع ہو جائیں گے، اپنے پاس رکھوں تو بھوکے مر جائیں گے۔ پھر خولہ آسمان کی طرف سر اٹھا کر دعا کرنے لگیں کہ پروردگار! ہمارے بارے میں وحی بھیج دے، اور ظہار کا حکم نازل فرمادے۔ آپ مسلسل گریہ وزاری کرتی رہیں، یہاں تک کہ آپ کی دعا قبول ہو گئی، اور سورہ مجادلہ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں، جن میں فرمایا:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖۗ وَ اللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ۔ [مجادلہ: 1]

یعنی اللہ نے اس عورت کی بات سن لی ہے جو اپنے شوہر کے معاملے میں آپ سے تکرار کرتی ہے اور اللہ سے شکایت کرتی ہے، اور اللہ تمھاری باہمی گفتگو سن رہا ہے، اور اللہ خوب سننے اور دیکھنے والا ہے۔

اسی آیت کے تحت تفسیر قرطبی میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

الحمد لله الذي وسع سمعه الأصوات، لقد جاءت المجادلة تشكو إلى رسول الله ﷺ وأنا في ناحية البيت ما أسمع ما تقول، فأنزل الله عزوجل: قَدْ سَمِعَ الله قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا۔

یعنی تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو ہر آواز کو سنتا ہے، بحث و تکرار کرنے والی عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس شکایت لے کر آئی، اور میں گھر کے ایک کنارے میں تھی، میں نہیں سن سکی کہ وہ عورت کیا کہہ رہی ہے، لیکن اللہ نے اس عورت کی بات سن لی اور ظہار سے متعلق حکم نازل فرمادیا۔

یہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ کائنات کا ہر ذرہ ہمہ وقت علم الٰہی میں ہوتا ہے، اور جو واقعات گوشۂ گمنامی میں، عالم تنہائی میں، رات کے اندھیروں میں اور تہ بہ تہ تاریکیوں میں پیش آتے ہیں انھیں کوئی نہیں جانتا، لیکن سب کا خالق ومالک ضرور جانتا ہے، ہر چیز کو دیکھتا اور سنتا ہے، اور بطور نصیحت اپنے بندوں سے بیان فرماتا ہے۔

10- مستقبل کے واقعات کا علم: قرآن کریم نے بہت سے امور کی پیشین گوئی کی، وہ ساری باتیں صحیح ثابت ہوئیں، ان واقعات کی صحت اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ ماضی ومستقبل کے تمام واقعات کو جانتا ہے، اور اس کے لیے مستقبل بھی ایسے ہی ظاہر وباہر ہے جیسے ماضی وحال ظاہر ہے، اس ضمن میں ہم یہاں تین مختلف مقامات کی آیتیں پیش کریں گے، جن سے علم الٰہی پر دلیل لائی جاسکتی ہے۔

1- رسول اقدس ﷺ کی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی تو آپ نے اپنی نبوت ورسالت کا اعلان فرمایا، پھر اللہ کے حکم سے قریبی رشتہ داروں میں تبلیغ وانذار کے لیے انھیں ایک پہاڑ کے دامن میں جمع کیا، اور فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں، مجھ پر ایمان لاؤ۔ تو ابولہب نے طیش میں آکر کہا: تبا لك أجمعتنا لهذا؟ تمھارا برا ہو، کیا ہمیں اسی کام کے لیے جمع کیا تھا؟ ابولہب کے اس ناقابل برداشت جواب میں قرآن کریم کی ایک پوری سورت نازل ہوئی، اور فرمایا

تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ؕ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ؕ سَیَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ۔ [سورۂ مسد: 1-3]

ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہوجائیں، اور وہ ہلاک ہو گیا، اس کا مال اور اس کی کمائی اس کے کام نہ آئی، وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں جائے گا۔ اس آیت میں بتایا گیا کہ ابولہب جہنم میں جائے گا، اور واقعتاً جہنم رسید ہوا، کیوں کہ ابولہب کفر پر مرا، اور ذلت کی موت مرا، اور سب کو معلوم ہے کہ کفر پر موت کی سزا خلود فی النار ہے۔

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ جو لوگ پہلے ہی دن سے اسلام کی بیخ کنی میں مصروف تھے ان کے لیے اس آیت کے نزول کے بعد اسلام اور پیغمبر اسلام کی تکذیب کا ایک زبردست موقع ملا، لیکن قرآن کی صداقت وحق بیانی نے انھیں اپنے مقصد میں ناکام بنادیا، وہ اس طور پر کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ یہی تھا کہ حضرت محمد عربی ﷺ اللہ کے رسول ہیں، آپ صادق وامین ہیں، آپ کا لایا ہوا دین برحق ہے، آپ پر نازل ہونے والا قرآن کلام الٰہی ہے، اور جو اللہ ورسول کو نہ مانے وہ جہنمی ہے، ساتھ ہی اسی قرآن میں یہ بھی ہے کہ ابولہب جہنم میں جائے گا، ایسے موقع پر دشمنان اسلام کے لیے بہت آسان تھا کہ وہ ابو لہب کو کلمۂ اسلام پڑھنے پر آمادہ کرتے اور کہتے کہ پیغمبر اسلام کا دعوی ہے کہ مسلمان جنت میں جائیں گے، قرآن کہہ رہا ہے ابولہب جہنم میں جائے

گا، اور ابولہب نے کلمہ پڑھ لیا ہے تو اب کیا ہوگا، ابولہب جنتی ہوگا یا جہنمی؟ اب لازمی طور پر قرآن اور پیغمبر اسلام میں کسی ایک کی تکذیب کی جائے گی، اور اس طرح لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کیا جاسکتا تھا۔ لیکن اللہ نے قرآن پاک میں جو فرمادیا وہی حق ہے، اس میں ذرہ برابر تبدیلی کی گنجائش نہیں، اسی لیے نہ ابولہب نے کلمہ پڑھا، نہ قرآن کی حقانیت پر حرف آیا۔ قرآن کریم کا یہ انداز بتاتا ہے کہ اللہ ہر شی سے باخبر ہے، اور اسے ماضی و مستقبل کے سارے حالات وواقعات کا یقینی اور تفصیلی علم ہے۔

2- نبی کریم رؤف رحیم علیہ افضل التحیہ والتسلیم نے لوگوں کو حق کی طرف بلایا، اور انھیں قرآن کریم پڑھ کر سنایا، اور فرمایا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اس پر ایمان لاؤ تو بہت سے کافروں نے اسلام قبول کرنے کے بجائے آپ کی تکذیب کی، اور کہا کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے، اسے پیغمبر اسلام نے اپنی طرف سے وضع کرلیا ہے، اور اس کی نسبت اللہ کی طرف کردی ہے، تو پروردگار عالم نے انھیں چیلنج دیا اور فرمایا:

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ۔ [سورۂ بقرہ:24/23]

یعنی ہم نے اپنے بندے پر جو کلام نازل کیا اس کے بارے میں اگر تمھیں شک ہو تو اس جیسی ایک سورت بنا کرلے آؤ، اور اللہ کے سوا اپنے سارے مددگاروں کو بلالاؤ اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم ایسا نہ کرسکے - اور ہرگز نہ کرسکوگے - تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہے، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اس آیت مبارکہ میں منکرین قرآن کو ایک سورت بنا کرلانے کا چیلنج دیا گیا ہے، اور ساتھ ہی اس بات کا اعلان بھی کردیا گیا ہے کہ کفار کبھی بھی قرآن جیسی ایک سورت بنا کر نہیں لاسکیں گے۔ اور اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہی معلوم ہوگا کہ قرآن نے جو کہا سو فیصد صحیح ثابت ہوا، کیوں کہ کوئی بھی ادیب، فلسفی یا دانشور اب تک قرآن جیسی ایک سورت نہیں بنا سکا، اور بنا تا بھی کیسے، جب کہ اللہ تعالی کا عام اعلان ہے کہ

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔

[سورۂ اسراء:88]

اے نبی! کہہ دو کہ اگر جن وانس اکٹھا ہوکر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو نہیں لاسکتے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کا تعاون کریں۔

قرآن کریم کے اعلان کے مطابق کسی ایک سورت کے مثل سورہ لانے میں کفار کا عاجز ودرماندہ رہ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ مستقبل کے واقعات کو جانتا ہے، اور جو اس نے پیشگی فرمادیا اس میں ذرہ برابر اختلاف یا تبدیلی نہیں ہوسکتی۔

3- روم اور فارس کی طویل ترین خونریز جنگ کے بارے میں ہے:

الٓمّٓ ۚ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْۤ اَدْنَى الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ؕ۬ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ ؕ وَ يَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ [سورۂ روم:1-6]

رومی قریب قریبی علاقے میں شکست کھاگئے، وہ اپنی شکست کے چند سالوں بعد جلد ہی غالب ہوں گے، پہلے بھی اللہ کا حکم تھا، بعد میں بھی اللہ کا حکم ہوگا، اور (اس فتح کے دن) اہل ایمان اللہ کی مدد پر خوش ہوں گے، اللہ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے، وہی غالب اور مہربان ہے، یہ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

ان آیات کے تحت تفسیر ضیاء القرآن میں جو بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

حجاز کے شرق میں ایرانیوں کی وسیع وعریض مملکت تھی، جو مشرک اور آتش پرست تھے، مغرب میں رومی سلطنت تھی، جو اہل کتاب اور حضرت مسیح کے پیروکار تھے، جب مکہ میں حضور سرور عالم ﷺ نے توحید کی تبلیغ شروع کی تو مکہ کی آبادی دو حصوں میں بٹ گئی، ایک گروہ مشرکین کا تھا، جو بت پرست تھے، اور دوسرا گروہ حضور نبی کریم ﷺ کے غلاموں کا تھا، جو اللہ کی وحدانیت کو دل وجان سے تسلیم کر چکے تھے، کفرواسلام کی یہ شدت دن بہ دن بڑھتی جارہی تھی، مکہ میں جب یہ اطلاع پہنچی کہ ایران اور روم باہم برسرپیکار ہیں تو طبعی طور پر مشرکین مکہ کی دلچسپیاں ایران کے آتش پرست مشرکوں کے ساتھ تھیں، اور فرزندان اسلام کی ہم دردیاں رومیوں کے ساتھ تھیں جو اہل کتاب تھے، انھی ایام میں خسرو کسری ایران کی جنگ قیصر روم کی فوجوں کے ساتھ شام کے نواحی علاقے میں ہوئی جس میں ایران کا پلہ بھاری رہا، اپنے ہم مشربوں کی کامیابی کی خبر سن کر مشرکین مکہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی، اور لگے ڈینگیں مارنے کہ جس طرح آگ کے پجاریوں نے شام کے علاقے میں اہل کتاب کو شکست دی ہے اسی طرح یہاں لات وہبل کے پرستار اللہ کی

توحید کے علم برداروں کو نیست ونابود کرکے رکھ دیں گے، مسلمانوں کے دل بھی رومیوں کی شکست سے بڑے رنجیدہ ہوئے، اس وقت اللہ نے یہ آیت نازل کرکے ایرانیوں کی شکست فاش اور رومیوں کے فتح مبین کی پیشین گوئی فرمائی اور اپنے بندوں کو تسلی دی کہ کفر کی یہ کامیابی عارضی ہے، چند سالوں میں حالات کا رخ بدل جائے گا، اور رومیوں کا بول بالا ہوگا، چناں چہ ایسا ہی ہوا۔

پھر آگے لکھتے ہیں: وقت گزرتا گیا، جس دن اللہ تعالیٰ نے غلامانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کو میدان بدر میں فتح مبین سے شادکام فرمایا، اسی روز یہ خبر بھی پہنچی کہ رومیوں نے ایرانیوں کو شکست فاش دی ہے، اس وقت مسلمانوں کو ایک وقت میں دو خوشیاں نصیب ہوئیں۔

یہ واقعہ ناقابل تردید دلیل ہے اس بات پر کہ اللہ علیم وخبیر ہے، اور اسے ماضی و مستقبل کے ہر واقعہ کی خبر ہے۔

11-اللہ کو قیامت کا علم ہے: قیامت کا علم اسرار الٰہیہ میں سے ہے، اسی لیے اللہ نے اسے مخفی رکھا، بندوں پر لازم ہے کہ وہ قیامت پر یقین رکھیں، لیکن اس کے وقت اور تاریخ کے علم کو اللہ کے حوالے کردے، کہ وہی روز جزا کا مالک ہے، اور اس دن کے احوال کا صحیح علم اسی کے پاس ہے، قرآن وحدیث میں مختلف مقامات پر قیامت کا ذکر ہے، اور اس بات کا بھی ذکر ہے کہ صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ سے قیامت کے بارے میں پوچھا کہ کب آئے گی؟ تو آپ نے مختلف مواقع پر مختلف جوابات عطا فرمائے، کہیں پر قیامت کی مخصوص علامتیں بیان فرمائی۔ کہیں پر فرمایا: عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ۔ یعنی میرے رب کو معلوم ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ کہیں پر فرمایا: لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً۔ قیامت جب بھی آئے گی اچانک آئے گی۔ کہیں پر فرمایا: وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا۔ تمھیں کیا معلوم، ہوسکتا ہے قیامت قریب ہو، اور کہیں پر فرمایا: ما أعددت لها؟ تم قیامت کے بارے میں پوچھ تو رہے، لیکن یہ بتاؤ کہ تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟

اس قسم کے جوابات سے ظاہر ہے کہ قیامت برحق ہے، لیکن قیامت کب آئے گی اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، فرمایا:

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا۔ [سورۂ احزاب:63]

وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دو کہ اس کا علم اللہ کے پاس ہے، اس سننے والے! تجھے کیا معلوم، ہوسکتا ہے قریب ہو۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

یہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ کب آئے گی، کہہ دو کہ اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر وہی ظاہر کرے گا، وہ آسمان وزمین والوں کے لیے بہت بھاری ہوگی، وہ تمھارے پاس اچانک آئے گی، وہ آپ سے ایسے پوچھتے ہیں، گویا کہ آپ نے اس کی خوب تحقیق کرلی ہے، آپ کہہ دو کہ اس کا علم اللہ کے پاس ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

قیامت دنیاوی زندگی کا اختتام ہے، اور آسمان وزمین کی ہر شی کی انتہا ہے، اور کسی بھی شی ابتدا وانتہا کا علم اللہ کے پاس ہے، اسی لیے قیامت کا علم بھی اللہ ہی کے پاس ہے، اس نے قیامت کے وقت کو بڑی عظیم حکمتوں کے پیش نظر بندوں سے مخفی رکھا ہے، جب اس کا وقت آجائے گا تو اسے ظاہر کرے گا، بندوں کے لیے قیامت کا وقت جاننے سے زیادہ اہم قیامت کی تیاری ہے۔

خاتمہ: مذکورہ بالا تمام قطعی اور صریح نصوص سے یہ حقیقت آفتاب عالم تاب کی طرح واضح ہوگئی کہ اللہ ہر شی کو جانتا ہے، اور کائنات کا کوئی ذرہ اس کے وسیع علم سے باہر نہیں ہے۔ انبیا ورسل، جن وانس، حور وملک، آسمان وزمین، چاند وسورج، بجلی اور گرج، بادل اور بارش، ہوا اور فضا، پہاڑ اور سمندر، جنگل اور صحرا، جمیع حیوانات وبہائم، اور ان سے متعلق جملہ امور کو وہ جانتا ہے، اور عالم محسوسات، مشاہدات اور مغیبات کی ہر شی ہمہ وقت اس کے علم میں ہوتی ہے، فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ [سورۂ حجرات:18]

بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جانتا ہے، اور جو تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

اللہ واحد ویکتا ہے، ایک خدا بس تنہا ہے
کوئی نہ اس کا ہمتا ہے، ایک ہی سب کی سنتا ہے
وہ ہے منزہ شرکت سے، پاک سکون وحرکت سے
کام ہیں اس کے حکمت سے کرتا ہے سب قدرت سے

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه سیدنا محمد وآله وصحبه أجمعين، برحمتك يا أرحم الراحمين ■■■

تفہیمِ حدیث

امام اعظم ابو حنیفہ اور علم حدیث

(حافظ) افتخار احمد قادری

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ امام الائمہ، سراج الامتہ، رئیس الفقہاء والمحدثین، سید الاولیاء والمحدثین، پیشوائے اصفیا، مبشر مصطفیٰ، دعائے مرتضیٰ، الختصر یہ کہ نبوت وصحابیت کے بعد انسان میں جس قدر فضائل ومحاسن پائے جاسکتے ہیں آپ ان تمام اوصاف کے جامع ورہنما تھے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا نام ،،نعمان،، اور آپ کے والدِ ماجد کا نام "ثابت" کنیت "ابو حنیفہ" ہے۔ آپ 70ھ میں عراق کے مشہور شہر "کوفہ" میں پیدا ہوئے اور 80 سال کی عمر میں 02 شعبان المعظم 150ھ میں وفات پائی۔ (نزہتہ القاری، جلد اول، صفحہ، 219/169) حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ابتدائی ضروری تعلیم کے بعد تجارت کو اپنا مقصدِ حیات بنایا مگر زہد وتقویٰ کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ آپ گوشہ نشینی کی راہ پر گامزن ہوئے تو خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ اے ابو حنیفہ! اللہ تعالیٰ نے تیری تخلیق میری سنت کے اظہار کے لیے فرمائی ہے لہٰذا! دنیا سے کنارہ کشی مت اختیار کرو۔ اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے؛ ترجمہ: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ (التوبہ رکوع 02 پارہ 11) حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تابعین میں سے ہیں اس لیے رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کا مژدہ جانفزا ان کے لیے بھی ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے؛،، اگر دین ثریا کے پاس بھی ہو تو فارس کا ایک مرد اسے ضرور پالے گا۔

(ابنِ عابدین شامی، ردالمختار، جلد اول صفحہ 49)

علامہ سیوطی فرماتے ہیں؛ یہ صحیح اور قابلِ اعتماد اصل ہے جس میں امام ابو حنیفہ کی بشارت ہے۔ علامہ سیوطی کے شاگرد اور سیرتِ شامیہ کے مصنف حضرت شیخ محمد بن یوسف صالحی شافعی فرماتے ہیں؛ شیخ کا یہ فرمان بالکل صحیح ہے کہ اس حدیث کا اشارہ امام اعظم کی طرف ہے کیونکہ اہل فارس میں سے کوئی بھی ان کے مبلغ علم کو نہیں پہنچ سکا۔ (ردالمختار جلد اول)

امام اعظم کی خصوصیات: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ زمانہ صحابہ میں پیدا ہوئے جو بحکمِ حدیث خیر القرون میں سے ہے۔ آپ نے متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کی، ان سے حدیثیں سنی اور روایت بھی کیں۔ آپ نے تابعین کے دور میں اجتہاد کیا اور فتویٰ دیا۔ مشہور محدث امام اعمش جب حج کے لیے روانہ ہوئے تو مسائلِ حج امام اعظم ابو حنیفہ سے لکھوا کر ساتھ لے گئے۔ حالاں کہ وہ حدیث میں امام اعظم ابو حنیفہ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ جلیل القدر آئمہ حدیث آپ سے روایت کرتے ہیں حضرت عمر بن دینار امام اعظم ابو حنیفہ کے اساتذہ میں سے ہیں اس کے باوجود آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے چار ہزار مشائخ سے علم حاصل کیا۔ آئمہ اربعہ میں سے کسی دوسرے امام کے اتنے اساتذہ نہیں ہیں انہیں شاگردوں کی ایسی بے نظیر جماعت میسر آئی جو بعد میں کسی امام کو میسر نہ آئی۔ خطیب بغداد کہتے ہیں؛ حضرت وکیع بن الجراح کی مجلس میں کسی نے کہہ دیا کہ ابو حنیفہ نے خطا کی۔ انھوں نے فرمایا؛ ابو حنیفہ کیسے غلطی کر سکتے ہیں؟ جب کہ ان کی مجلسِ علمی میں ابو یوسف، زفر اور محمد ایسے ماہرین قیاس اور مجتہد موجود ہیں، یحییٰ ابنِ زکریا، حفص ابنِ غیاث، حنان اور مندل ایسے حافظ الحدیث اور حدیث کی معرفت رکھنے والے ہیں، حضرت عبد اللہ بن مسعود کی اولاد میں سے قاسم ابن معن ایسے لغت اور عربی زبان کے امام موجود ہیں، داؤد ابن نصیر طائی، فضیل ابنِ عیاض ایسے پیکر زہد وتقویٰ ہیں، جہاں ایسے لوگ موجود ہوں وہاں انہیں غلطی نہیں کرنے دیں گے اور اگر ان سے خطا سرزد ہو بھی جائے تو یہ حضرات انہیں حق کی طرف پھیر دیں گے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ فقہ کے پہلے مدون ہیں اس سے پہلے صحابہ کرام اور تابعین اپنی یادداشت پر اعتماد کرتے تھے امام اعظم ابو حنیفہ نے محسوس کیا کہ اگر مسائل اسی طرح بکھرے رہے تو علم کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اس لیے آپ نے فقہ کو مختلف کتب اور

ابواب پر مرتب کر دیا۔ امام مالک نے موطا کی ترتیب میں آپ ہی کی پیروی کی، آپ کا مذہب دنیا کے ان خطوں میں پہنچا جہاں دوسرے مذاہب نہیں پہنچے۔ آپ اپنے کاروبار کی آمدنی سے گزر بسر کرتے تھے، اہل علم پر خرچ کرتے اور کسی کا ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے۔ آپ کی عبادت وریاضت، زہد وتقویٰ اور حج وعمرہ کی کثرتِ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ (عقود الجنان: 179/185)

تطبیق احادیث: احادیث میں اگر بظاہر تعارض واقع ہو تو پہلا مرحلہ یہ ہے کہ ان میں تطبیق دی جائے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو احادیثِ مختلفہ کی تطبیق میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا- سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت کسے حاصل ہوئی؟ اس بارے میں مختلف روایات ہیں، پہلے پہل ان میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے تطبیق دی کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہم، بچوں میں حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم اور غلاموں میں حضرت زید ایمان لائے۔ (حاشیہ الصواعق المحرقۃ: 76)

اسی طرح رکعات نماز میں کسی کو شک واقع ہو جائے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس سلسلے میں تین مختلف روایتیں ہیں، حضرتِ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان میں یوں تطبیق دی کہ اگر کسی کو پہلی مرتبہ شک واقع ہو تو اسے از سرِ نو نماز پڑھنی چاہیے اور اگر اسے شک واقع ہوتا رہتا ہے تو غور کرے جس طرف اس کا غالب گمان ہو اس پر عمل کرے اور اگر کسی طرف بھی غلبہ ظن حاصل نہیں اور دونوں جانبیں برابر ہیں تو کم تعداد کو اختیار کرے۔ مثلاً تین اور چار میں تردد ہو تو تین رکعتیں قرار دے اور ایک رکعت مزید پڑھ لے۔

(کوثر النبی، جلد اول: 498)

بعض شافعیہ نے کہا کہ امام اعظم ابوحنیفہ قیاس پر عمل کرتے ہیں اور حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں یہاں تک کہ بعض محدثین ،، قال بعض اہل الرائی،، کے عنوان سے امام صاحب کا قول بیان کرتے ہیں؛

یہ الزام حقیقت کے سراسر خلاف ہے حضرت عبد اللہ ابن المبارک فرماتے ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ نے فرمایا: جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ کی حدیث ہم تک پہنچے تو سر آنکھوں پر اور جب صحابہ کرام سے مروی ہو (اور صحابہ کرام کا آپس میں اختلاف ہو) تو ہم ان میں سے کسی ایک کا قول اختیار کرتے ہیں ایسا نہیں ہوتا کہ ہم ان میں سے کسی کا قول بھی اختیار نہ کریں اور جب تابعین کا قول مروی ہو تو ہم ان سے اختلاف کرتے ہیں۔ (عقود الجمان: 173)

حدیثِ مصراۃ: عرب میں تاجروں کی عام طور پر یہ عادت تھی وہ مادہ جانور کے فروخت کرنے سے پہلے ایک دو دن اس کا دودھ نہیں دوہتے تھے۔ خریدار تھنوں کو دودھ سے بھرا ہوا دیکھ کر وہ جانور گراں قیمت پر خرید لیتے گھر جا کر اس پر منکشف ہوتا کہ اس کے ساتھ کیا دھوکہ ہوا ہے؟ ایسے جانور کو مصراۃ کہتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جو شخص مصراۃ بکری خریدے اور گھر لے جا کر اس کا دودھ دوہے تو اگر اس کے دودھ پر راضی ہے تو اسے رکھ لے ورنہ وہ بکری اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور واپس کردے۔

(مسلم شریف، جلد دوم، صفحہ 04)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں؛ خریدار بکری واپس نہیں کر سکتا البتہ دودھ کی کمی کے سبب بکری کی قیمت میں جتنی کمی واقع ہوگی وہ بائع سے لے سکتا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا اور عمل نہ کرنے کی وجوہ بھی بیان فرمائیں؛

یہ حدیث کتاب اللہ کے مخالف ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم"

تم پر جتنی زیادتی کی گئی ہے تم بھی اتنی ہی زیادتی کرو۔

خریدار نے بکری کا دودھ جو پیا ہے ضروری نہیں کہ ایک صاع کھجور کے برابر ہو کم بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی۔ یہ حدیث معروف کے خلاف ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے؛ "الخراج بالضمان" خریدی ہوئی چیز کی پیداوار اور آمدنی کا استحقاق اصل کی ضمانت کی بنا پر ہے۔ ایک شخص نے غلام خرید کر اسے اجارہ پر دیا بعد میں اس کے عیب کا پتہ چلا، اس نے یہ مسئلہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عیب کی بنا پر غلام واپس کر دیا۔ بائع نے عرض کیا حضور اس نے نفع بھی حاصل کیا ہے۔ فرمایا: نفع ضمانت کی بنا پر ہے۔ یعنی اگر غلام مرجاتا تو اس کی ذمہ داری میں مرتا۔

(شرح معانی الآثار، جلد دوم، صفحہ 227)

یہ حدیث اجماع کے خلاف ہے کیونکہ اگر کوئی شخص دوسرے کی کوئی چیز ضائع کردے تو اس پر اجماع ہے کہ اس کے بدلے میں

ویسی ہی چیز دے یا قیمت ادا کرے۔اس اجماع کے مطابق بکری واپس کرنے کی صورت میں خریدار پر لازم ہونا چاہیے کہ جتنا دودھ پیا ہے اتنا دودھ واپس کر دے یا اس کی قیمت، ایک صاع کھجوریں نہ تو دودھ کی مثل ہیں اور نہ ہی اس کی قیمت۔یہ حدیث قیاس کے بھی خلاف ہے کیونکہ کسی کی کوئی چیز ضائع کر دینے کی صورت میں قیاس یہ ہے کہ یا تو اس کی مثل ادا کی جائے یا ثمن یا قیمت۔ایک صاع کھجور نہ ثمن ہے نہ قیمت اور نہ مثل، ثمن وہ معاوضہ ہے جو بائع اور مشتری کے درمیان طے پائے اور قیمت وہ مالیت جو بازار کے بھاؤ کے حساب سے ہو۔

(الجواہر المضیہ، جلد دوم، صفحہ 418/417)

امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ بکری کے فروخت کے وقت جو دودھ موجود تھا وہ بائع کی ملکیت تھا جب بکری کی بیع منسوخ ہوئی تو اس دودھ کی بیع بھی منسوخ ہو گئی اور چونکہ وہ اس وقت موجود نہیں ہے اس لیے وہ دین ہوا اور اس کے مقابل ایک صاع کھجور خریدار کے ذمہ پر آ گئی وہ بھی دین ہے تو یہ دین کی دین کے ساتھ بیع ہوئی اور وہ بحکم شریعت ممنوع ہے۔حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں؛ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی دین سے بیع کرنے سے منع فرمایا۔

(شرح معانی الآثار، جلد دوم، صفحہ۔227)

کتے کے جوٹھے برتن کا حکم : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو وہ سات مرتبہ دھوئے۔(بخاری و مسلم)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا ان کے نزدیک تین مرتبہ دھونا ہی کافی نہیں۔مذکورہ بالا احادیث پر عمل نہ کرنے کی آپ نے دو وجہیں بیان فرمائیں: یہ حدیث مضطرب ہے کسی روایت میں ہے کہ سات مرتبہ دھوئے اور پہلی مرتبہ مٹی کے ساتھ دھوئے، کسی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ مٹی کے ساتھ دھوئے، کسی روایت میں آخری مرتبہ مٹی کے ساتھ دھونے کا حکم ہے اور ایک روایت میں دوسری مرتبہ مٹی کے ساتھ دھونے کا حکم ہے اس اضطراب کی بنا پر اس حدیث پر عمل نہیں کیا گیا۔

اصولِ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ جب راوی کا خود اپنی روایت کے خلاف عمل ہو تو اس کی روایت کو نہیں بلکہ اس کے عمل کو اپنایا جائے گا۔کیونکہ جس راوی کی عدالت اور دیانت پر اعتماد ہو وہ جب ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہے اور خود اس کے خلاف عمل کرتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ وہ حدیث اس راوی کے نزدیک منسوخ ہے یا اس کے معارض اس سے زیادہ قوی حدیث موجود ہے۔شیخ تقی الدین ابنِ دقیق العید فرماتے ہیں: روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک کتے کے جوٹھے برتن کو تین مرتبہ دھویا جائے گا۔

(الجواہر المضیہ، جلد دوم، صفحہ نمبر 427)

حافظ ابو بکر ابنِ ابی شیبہ کوفی نے اپنی مصنف کے ایک حصہ کا نام ،،کتاب الرد علی ابی حنیفہ،، رکھا ہے اور وہ اس میں ایسی حدیثیں لائے ہیں جو بظاہر امام اعظم ابو حنیفہ کے مذہب کے خلاف ہیں۔علامہ عبد القادر قرشی متوفی اور علامہ قاسم ابن قطلوبغا نے اس کا تفصیلی رد لکھا۔صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس پر تقریظ لکھی وہ فرماتے ہیں: حافظ ابن ابی شیبہ اگر آج ہوتے تو اس تحریر کی ضرور قدر کرتے اور اس کو اپنی مصنف کا جز بناتے یا کتاب الرد کو اپنی مصنف سے خارج کرتے۔

(فقہ الفقہ:335)

سرکار اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی رضی اللہ عنہ نے فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم جلدوں میں فقہ حنفی کو ایسے دلائل و براہین سے بیان کیا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔فتاویٰ رضویہ فقہ حنفی کا وہ دائرۃ المعارف ہے کہ کسی بھی مسئلے پر تفصیلی دلائل اس میں دیکھے جا سکتے ہیں۔مشہور غیر مقلد عالم مولوی نذیر حسین دہلوی نے شافعیہ کی تقلید میں یہ فتویٰ دیا کہ سفر کی حالت میں بغیر عذر کے دو نمازیں ایک نماز کے وقت میں پڑھی جا سکتی ہیں۔اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں سوا سو صفحات کا ایک رسالہ ،،حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین،، تحریر فرمایا اور اس رسالہ میں حدیثِ پاک کی روشنی میں مذہب حنفی کو بیان کیا اس رسالے میں حدیث سے متعلق محدثانہ ابحاث کو دیکھ کر بڑے بڑے محدث انگشت بدنداں رہ گئے۔قاری عبد الرحمٰن پانی پتی اور مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا کہ نماز تراویح میں سورہ برات کے علاوہ ہر سورت کے ساتھ بسم اللہ شریف کا بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے ورنہ ختم مکمل نہ ہوگا۔**(باقی ص:51 پر)**

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کر سکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتی اشرفیہ
محمد نظام الدین رضوی
کے قلم سے

مہر کی مقدار اور مہر فاطمی کی وضاحت

(1)-آج کل شہر ہو یا دیہات غیر عالم نکاح خواں ہوتے ہیں، عوام کے کہنے پر پانچ سو اکیاون (551) یا سات سو چھیاسی (786) روپیہ مہر رکھتے ہیں اور اس پر بضد رہتے ہیں کہ ہم یہی مہر رکھیں گے اور کہتے ہیں کہ ایک زمانے سے یہی مہر چلا آرہا ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ اس دور میں کتنے روپے میں مہر رکھی جائے جو مہر شرعی کہلائے؟

(2)- مہر فاطمی کی بھی وضاحت فرمادیں کہ وہ آج کے دور میں کتنی مہر بنتی ہے۔ فقط والسلام۔

الجواب: (1)-کم سے کم مہر کی مقدار 10/ درہم ہے۔ یعنی 32/ گرام 659 ملی گرام چاندی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے دس درہم کا وزن 2 تولے ساڑھے سات ماشے چاندی لکھا ہے

(دیکھیے فتاویٰ رضویہ ص:328 ج:5، سنی دار الاشاعت)

دو سو درہم چاندی کے انگریزی روپے سے 56 روپے ہوتے ہیں اور تولے سے "5212 تولے" اس حساب سے دس درہم کے دو روپے اسی پیسے انگریزی ہوئے اور بہر حال اس کا وزن گرام سے وہی ہوا جو اوپر مذکور ہے۔ 5/ اکتوبر 2011ء کو چاندی کا ریٹ 50800 روپے فی کلو تھا اس حساب سے 32/ گرام 659/ ملی گرام کے (1659.08) ایک ہزار چھ سو انسٹھ روپے آٹھ پیسے ہوئے۔ اب اگر کوئی اس سے کم مہر مقرر کرے تو بھی اس کے ذمہ کم سے کم 32 گرام 659 ملی گرام چاندی یا اس کا دام ضرور واجب ہوگا اور اس پر فرض ہوگا کہ اتنی چاندی یا اس کا دام ضرور ادا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(2)- مہر فاطمی دو طرح کا ہے، مہر معجل جو وقت ملاقات پیشگی دیا گیا اور مہر مقرر جس پر عقد نکاح واقع ہوا۔

مہر معجل 480 درہم تھا، یعنی انگریزی روپے سے (134.40) ایک سو چونتیس روپے چالیس پیسے اور رائج وزن سے ایک کلو 667 گرام 641 ملی گرام چاندی۔ اور چاندی کے موجودہ ریٹ سے اناسی ہزار چھ سو چھتیس روپے سولہ پیسے (79636ء16)۔

مہر مقرر چار سو مثقال چاندی یعنی ایک سو ساٹھ روپے انگریزی اور رائج وزن سے ایک کلو 866/ گرام 240/ ملی گرام چاندی۔ 5/ اکتوبر کے چاندی کے ریٹ سے چورانوے ہزار آٹھ سو چار (94804) روپے ننانوے پیسے۔

مہر زیادہ سے زیادہ جتنا چاہیں مقرر کر سکتے ہیں، شریعت میں اس کی کوئی حد نہیں، قرآن حکیم میں اس کے لیے "قنطار" کا لفظ وارد ہے جس کا معنی ہے "مال کثیر" اور مالِ کثیر کا اطلاق کروڑوں پر بھی ہو سکتا ہے۔ علمائے کرام لوگوں کی ذہن سازی کر کے مہر کی مقدار زیادہ سے زیادہ بڑھانے کی کوشش کریں۔ اور روپے کے بجائے چاندی یا سونے کی خاص مقدار مقرر کریں تاکہ عورتوں کا خسارہ نہ ہو۔ اس سے طلاق کی کثرت پر بھی انشاء اللہ روک لگے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مزارات پر عورتوں کی حاضری کا حکم

(1) - اولیائے کرام مثلاً غازی میاں بہرائچ شریف، خواجہ صاحب اجمیر شریف اور مخدوم صاحب کچھوچھہ شریف علیہم الرحمہ کے مزارات پر عورتوں کا جانا جائز ہے یا ناجائز، قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں۔

(2)-بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورتوں کے مزار پر جانے سے شفا ملتی ہے اور مرادیں حاصل ہوتی ہیں۔ بھوت پریت وغیرہ چھوٹ جاتے ہیں، یہاں تک کہ برہنہ سر حضرت مخدوم کے مزار پر چالیس دن چلہ کرتی ہیں، کیا ان امور کے لیے مزارات پر جانے کی اجازت ہے؟

(3)- مزارات پر عورتوں کی حاضری کو منع کرنے کے لیے فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ 162 تا 176 اور فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم ص:529، بہار شریعت جلد چہارم، نظام شریعت ص:362 اور دیگر اکابر علما و اولیا کے فتاویٰ و اقوال کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ مگر بعض لوگ اسے نہیں مانتے اور اپنی ضد پر قائم رہتے ہیں۔ اپنی عورتوں کو

مزار پر بھیجتے ہیں یا جانے کی زبردست وکالت کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے، خدا کے واسطے شریعت کا حکم صاف سیدھے الفاظ میں بیان فرمائیں تاکہ عوام کو اس سے مطلع کیا جاسکے اور جن کے دلوں میں خوفِ خدا ہے وہ شریعت کے احکام پر عمل کرکے خدا اور رسول کے غضب سے بچیں۔

الجواب: (1)- ناجائز ہے اس میں عام طور سے اجنبی مردوں اور عورتوں کا باہم اختلاط نیز بے حجابانہ ایک دوسرے کے سامنے ہونا، یہاں تک کہ بہت سے مقامات پر ایک دوسرے کے بدن کو چھونا بلکہ دھکا لگنا بھی پایا جاتا ہے۔ جو شرعاً ناجائز و گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(2)- مزارات پر یا کہیں بھی عورتوں کو حاضر ہوکر مردوں کے سامنے برہنہ ہونا اور جھومنا ناجائز ہے۔ اس سے اجتناب واجب ہے۔ مردوں پر واجب ہے کہ عورتوں کو ہرگز ہرگز ایسی جگہوں پر نہ لے جائیں، بلکہ سمجھا بجھا کر روکیں۔ واقعی علاج مقصود ہے تو دیار اولیا اللہ میں مزارات سے کافی فاصلے پر جہاں اختلاط وغیرہ ممنوعات کا ارتکاب نہ ہو کسی مکان یا محفوظ کمرہ میں قیام کرکے بوسیلۂ شفا کی دعا کریں اور مخصوص وظائف میں نماز کی پابندی کے ساتھ مشغول ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(3)- ان کو نرمی کے ساتھ سمجھائیں اور حسن موعظت کے ساتھ اتباعِ شریعت کے لیے راغب کریں۔ ارشاد باری ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ.

ان کا حکم فتاویٰ رضویہ وغیرہ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ وہ نہیں مانتے تو آپ مانیے، کیا وہ حکم آپ کے اطمینان کے لیے کافی نہیں اور بہر حال جواب 1 / 2 میں ان سب کا حکم ہے۔ گناہ کے کام کی وکالت کرنا بھی گناہ ہے، مگر آپ کی ذمہ داری صرف اتنے سے ہی پوری نہ ہوگی بلکہ اس کے ساتھ وہ بھی کرنا ہوگا جو اوپر مذکور ہوا۔ حدیث میں ہے:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِه.

نیز ارشاد رسالت ہے:

فان لم يستطع فبلسانه. والله تعالیٰ اعلم.

مجبوری میں داڑھی منڈانے کی اجازت

بعض امراض کی سرجری میں ڈاکٹر چہرے کے بال صاف کرنے کی لازمی ہدایات دیتے ہیں۔ جدید فن جراحت کے مطابق بال تراشنا یا داڑھی منڈوانا چہرے کی سرجری یا منہ کی سرجری (Moxitotacial Surgery) میں ضروری ہو سکتا ہے اس لیے کہ بغیر بال صاف کیے (Patpraprе) سرجری کرنا ممکن نہیں۔ چہرہ کے بعض جراثیمی بیماریوں مثلاً Boik, Abscess and Collilitsl وغیرہ میں بھی چہرے کا بال صاف کرنا پڑ سکتا ہے۔ تو کیا اس طرح کی مجبوری میں داڑھی منڈانے کی اجازت ہے؟

الجواب: چہرے یا گال یا منہ کی سرجری اگر جمال کے لیے نہ ہو، بلکہ کسی بیماری مثلاً کینسر وغیرہ کے علاج کے لیے ہو اور بغیر داڑھی منڈائے یہ سرجری ممکن نہ ہو یا انفیکشن کا صحیح اندیشہ ہو تو وجہِ مجبوری بقدرِ ضرورت داڑھی کے بال صاف کرنے کی اجازت ہوگی۔ داڑھی منڈانا بالاتفاق خلافِ سنت ہے مگر ناجائز و گناہ بھی ہے یا نہیں یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ ہمارے فقہائے حنفیہ اسے ناجائز و گناہ قرار دیتے ہیں اور فقہائے شافعیہ مباح۔ اس اختلاف کے باعث حرمت میں یک گونہ تخفیف پہلے ہی سے تھی اور اب مجبوری کی صورت میں دفع حرج کے لیے حرمت ہی ختم ہوگئی۔ فقہا فرماتے ہیں:

المشقة تجلب التيسير. والله تعالیٰ اعلم.

بینک سے ملنے والی اضافی رقم مدارس اور غربا کو دینا کیسا ہے؟

زید کا گورنمنٹ بینک میں کھاتا ہے، زید کو بینک سے جو زائد رقم سود کی شکل میں ملتی ہے، وہ رقم زید دینی مدرسوں اور غریبوں کو دے سکتا ہے کہ نہیں برائے کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، عین کرم ہوگا۔ فقط والسلام

الجواب: حکومت ہند کے بینکوں میں روپے جمع کرنے پر جو زائد رقم ملتی ہے وہ سود نہیں بلکہ ایک پاک اور حلال مال ہے، اسے سود سمجھنا غلط ہے، اس لیے وہی زائد رقم ضرور لے لیں، اور اس سے دینی مدارس اور محتاج مسلمانوں کی مدد کریں، یہ افضل ہے، اور چاہیں تو اپنے نجی امور میں بھی صرف کر سکتے ہیں، یہ جائز ہے، اس مسئلے کی پوری تحقیق میری کتاب "جدید بینک کاری اور اسلام" میں ہے، دلیل اور تحقیق کے لیے اسے پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

***

فکر امروز

قادیانیت کے بڑھتے قدم

خدشات وخطرات کے سدباب کے لیے دس نکاتی پروگرام

محسن رضا ضیائی

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ قادیانیت کا جنم ہندوستان میں ہی ہوا ہے، لیکن اسے یہاں پھلنے اور پھولنے کا بہت کم موقع میسر آیا ہے۔ جب اس تحریک کا آغاز ہوا تو اسی وقت غیر منقسم ہندوستان کے اکابر علمائے اہل سنت اس کے بڑھتے گمراہ کن قدموں کے آگے سدِ سکندری ثابت ہوئے اور اپنی تحریر وتقریر، سیاست و قانون اور عدالت غرض کہ ہر میدان میں اسے شکستِ فاش دی اور اس کے دجل و فریب کو لوگوں کے سامنے واشگاف و آشکار کیا۔ لیکن وقت اور حالات کے بدلنے کے ساتھ ساتھ اِس تحریک کو اسلام مخالف طاقتوں کا تعاون ملتا رہا اور وہ رفتہ رفتہ دنیا بھر میں پھیلتی چلی گئیں۔

آج حال یہ ہے کہ قادیانیت طاغوتی طاقتوں کے بل پر پوری دنیا میں اپنی پوزیشن مستحکم کرچکی ہے اور اسلام کے خلاف محاذ آرائی کرتے دکھائی دے رہی ہے۔ اس کے لیے اسے اسلام دشمن طاقتوں سے نصرت وحمایت بھی مل رہی ہے، جس کے نتیجہ میں یہ تحریک معاشی، سیاسی اور حکومتی سطح پر خوب پروان چڑھ رہی ہے۔ حالاں کہ دیکھا جائے تو کئی سارے ایسے ممالک ہیں، جہاں اِس تحریک پر پابندیاں عائد ہیں، باوجود اس کے یہ بڑی تیزی سے دنیا کے نقشے پر اُبھر رہی ہے۔

ہمارے ملکِ ہندوستان میں تو اس تحریک کو جہاں حکومت کی پشت وپناہی حاصل ہورہی ہے، وہیں میڈیا کی مکمل حمایت بھی مل رہی ہے۔ حکومتِ ہند قادیانیوں کو مسلمان قرار دینے اور انہیں مسلمانوں کے برابر حقوق و مراعات فراہم کرنے کے لیے بہت زیادہ ایڑی چوٹی کا زور صرف کررہی ہے۔

حال ہی میں قادیانی جماعت کو لے کر وقف بورڈ آف آندھیرا پردیش کی ایک قرار داد پر کافی تنازع پیدا ہو گیا اور پھر یہ پورا قضیہ وہاں کی ہائی کورٹ پہنچا، جس کے بعد مرکزی حکومت قادیانیوں کی حمایت میں آگے آئی اور انہیں غیر مسلم ماننے سے انکار کردیا۔ ہندوستان کے معروف اخبار انڈین ایکس پریس کی 26/ جولائی کی خبر کے مطابق آندھرا پردیش کے وقف بورڈ نے فروری 2012ء کے ایک پرانے فتوے کی بنیاد پر ایک قرار داد منظور کی، جس میں ریاست کے قاضیوں سے کہا گیا تھا کہ وہ قادیانی برادری کے لوگوں کا نکاح نہ پڑھائیں کیوں کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اس فتوے کو قادیانی برادری نے ہائی کورٹ میں چیلنج کیا تھا اور عدالت نے اس قرارداد کو معطل کر دیا تھا۔ اسی قرارداد کی بنیاد پر وقف بورڈ نے حال ہی میں قادیانی برادری کو غیر مسلم اور کافر قرار دیتے ہوئے وقف کی املاک سے قادیانی برادری کی املاک کو معطل کر دیا اور ریاستی حکومت سے کہا کہ وہ قادیانی برادری کی املاک کو براہ راست اپنے زیر انتظام لیں۔

آندھیرا پردیش وقف بورڈ کے اِس اقدام سے حکومت اس طرح بوکھلائی کہ وقف بورڈ پر برہم بھی ہوئی اور اس حوالے سے آندھیرا پردیش کے چیف سیکریٹری سے جواب بھی طلب کیا۔ ہندوستان میں قادیانیت کے اس طرح بڑھتے قدم خوش آئند نہیں ہیں، بلکہ یہ آنے والے وقت میں بہت بڑا چیلنج ثابت ہوسکتے ہیں۔ کیوں کہ اسے یہاں حکومت کا مکمل تعاون مل رہا ہے۔ مرکزی وزرا اس بات پر پورا زور صرف کررہے ہیں کہ قادیانی بھی مسلمان ہیں، وہ کافر یا غیر مسلم نہیں ہیں۔ 22/ جولائی کے انڈین ایکس پریس اخبار کے مطابق مرکزی وزیر اسمرتی ایرانی نے قادیانیوں کو نا صرف مسلمان قرار دیا، بلکہ اس کے لیے ہندوستانی آئین ودستور کا حوالہ بھی دیا۔ اسی طرح زعفرانی پارٹی کے سابق مرکزی وزیر مختار عباس نقوی نے بھی 4 / جون 2020ء کو قادیانیوں کی پیروی کرتے ہوئے کچھ اس طرح بیان دیا تھا:

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کوئی ملک انہیں مسلمان مانتا ہے یا نہیں۔ جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے وہ مسلمان ہیں“۔

یہ بات بہت زیادہ قابلِ غور وخوض ہے کہ جس طرح حکومتِ ہند قادیانیوں کو مسلمان کا درجہ دے رہی ہے، اس سے مسلمانوں کے لیے بہت سے مسائل کھڑے ہوسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمارے کچھ

استاذ: شعبۂ اردو وفارسی (دی دکن مسلم انسٹی ٹیوٹ، کیمپ، پونہ)

خدشات ہیں، جو نذرِ قارئین ہیں:

(1) حکومت قادیانیوں کو مسلمان کا درجہ دے کر وقف کی جائدادوں میں شامل کر سکتی ہے۔

(2) ہمارے قبرستانوں، مسجدوں، عید گاہوں اور درگاہوں میں آنے کی کھلی چھوٹ دے سکتی ہے۔

(3) ممکن ہے کہ جس طرح مسلم وقف بورڈ اور شیعہ وقف بورڈ ہے، حکومت ان کے لیے بھی اسی طرح کا کوئی اقدام کرے۔

(4) آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور آل انڈیا شیعہ بورڈ کی طرز پر آل انڈیا احمدیہ بورڈ کی تشکیل عمل میں آئے۔

(5) انہیں حکومت میں باوقار عہدے دے کر مسلمانوں پر مسلط کر دے، جیسے وقف، تعلیم اور بھی دیگر اقلیتی امور کے عہدے ہیں، جن پر براجمان کر دے۔

(6) انہیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کرے، جس طرح انگریزوں نے کیا تھا اور مسلمانوں کو کئی سارے مسائل و حالات سے دوچار کیا تھا۔

یہ چند خدشات و خطرات ہیں، جن کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے، کیوں کہ مرکز میں زعفرانی پارٹی برسرِ اقتدار ہے، وہ مسلمانوں کو مزید اختلافات و انتشارات کی آگ میں جھلسا کر اور انہیں تعلیمی، معاشی، سیاسی اور مذہبی طور پر کمزور کر کے سیاسی فائدہ حاصل کر سکتی ہے۔ ماضی اور حالیہ کچھ سالوں میں حکومت نے چند شیعہ افراد کو معزز ترین عہدوں پر بٹھا کر مسلمانوں کا جس طرح سیاسی اور مذہبی استحصال کیا ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے سامنے بہت سے شواہد و امثال بھی ہیں، جن سے حکومت کی ناپاک حرکتوں اور مسلمانوں کے تئیں نفرتوں کا بہ خوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

لہٰذا ہندوستان کے علما اور دانشوران کو آگے آکر اس کے حل کی کوئی صورت و ترکیب نکالنا چاہیے اور وقت رہتے کوئی لائحۂ عمل تیار کرنا چاہیے تاکہ ہندوستانی مسلمانوں پر اس طرح کے مصائب و حالات پیش نہ آئیں۔ کوشش تو یہی کرنا چاہیے کہ جس طرح پاکستان، سعودی، انڈونیشیاں اور دیگر ممالک میں قادیانیوں پر مذہبی پابندیاں عائد ہیں، یہاں بھی اس طرح کی پابندیاں نافذ ہونی چاہیے۔

اس کے لیے سب سے اہم کام یہ ہے کہ ہمارے علما اور دانشوران کا ایک وفد حکومتی عہدہ داران سے ملاقات کریں، انہیں قادیانیوں کے عقائد و نظریات سے مطلع کریں اور ساتھ ہی ساتھ انہیں بتائیں کہ یہ ہمارے آخری نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے ہیں۔ اس جماعت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو آخری نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے اور ہم مسلمانوں کا یہ ایمان و عقیدہ ہے کہ جو ختمِ نبوت کا انکار کرے یا نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ کسی بھی لحاظ سے مومن و مسلمان نہیں رہتا ہے۔

اسی طرح انہیں یہ بھی باور کرائیں کہ ہمارا ملک گنگا جمنی تہذیب کا گہوارہ ہے، یہاں ہر ذات پات، مذہب و ملت اور فرقے کے لوگ بستے ہیں، جو ایک دوسرے کے مذہب کا بڑا احترام و اکرام کرتے ہیں۔ لیکن قادیانی ایک ایسا فرقہ ہے، جس نے پیغمبرِ اسلام ﷺ کی شان میں تو گستاخی کیا ہے، اسی کے ساتھ ساتھ عیسائی دھرم کے مذہبی جذبات و احساسات کے ساتھ بھی کھلواڑ کیا ہے اور حضرت عیسیٰ مسیح علیہ الصلوۃ والسلام، جو عیسائیوں کے نزدیک سب سے مقدس سمجھے جاتے ہیں اور ان ہی پر عیسائی مذہب کی بنیادیں قائم ہیں، ان کی شانِ اقدس میں زبان درازیاں، منہ بھر گالیاں اور من چاہی گستاخیاں کیا ہے۔ اب ایسے فرقہ کو ہمارے ملک میں پناہ دینا یا اس کی حمایت کرنا یہاں کے لوگوں کے مذہبی جذبات کو مجروح و مخدوش کرنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا حکومت ہند یا تو انہیں غیر مسلم قرار دے یا پھر ان پر دیگر ممالک کی طرح مذہبی پابندیاں عائد کرے، اسی میں ہمارے ملک کی سالمیت کا تحفظ و بقا ہے۔

اب اگر ہندوستانی مسلمان مکمل سعی و کوشش کریں اور اس سلسلے میں مستعدی اور بیدار مغزی دکھائیں تو یقیناً اِس ملک میں بھی دیگر ممالک کی طرح اقدامات کیے جاسکتے ہیں۔

اخیر میں عرض یہ ہے کہ قادیانیت پوری دنیا میں کس قدر سرعت و تیزی کے ساتھ اپنے بال و پر پھیلا رہی ہے۔ خاص طور سے سرزمین ہندوستان میں اس کا نیٹ ورک کافی کام کر رہا ہے، جس کی زد میں عام و خاص دونوں طرح کے لوگ آرہے ہیں۔ سادہ لوح لوگوں کو دولت و ثروت اور اپنی جھوٹ پر مبنی باتوں سے ان کے ایمان و عقیدے کو خرید کر انہیں قادیانی بنایا جارہا ہے اور اسکول، کالج اور یونی ورسٹی کے طلبہ اور اساتذہ کو اپنے کتب و رسائل اور لٹریچر کے ذریعے متاثر کر کے انہیں بھی بہ آسانی مرتد اور قادیانی بنانے کا کھیل بہت ہی تیزی کے ساتھ کھیلا جارہا ہے۔ ایسے ہی غیر مسلموں میں اپنے کتب و رسائل اور لٹریچر مفت تقسیم کر کے ان کی عنانِ توجہ اپنی جانب

منعطف کرائی جارہی ہے۔ سب سے بڑا کام یہ کہ وہ حکومت اور میڈیا میں اپنی پکڑ مضبوط بنا رہے ہیں، جس سے ان کی آگے کی راہیں آسان ہو سکیں۔ گویا قادیانی ہندوستان میں اپنی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لیے ہر ممکنہ کوشش و تدبیر کر رہے ہیں۔ اس کے لیے وہ بے تحاشہ دولت و ثروت اور اثر و رسوخ کا بھی استعمال کر رہے ہیں۔

ایسے ہی آج حکومت وقت بھی قادیانیوں کو اپنے یہاں پر نہ صرف پناہ دے رہی ہے، بلکہ انہیں اپنے عقائد و نظریات کی تشہیر و ترسیل کی کھلی چھوٹ دے رہی ہے۔ ملک کی بدنامِ زمانہ میڈیا بھی اسلام کو در پردہ بدنام کرنے اور اس کی تعلیمات کو زک پہنچانے کی خاطر قادیانیوں کا سہارا لے رہا ہے۔ غرض کہ قادیانی ہر جہت اور ہر طریقے سے اسلام اور مسلمانوں کے لیے ایک ناسور اور زہر ہلاہل ثابت ہو رہے ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ اس فتنے کی روک تھام اور انسداد کے لیے جلد ہی سخت اقدامات کیے جائیں، تاکہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے اور مزید کوئی خطرہ اور مہرہ نہ بن سکے۔

اگر اس فتنے کی ابھی روک تھام نہیں کی گئی تو نہ جانے اس کی زد میں کتنے ہی ہزار مسلمانوں کے ایمان و عقائد آکر تباہ و برباد ہو جائیں گے، جنہیں بعد میں بچانا بے حد مشکل ہو جائے گا۔

فتنۂ قادیانیت کے انسداد و سدباب کے لیے چند اقدامات موئثر اور بہتر ثابت ہو سکتے ہیں، جنہیں ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں، امید واثق ہے کہ انہیں روبۂ عمل لانے کی سعی پیہم کی جائے گی۔

(1) علما اور محققین کی ایک ایسی ٹیم تیار کی جائے، جو عالمی سطح پر قادیانیوں کی تمام تبلیغی، سیاسی اور تحریری سرگرمیوں اور کارکردگیوں پر گہری نظر رکھ سکے اور علمی و تحقیقی انداز و اسلوب میں ان کا معقول جواب دے سکے۔

(2) علما و ائمہ اور اہلِ سنت کے سبھی ذمہ داران انہیں اپنے علاقوں میں گھسنے اور پنپنے نہ دیں۔ اس کے لیے علما و ائمہ کرام اپنے خطباتِ جمعہ میں ان کے فاسد عقائد و نظریات سے عوام کو آگاہ کریں اور عوام میں اس حوالے سے بیداری لائیں۔

(3) اسکول، کالج اور یونی ورسٹی میں قادیانیوں کی جتنی بھی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، انہیں نصاب سے خارج کرنے کے لیے پُر زور مہم چلائیں۔

(4) مدارس، مکاتیب اور سبھی دینی اداروں میں ختمِ نبوت پر مشتمل اہلِ سنت و جماعت کے کسی بڑے عالم دین کی کوئی ترتیب کردہ کتاب کو شاملِ نصاب کیا جائے۔ خاص طور سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محقق بریلوی علیہ الرحمہ کے تحفظ ختم نبوت پر مشتمل جو علمی، تحقیقی اور تدقیقی رسائل ہیں، انہیں ترجمہ و تخریج کر کے شامل نصاب کیا جائے۔ اس کے علاوہ تحفظ ختم نبوت اور ردِ فتنۂ قادیانیت پر کوئز، پمفلٹ اور اشتہارات بھی شائع کیے جائیں۔

(5) ختمِ نبوت پر جگہ جگہ کانفرنس اور سیمینار کا انعقاد عمل میں لایا جائے۔

(6) ختم نبوت کے موضوع پر اکابر اہلِ سنت کی لکھی ہوئی کتابوں کو سہل زبان، آسان اسلوب اور نت نئے رنگ و آہنگ کے ساتھ مروجہ زبانوں میں منظرِ عام پر لایا جائے۔

(7) انٹرنیٹ سائٹس اور سوشل میڈیا پر ختمِ نبوت کے موضوع پر مروجہ زبانوں میں مواد اپلوڈ کیا جائے، جو یقیناً دنیا بھر کے سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ یوزرس کے لیے ہدایت و رہنمائی کا باعث بنے گا۔

(8) اخبارات اور رسائل و جرائد میں اس موضوع پر مقالات و مضامین شائع کیے جائیں۔ مزید یہ کہ اس پر خصوصی ضمیمات اور نمبرات بھی نکالیں جائیں۔

(9) اسلامی ٹیلی ویژن چینل پر اس گراں بہا موضوع پر مکالمے، مباحثے اور سنجیدہ پروگرامات نشر کیے جائیں، جس سے ناظرین کو ختم نبوت سمجھنے میں قدرے آسانی ہوگی اور وہ قادیانیت کے مکر و فریب اور شرور و فتن سے محفوظ رہ سکیں گے۔

(10) مدرسوں، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اس موضوع پر مقابلہ جاتی اور مقالہ جاتی پروگرامات منعقد کیے جائیں، جس سے طلبا اور اساتذہ کو ختم نبوت کے مسائل اور عقائد کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی اور ان جگہوں سے قادیانیت دُم دبا کر بھاگے گی۔

ہم نے یہاں دس نکات پیش کیے ہیں، جو یقیناً تحفظِ ختمِ نبوت اور اِنسدادِ قادیانیت کے لیے بہت ہی اہم اور ممد و معاون ثابت ہوں گے۔

قادیانیت پر قدغن لگانے کے لیے تدبر و حکمت، مصلحت و ملائمت اور حسنِ موعظت سے کام لینا ضروری ہے۔ کیوں کہ قادیانیت کا نیٹ ورک حکومت و میڈیا سے لے کر پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قادیانیت کے فتنے سے محفوظ رکھے اور ہمارے دلوں میں حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی محبت و عقیدت جاں گزیں فرمائے۔ آمین۔ ❊❊❊❊

عصمتِ انبیاء علیہم السلام

علامہ احمد سعید کاظمی

حامدًا و مصليًا و مسلمًا

قطع نظر دیگر خصوصیات و کمالات نبوت کے اتنی بات تو ہر اس شخص کے نزدیک مسلّمات سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کسی کتاب اور دینِ سماوی پر اعتقاد رکھتا ہے کہ انبیاعلیہم السلام خدا تعالیٰ کے پیغامبر اور اس کے احکام کے مبلغ ہوتے ہیں جن کا کام لوگوں کو راہِ ہدایت دکھانا اور نجات اخروی کے طریقے بتانا ہے عقل و انصاف کی روشنی میں اتنی ہی بات ان کی معصومیت تسلیم کرنے کے لیے کافی ہے۔

مگر انتہائی افسوس و تعجب ان اہلِ کتاب پر ہے جنھوں نے نبیوں کو ہی مان کر ان کے متعلق ایسے ناپاک من گھڑت قصے وضع کیے اور حیا سوز بہتان تراشے جنھیں سن کر انسانیت شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہے اور ایک انتہائی گنہگار آدمی بھی ان کے تصور سے نفرت کرنے لگتا ہے۔

مثال کے طور پر سیدنا لوط علیہ السلام کا ان کی صاحبزادیوں سے متعلق وہ شرمناک واقعہ جو بائبل میں مرقوم ہے سامنے رکھ لیجیے کیا اجازت نہیں دیتی کہ وہ الفاظ نقل کیے جائیں۔ ناظرین کرام! اگر تصحیح نقل کے لیے اصل عبارت دیکھنے کے خواہش مند ہوں تو پیدائش باب: 19، آیت: 30 تا 28 / بائبل، صفحہ: 10 / پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اس کے جواب میں عیسائیوں کا یہ کہنا کہ سب کچھ لوط علیہ السلام کی لاعلمی میں ہوا ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ ان افعال کی نوعیت ایسی ہے جو اللہ کے نبی کی شان کے لائق کسی حال میں نہیں ہو سکتی۔ یہ بے حیائی عام آدمی کے لیے بھی سخت ذلت و رسوائی کا موجب ہے چہ جائیکہ ایک نبی کے لیے اس کا ارتکاب تسلیم کیا جائے ایسی لاعلمی انبیاعلیہ السلام کے منصب نبوت کے پیش نظر عقل سلیم ایک آن کے لیے بھی ان کے حق میں ممکن تسلیم نہیں کرتی۔ خدا کا نبی خدائے قدوس کی طرف سے نورِ نبوت کی وہ روشنی اور بصیرت لے کر آتا ہے جس کے ہوتے ہوئے اس قسم کی لاعلمی اس کے حق میں ممکن نہیں بلکہ ایسی حالت کا اس پر طاری ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ اس لاعلمی کے حال میں نبی نورِ نبوت سے محروم ہو جائے یعنی اس وقت وہ نبی نہ رہے حالاں کہ نبوت ایسی صفت نہیں کہ کسی نبی میں کبھی ہوا ہو کبھی نہ ہو۔ نبی ہر وقت نبی ہوتا ہے اور نورِ نبوت اس سے کسی حال میں سلب نہیں کیا جاتا۔ ایسی صورت میں لاعلمی کا عذر پیش کرنا بجائے........ دلیل ہے۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ نبوت و رسالت کے کسی کمال کی تکمیل اور اس کے ظہور کے لیے یا اللہ تعالیٰ کی کسی دوسری حکمت کے پورا ہونے کی بنا پر کسی وقت خاص میں نبی پر کسی صفت محمودہ جیسے رحم و کرم، شفقت و رافت کے حال کا غلبہ ہو جائے اور اس کے باعث تھوڑے سے وقت کے لیے نبی پر ہلکا سا عدم التفات یا نسیان طاری ہو جائے تاکہ اس حال میں کمالِ نبوت کی تکمیل و ظہور ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کی وہ حکمت جس کا پورا ہونا اسی حالت عدم التفات پر موقوف رکھا گیا تھا پوری ہو جائے جس کی مثالیں بکثرت انبیاعلیہم السلام کے بے شمار واقعات کے ضمن میں قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔

مثلاً آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے دوسرے نبیوں بالخصوص آقائے نامدار، تاجدار مدنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت پاک میں اس قسم کے بہت سے واقعات پائے جاتے ہیں جو اہلِ علم سے مخفی نہیں، لیکن ان میں سے کوئی واقعہ ایسا نہیں جو کسی لحاظ سے بھی منصب نبوت کے منافی ہو بلکہ ان سب کی نوعیت یہ ہے کہ ان سے کمالاتِ نبوت کا ظہور اور اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کی تکمیل وابستہ ہے۔

اہل کتاب کے نزدیک منصب نبوت کے بارے میں شرمناک تصور کی ایک جھلک ہم ناظرین کرام کے سامنے بائبل کے حوالہ سے پیش کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق جو اخلاق سوز واقعات اہلِ کتاب کے یہاں پائے جاتے ہیں ان کا تفصیلی بیان ہمارے لیے ناممکن ہے۔ اہلِ علم

حضرات سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ بعض اہلِ اسلام ناقلین و مورخین نے بھی اپنی سادہ لوحی کی بنا پر وہ بعض حکایات نقل کر دیں جو انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی عظمت اور منصب نبوت کے منافی ہیں۔ متاخرین علما نے جب انھیں کتاب و سنت اور عقل سلیم کی روشنی میں پرکھا اور ان کی چھان بین کی تو ان پر یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوگئی کہ یہ سب حکایات و روایات محض بے اصل ہیں اور اہلِ کتاب کے افتراء اور بہتان کے سوا ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں اور ان کے علاوہ دیگر مفسرین کرام نے اپنی تصانیف جلیلہ میں ان کا رد و ابطال فرمایا جیسا کہ تفسیر کبیر وغیرہ میں جابجا اس کی تصریحات موجود ہیں لیکن ان بعض اہلِ علم مصنفین پر انتہائی افسوس ہے جنھوں نے اس قسم کی بے سروپا روایات سے متاثر ہو کر عصمت انبیا علیہم السلام کا انکار کر دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ انھوں نے عصمتِ نبوت کے خلاف دلائل قائم کرنے کی مذموم کوشش کی۔ انشاء اللہ ہم آگے چل کر ان کے جوابات ہدیۂ ناظرین کریں گے۔ غالبًا انھوں نے سمجھا کہ بائیبل آسمانی کتاب اور آسمانی میں تحریف نہیں ہو سکتی حالاں کہ یہ خصوصیت صرف قرآن مجید کو حاصل ہے کہ اس میں تحریف کلمات ممکن نہیں اسی لیے اس کے نظم کو بھی معجزہ قرار دیا گیا اور ”فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ“ فرما کر اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا کہ قرآن مجید یا کلامِ الٰہی ہے جس کا کوئی حصہ الگ کر کے غیر اللہ کے کلام کا پیوند اس میں نہیں لگایا جا سکتا۔ اور تورات و انجیل کے متعلق صاف صاف ارشاد فرما دیا کہ: ”یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ“ مختصر یہ کہ قرآن کا معجزہ ہونا جن بے شمار حکمتوں کا حامل ہے ان میں ایک عظیم الشان حکمت یہ بھی ہے کہ الفاظ قرآن میں تحریف کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے کیوں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جن پر قرآن مجید نازل ہوا خاتم النبیین ہیں۔ اگر آپ کی لائی ہوئی کتاب کے الفاظ میں بھی تحریف ہو جائے تو اس کے ازالہ کے لیے کسی نبی کی بعثت ضروری قرار پائے گی جو ختمِ نبوت کے منافی ہے۔

چوں کہ اس وقت ہمارا موضوع عصمتِ انبیا ہے اس لیے ہم اس مسئلہ کو یہاں زیادہ طول نہیں دینا چاہتے۔

دین سماوی کا وجود عصمت نبوت پر موقوف ہے:

جب یہ حقیقت ناقابلِ انکار ہے کہ آسمانی دین صرف انبیا علیہم السلام کے واسطہ سے نازل ہوا ہے تو عصمتِ نبوت سے بھی مجال انکار باقی نہیں رہتی کیوں کہ جو شخص کج رد ہوتا ہے وہ خود صراطِ مستقیم پر قائم نہیں رہتا چہ جائے کہ دوسروں کو خدا کے دین اور صراطِ مستقیم کی طرف بلائے۔

عصمت نبوت کا عقیدہ اسلام کی خصوصیت ہے:

یہ صرف اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس نے انبیا علیہم السلام کے دامنِ نبوت کو ان تمام عیوب و نقائص اور ذمائم و قبائح سے پاک قرار دیا جو عظمت نبوت کے منافی ہیں۔ اسلام کے سوا کسی دین میں عصمتِ نبوت کا عقیدہ نہیں پایا جاتا۔

اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ ہمارا موضوع ہے عصمۃ أنبیاء علیہم السلام جس کے معنیٰ ہیں نبیوں کی عصمت، لہٰذا اہم نبی اور عصمت دونوں کے معنیٰ پر روشنی ڈالتے ہیں تاکہ ناظرین کرام اصل موضوع کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔

نبی:

لفظ ”نبی“ منقول عرفی ہے یعنی اسے لغت سے عرف شرع میں نقل کیا گیا ہے پہلے ہم لفظ نبی کے لغوی معنیٰ بیان کرتے ہیں جس کے ضمن میں اس کے ماخذ (نبوۃ) کے معنیٰ پر بھی روشنی پڑ جائے گی۔ کیوں کہ مشتق میں اس کے ماخذ کے معنیٰ کا پایا جانا ضروری ہے۔

لفظ نبی کے معنیٰ:

نبی کے معنیٰ: (1)-(مخبر یعنی خبر دینے والا)، (2)-(مخبر یعنی خبر دیا ہوا)، (3)- طریق واضح، (4)- ایک جگہ سے دوسری جگہ نکلنے والا، (5)- ایک جگہ سے دوسری جگہ نکالا ہوا، (6)- پوشیدہ اور ہلکی آواز سننے والا، (7)-ظاہر، (8)-رفعت اور بلندی والا۔

لفظ نبی کے منقولہ بالا آٹھ معنیٰ لغوی ہیں اور عرف شرع میں نبی اس مقدس انسان کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا ایسا مصطفیٰ، مخلص اور برگزیدہ ہو، جسے اللہ تعالیٰ یہ فرمائے کہ میں نے تجھے فلاں قوم یا تمام لوگوں کی طرف اپنا مبلغ، پیغامبر اور نبی بنایا ہے، یا میری طرف سے میرے بندوں کو میرے احکام پہنچا دے یا اس قسم کے اور الفاظ جو ان معنیٰ کا فائدہ دیتے ہیں جیسے: ”بعثتك ونبيهم“ اللہ تعالیٰ اسے فرمائے اور ”نبوۃ“ عرف شرع میں اخبار عن اللہ کو کہتے ہیں۔ بعض علما نے اطلاع علی الغیب سے بھی نبوت کی تفسیر کی ہے۔ جیسا کہ قاضی

عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا شریف میں علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں ارقام فرمایا ہے۔

لفظ نبی کے یہ آٹھ لغوی معنیٰ جو بیان کیے گئے ہیں وہ سب عرفی نبی میں پائے جاتے ہیں۔ کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے خبر دار کیا جاتا ہے اس لیے مخبر ہے اور ارشاداتِ خداوندی کی خبر اپنی امت کو دیتا ہے لہٰذا مخبر ہے اور اس کی ذات نجات اخروی کا روشن راستہ اور معرفت خداوندی کا وسیلہ ہے اس لیے وہ طریق واضح ہے، اللہ کا نبی دشمنوں کی انتہائی ایذارسانی کے بعد بحکم ایزدی ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ جاتا ہے، یا کفار کی طرف سے شدید عداوت کی بنا پر بظاہر اس کا اخراج عمل میں آتا ہے اس لیے وہ خارج اور مخرج بھی ہے۔ نبی وحی الٰہی کی صورت خفی اور ہلکی آواز سنتا ہے لہٰذا اس میں صوت خفی سننے کے معنیٰ بھی پائے جاتے ہیں، نبی علامات نبوت معجزات و آیات کا حامل ہونے کی وجہ سے کمال ظہور کی صفت سے متّصف ہو جاتا ہے اس لیے وہ ظاہر بھی ہے۔ جسمانی اور روحانی اعتبار سے اللہ کے نبی کا مرتبہ سب سے ارفع واعلیٰ اور بلند ترین ہوتا ہے۔ اللہ کا نبی اپنی شان کی بلندی اور برہان نبوت کی روشنی کی وجہ سے اس کمال کے ساتھ موصوف ہوتا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ وہ اس لفظ نبی سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ ہیں: ”الطریق“ یعنی راستہ کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہوتا ہے۔

(4)- مفردات میں ہے:

”والنبأ الصوت الخفي“ (مفردات، ص:500)

نباء (بسکون الباء)، صوت خفی کو کہتے ہیں۔

اسی مفردات امام راغب میں ہے:

بعض علما نے کہا ہے کہ ”نبی، نبوۃ“ سے مشتق ہے جس کے معنیٰ ہیں رفعت (بلندی) اور نبی کا نام نبی اس لیے رکھا گیا کہ اس کا مقام تمام لوگوں سے اونچا ہوتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا قول: ”وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا“ دلالت کرتا ہے اور لغت میں ”نبوۃ“ اور ”نباوۃ“ کے معنیٰ ارتفاع ہیں۔ (مفردات، ص:500، طبع مصر)

(5)- اقرب الموارد میں ہے:

(النبوة) اسم من النبي وهي الاخبار عن الله تعالیٰ و يقال النبوة بالقلب والادغام.

(اقرب الموارد، جلد:2، ص:1359، طبع مصر)

”النبوۃ“ اسم ہے ”النبی“ سے اور وہ نبوۃ اخبار عن اللہ تعالیٰ کے معنیٰ میں ہے اور اس لفظ النبوۃ کو قلب ادغام کے ساتھ البنوۃ بھی کہا جاتا ہے۔

اسی اقرب الموارد میں ہے:

ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف نکلنے والے کو بھی ”نبی“ کہتے ہیں۔ یہ فصل کے وزن پہ اسم فاعل ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف نکالے ہوئے کو بھی ”نبی“ کہا گیا ہے۔ اس تقدیر پر فعیل معنیٰ مفعول ہوگا۔ (اقرب الموارد، ج:2، ص:409، طبع مصر)

لفظ نبی کے عرفی معنیٰ:

(6)- شرح مواقف میں ہے:

”(واما) مسماه (في العرف فهو عند اهل الحق) من الاشاعرة وغيرهم المليين (من قال له الله) تعالیٰ ممن اصطفاه من عباده ارسلتك إلیٰ قوم كذا أولی الناس جميعًا أو بلغهم عني ونحوه من الالفاظ، المفيدة لهذا المعنی كي بعثتك ونبيهم.“

(شرح مواقف، ج:۸، ص: ۲۱۷، طبع مصر)

حق پرست علماء، اشاعرہ وغیرہم اہلِ ملت کے نزدیک عرف شرع میں لفظ نبی کا مسمّی وہ مقدس شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایسا برگزیدہ ہو جسے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایسا برگزیدہ ہو جسے اللہ تعالیٰ فرمائے کہ میں نے تجھے اپنا پیغامبر بنا کر فلاں قوم یا تمام لوگوں کی طرف بھیجا یا میری طرف سے تو انھیں میرے احکام پہنچا دے اور اس طرح کہ الفاظ جن کا مفاد یہی معنیٰ ہوں ”بعثتك“ میں نے تجھے مبعوث کیا۔ ”نبيهم“ (میری طرف سے میرے بندوں کو خبر پہنچا دے۔)

(7)- شفا، قاضی عیاض میں نبوۃ شرعیہ کی تفسیر ان الفاظ میں فرمائی:

”النبوة التي هي الاطلاع علی الغيب.“

(شفا شریف، ص:73)

یعنی وہ نبوت جو اطلاع علی الغیب ہے۔

(8)- بعینہٖ یہی عبارت مواہب لدنیہ میں علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارقام فرمائی ہے۔ (دیکھیے: مواہب لدنیہ، ج:1، ص:281)

موضوع کلام کا جزو ثانی:

موضوع کلام کے جزو اول کے بعد جزو ثانی کی طرف آئیے اور لفظ ”عصمت“ کے معنیٰ پر غور کیجیے، ہم اختصار کے پیشِ نظر اس کے صرف اصطلاحی معنیٰ کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔

عصمت کی تعریف:

(1)- مشہور کتاب تعریف الاشیاء میں علامہ میر سید شریف جرجانی فرماتے ہیں:

”(العصمة) ملكة اجتناب المعاصي مع التمكن منها.“ (تعریف الاشیاء، ص:15، طبع مصر)

گناہ کر سکنے کے باوجود گناہوں سے بچنے کا ملکہ عصمۃ ہے۔

(2)- یہی عبارت اقرب الموارد میں ہے۔ (ملاحظہ ہو، اقرب الموارد، ج:2، ص:91، طبع مصر)

(3)- مفردات میں ہے:

”وعصمة الانبياء حفظه اياهم اولا بما خصهم به من صفاء الجوهر ثم بما اولاهم من الفضائل الجسمية والنفسية ثم بالنصرة وتثبيت اقدامهم ثم بانزال السكينة عليهم وبحفظ قلوبهم و بالتوفيق.“ (مفردات امام راغب اصفہانی، ص:341، مطبع مصر)

”عصمۃ انبیا“ کے معنیٰ ہیں اللہ تعالیٰ کا اپنے نبیوں کو (ہر قسم کی برائی سے) محفوظ رکھنا، اولاً اس صفاء جوہر کی وجہ سے جو انھی کے ساتھ خاص ہے پھر ان کے فضائل جسمیہ اور نفسیہ کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا فرمائے پھر اپنی نصرت خاص اور انھیں ثابت قدم رکھنے کے ساتھ پھر ان پر سکون و طمانیت نازل فرما کر اور ان کے قلوب کو کجروی سے بچا کر اور اپنی توفیق ان کے شامل حال فرما کر۔

(4)- یہی مضمون دستور العلما میں ہے۔ (دیکھیے: دستور العلماء، ج:2، ص:325)

(5)- نبراس میں ہے:

”العصمة ملكة نفسانية يخلقها الله سبحانه في العبد فتكون سببًا لعدم خلق الذنب فيه.“

(نبراس، ص:522)

عصمت وہ ملکہ نفسانیہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندے (نبی) میں پیدا کرتا ہے۔ جو اس میں گناہ پیدا نہ ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔

(6)- شرح عقائد نسفی میں ہے:

”وحقيقة العصمة ان لا يخلق الله في عبد الذنب مع بقاء قدرته واختياره.“ (شرح عقائد نسفی، ص:73)

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ بندے کی قدرت اور اختیار کے باقی رہنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کا اس بندہ میں گناہ پیدا نہ کرنا۔

(7)- اسی شرح عقائد میں بقول بعض علما عصمۃ کی تعریف اس طرح بھی منقول ہے:

”هي لطف من الله تعالىٰ يحمله على فعل الخير و يزجره عن الشر مع بقاء الاختيار تحقيقًا للابتلاء.“

(شرح عقائد، ص:74)

عصمۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا لطف ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقدس بندہ (نبی) کو فعل خیر پر برانگیختہ کرتا اور اسے شر سے بچاتا ہے مع ابقاء اختیار کے تاکہ ابتلاء کے معنیٰ برقرار رہیں۔

(8)- مجمع بحار الانوار میں ہے:

”والعصمة من الله دفع الشر.“ (ج:2، ص:393)

”عصمت من اللہ“ دفع شر ہے۔

(9)- مسامرہ میں ہے:

”(العصمة) المشترطة معناها (تخصيص القدرة بالطاعة فلا يخلق له) أي لمن وعف بها وقدرة المعصية.“ (مسامرہ، ج:2، ص:81)

”عصمۃ مشترطہ کے معنیٰ ہیں قدرت کا طاعت کے ساتھ خاص کر دینا پس جو شخص اس عصمۃ کے ساتھ موصوف کیا جاتا ہے اس کے لیے معصیت کی قدرت پیدا نہیں کی جاتی ہے۔“

نبوۃ و عصمۃ کے متعلق ہم نے اکابر علمائے امت کے اقوال نقل کر کے ان کا خلاصہ ترجمۂ ہدیۂ ناظرین کر دیا ہے اور تفصیل ابحاث کو صرف اختصار کلام کے لحاظ سے نظر انداز کر دیا ہے۔ اجزائے موضوع کی تشریح کے بعد ضرورت نبوت پر بھی کلام کرنا ضروری ہے تاکہ منکرینِ نبوت کے شکوک و شبہات کا ازالہ ہو جائے اس کے بعد حکمت بعثت پر بھی غور کرنا ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی

ذواتِ قدسیہ کے ساتھ عصمت کا تعلق اچھی طرح واضح ہو سکے۔

ضرورت نبوت:

اس میں شک نہیں کہ انسان میں جسمانیت، حیوانیت اور ملکیت سب کچھ موجود ہے جسم کے متعلقات ومناسبات جسمانیت کے لیے ضروری ہیں جیسے زمان و مکان، تشکل و تناہی، ہیئت مقدار نے وغیرہ اور حیوانیت کے لوازمات وملحقات حیوانیت کے لیے لازم ہیں جیسے کھانا، پینا اور اس کے متعلقات، علی ہذا القیاس ملکیت کے مصحات و متعلقات کا ملکیت کے لیے ہونا ضروری ہے۔ جیسے تسبیح و تحمید۔ لیکن جس طرح جسمانیت وحیوانیت وملکیت تینوں انسان کے اردگرد گھومتی ہیں۔ اسی طرح ان کے جملہ ضروریات و مناسبات بھی ضروریات و مناسبات انسانیہ کے آس پاس گردش کرتے ہیں۔ بلکہ یوں کہیے کہ انسان کل کائنات کے حقائق لطیفہ کا مجموعہ ہے اور سب مخلوقات انسان کی خادم اور انسان سب کا مخدوم ہے۔ لہٰذا کل مخلوقات کی ضروریات انسان کی ضروریات کی خادم اور انسانی ضروریات سب کی مخدوم ہیں گویا کل کائنات کی ضروریات، ضروریاتِ انسانیہ کے محور پر گھوم رہی ہیں۔ دنیائے انسانیت کا یہ عظیم الشان نظام دامنِ نبوت سے وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن افراد انسانی کا رابطہ بارگاہِ نبوت سے وابستہ ہے یہی وجہ ہے کہ جن انسانی کا رابطہ بارگاہ نبوت سے قائم نہیں ہوا وہ حیوانیت اور بہیمیت کے گڑھوں میں جاگرے۔

ضرورت نبوت پر پہلی دلیل:

مقصد تخلیق کے حصول کا موقوف علیہ ہمیشہ ضروری ہوا کرتا ہے انسان معرفتِ الٰہیہ کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور خدا کی معرفت کا حاصل ہونا نبوت و رسالت کے بغیر ممکن نہیں اس لیے نبوت و رسالت کا وجود انسان کے لیے ضروری ہے۔ منکرین نبوت کا یہ کہنا علم وعقل کی روشنی میں قطعاً باطل ہے کہ جب انسان کے پاس حواس اور عقل دونوں موجود ہیں تو اسے نبوت و رسالت کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں عرض کروں گا خدا کی معرفت حاصل کرنے کے لیے نہ حواس کافی ہیں نہ عقل! جن لوگوں نے خدا کی معرفت کے لیے حواس کو کافی سمجھا وہ محسوسات اور مظاہر کائنات کی پرستش میں مبتلا ہو گئے اور جنھوں نے عقل پر اعتماد کیا ان میں اکثر لوگ خدا کے منکر ہو گئے اور اور جو صریح انکار کی جرأت نہ کر سکے انھوں نے ذات و صفات کے مسائل میں ایسی ٹھوکریں کھائیں کہ معرفت کی راہوں سے بہت دور جا پڑے اور عقل ناتمام کی وادیوں میں بھٹک کر ظنون و اوہام کے گڑھوں میں جاگرے۔ قرآن کریم نے ایسے ہی لوگوں کے حق میں ارشاد فرمایا:

”اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنۡ ہُمۡ اِلَّا یَخۡرُصُوۡنَ-“

رہا یہ امر کہ خدا ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو اس کی معرفت ضروری ہے یا نہیں؟ تو یہ ایک علیحدہ مستقل موضوع ہے جس پر ہم کسی دوسرے مقام پر مفصل گفتگو کر چکے ہیں۔ یہاں صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ مصنوع کا وجود صانع کے وجود کی دلیل ہے اور مصنوع کی تخلیق کسی حکمت و مقصد کے بغیر نہیں ہوتی اور کسی مصنوع کی حکمت تخلیق کا فوت ہو جانا اس مخلوق کے عبث ہونے کو مستلزم ہے۔ انسان کے اوصاف و خواص اس امر کی دلیل ہیں کہ وہ اپنے خالق کا مظہر ہے۔ اب اگر وہ اس حقیقت کو پہچاننے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود بھی نہ پہچانے تو اس نے خود اپنے وجود کو عبث قرار دے دیا اور اگر پہنچانے تو چونکہ وہ ذاتِ باری تعالیٰ کا مظہر ہے لہٰذا اپنے آپ کو صحیح معنیٰ میں پہچاننا دراصل اپنے خالق کو پہنچانا ہے، جیسا کہ مشہور ہے: ”من عرف نفسه فقد عرف ربه“ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ معرفت خداوندی کے بغیر انسان کا وجود عبث ہے اور اگر انسان چاہتا ہے کہ میرا وجود عبث نہ ہو تو معرفتِ الٰہیہ کے بغیر اس کے لیے کوئی چارۂ کار نہیں۔

ضرورت نبوت پر دوسری دلیل:

قانونِ فطرت یہ ہے کہ ہر نوع کے مدرکات کو معلوم کرنے کے لیے اسی نوع کا ادراک عطا کیا گیا ہے۔ مثلاً مبصرات کو جاننے کے لیے ادراک بصری اور مسموعات کے لیے ادراک سمعی علی ہذا القیاس، پانچوں حواس کو لیجیے۔ ہر نوع محسوس کے لیے اسی نوع کا حاسہ ہمارے اندر پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد معقولات کا وجود ہے جنھیں معلوم کرنے کے لیے عقل عطا فرمائی گئی اور ایک ادراکِ انسانی کی تگ و حواس و عقل سے آگے نہ تھی مگر اس کی ضروریات کا تعلق ان دونوں سے آگے تھا۔

جسے عالم غیب کہا جاتا ہے جب تک اس عالم تک کسی کی نہ رسائی نہ ہو اس مقام کے ساتھ متعلقہ انسانی ضرورتیں پوری نہیں ہوسکتیں۔ نبوت جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں اطلاع علی الغیب ہی کا نام ہے لہٰذا انسانی ضرورتوں کے پورا ہونے کے لیے نبوت کا ہونا ضروری ہے۔

ضرورت نبوت پر تیسری دلیل:

حاسہ سبب ادراک ہے اور اس سے غلطی بھی واقع ہو جاتی ہے، لہٰذا اس کے ازالہ کے لیے عقل کا اس پر حاکم ہونا ضروری تھا۔ مگر جب عقل بھی ٹھوکر کھائے تو اس کا ازالہ نہ عقل کر سکتی ہے نہ حواس۔ کیوں کہ حواس عقل کے محکوم ہیں اور عقل بحیثیت عقل ہونے کے مساوی ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ عقل پر ایسی چیز کو حاکم تسلیم کیا جائے جو غلطی سے پاک ہو اور وہ نبوت ہے کیوں کہ نبوت ہی غلطی سے مبرّا ہے۔ لہٰذا اختلاف عقل کی مضرتوں سے بچنے کے لیے "نبوۃ" کو ماننا ضروری ہوا۔ نبوت کا غلطی سے پاک ہونا ہی عصمۃ نبوت کا مفہوم ہے معلوم ہوا کہ "عصمۃ" لوازم نبوت سے ہے اس مقام پر زلّات انبیا علیہم السلام سے وہم پیدا کرنا درست نہیں۔ انشاء اللہ یہ مفصل بحث ہم آگے چل کر ہدیۂ ناظرین کریں گے۔

استدراک:

شاید اس بیان کی روشنی میں ضرورت نبوت کے ساتھ اجرائے نبوت کا شبہ پیدا کر لیا جائے اس لیے گزارش ہے کہ ضرورت نبوت سے اجرائے نبوت ہرگز لازم نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اس وقت مبعوث فرمایا جب کہ نوعِ انسانی اپنی حیات کے منازل طے کرتی ہوئی ایسے مرحلہ پر پہنچ گئی تھی کہ اس کے لیے جو نظام مقرر کیا جائے قیامت تک اس کی تمام ضروریات کے لیے وہی قابل عمل ہو۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: "اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" میں نے آج تمھارے لیے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور میں نے تمھارے لیے دین اسلام پسند کر لیا۔

یہ ارشاد خداوندی منکرین ختم نبوت کے اس شبہ کا قلع قمع کرنے کے لیے کافی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبوت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے دامن سے ایسا دین وابستہ ہے۔ جو قیامت تک پیش آمدہ ضروریات کے پورا ہونے کا واحد ذریعہ ہے، نبوت و رسالت محمدیہ ہی بنی نوع انسان کے ہر فرد کے لیے ضروری ہے اس کے بعد کسی کو نبوت دیا جانا متصور نہیں۔ ضرورت نبوت کے لیے اجراء نبوت کو لازم سمجھنا کمالِ دین کے منافی ہے۔

ضرورتِ نبوت کے بعد حکمتِ بعثت پر بھی غور کرتے چلیں تاکہ عصمتِ نبوت کا باہمی تعلق اور زیادہ واضح ہو جائے۔

قرآن کریم میں بعثت انبیا علیہم السلام کی حکمتیں بکثرت آیات میں بیان کی گئی ہیں۔ جن میں بعض حسب ذیل ہیں۔

(1) "وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ"
(پارہ:5، سورۃ النساء)

(2) "وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ" (پارہ:7، سورۃ انعام)

(3) "وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا"
(پارہ:22، سورۃ احزاب)

(4) "مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ"
(پارہ:5، سورۃ نساء)

(5) "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ"
(پارہ:4، سورۃ آلِ عمران)

"ضرورت نبوت" کے ضمن میں جن امور کو ہم نے بیان کیا ہے یہ آیاتِ مبارکہ روز روشن کی طرح اُن کی تائید کرتی ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت سے متعلق حسب ذیل حکمتوں کی نشاندہی کرتی ہیں۔

(1)- اللہ تعالیٰ کے بندوں سے اللہ کی اطاعت کرانا۔

(2)- عالم غیب سے متعلق آخرت کی نعمتوں کی خوش خبری دنیا اور عذابِ الٰہی سے ڈرانا۔

(3)- اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا نجاتِ اخروی اور سعادت ابدی کے لیے شرط ہونا۔

(4)- اطاعت رسول کا اطاعت خداوندی ہونا تاکہ بندوں کے لیے اطاعتِ الٰہی کی راہ متعیّن ہو جائے۔

(5)- آیاتِ الٰہیہ کا تلاوت کرنا۔

(6)-ایمان والوں کا ظاہر و باطن پاک کرنا۔

(7)-کتاب الٰہی اور حکمت و دانائی کی تعلیم دینا۔

بیان سابق کی تفصیلات کو ذہن نشین کرنے کے بعد اگر نبوت و رسالت کے ان مناسب اور بعثت انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی حکمتوں پر غور کیا جائے تو یقیناً عصمت نبوت کا اقرار کرنا پڑے گا۔

کم از کم اتنی بات تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس کام کے کرنے کی صلاحیت کسی میں نہ ہو وہ کام اس کو سپرد نہیں کیا جاتا۔ ایک ظالم کو کرسی عدالت پر بٹھانا، ان پڑھ آدمی کو علم حکمت کی موشگافیوں کا کام سونپنا، کسی بدکار فاسق و فاجر کو عفیفات کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لیے متعین کرنا، بیمار و ناتواں کے سر پر بھاری بوجھ رکھ دینا، گم کردہ راہ سے ہدایت طلب کرنا کسی عاقل کا کام نہیں، پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان امور کی صلاحیتوں کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ ان کی انجام دہی کا منصب انبیا علیہم السلام کو سونپ دے؟ جب یہ ممکن نہیں تو ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت کے ساتھ وہ تمام قوتیں اور صلاحیتیں بھی انبیا علیہم السلام کو عطا فرمائی ہیں جن کا ہونا ان کے لیے ضروری تھا اور یہی عصمت کا مفہوم ہے جس کے بغیر نبوت ایسی ہے جیسے بینائی کے بغیر آنکھ اور روشنی کے بغیر سورج۔

مسئلۂ عصمت میں اقوال علما:

امور تبلیغیہ میں کذب عمد سے عصمت انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام پر جمیع اہل ملل و شرائع کا اجماع ہے اور سب اس بات پر متفق ہیں کہ تبلیغ میں انبیا علیہم السلام سے عمداً صدور کذب عقلاً محال ہے۔

شرح مواقف میں اس کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”إذ لو جاز عليهم التقول والافتراء في ذالك عقلا لادى الى ابطال دلالة المعجزة وهو محال.“

(شرح مواقف، ج:8، ص:263، طبع مصر)

کیوں کہ اگر یہ (كذب عمد في التبليغ) عقلاً جائز ہو تو دلالتِ معجزہ کے ابطال کی طرف مؤدّی ہو گا اور وہ محال ہے۔

البتہ علیٰ سبیل السہو والنسیان، میں قاضی ابوبکر نے اختلاف کیا ہے مگر ائمۂ اعلام اس میں بھی عقلاً عدم جواز ہی کے قائل ہیں۔ رہے باقی ذنوب یعنی کذب فی التبلیغ کے علاوہ تو وہ کفر ہوں گے، یا غیر کفر؟ عصمت عن الکفر پر اجماع امت ہے عام اس کے قبل النبوۃ ہو یا بعد النبوۃ اس اجماع کے خلاف خوارج کے ایک خاص گروہ ازارقہ کا قول پایا جاتا ہے جو اہلِ حق کے نزدیک باطل و مردود ہے۔ قائلین تقیہ نے انبیاء علیہم السلام سے خوف کے وقت تقیۃً اظہار کفر کو جائز مانا ہے مگر اہلِ حق کے نزدیک یہ قول بھی قطعاً باطل ہے کیوں کہ یہ اخفائے دعوت اور ترک تبلیغ رسالت کی طرف مفضی ہے جو انبیا علیہم السلام کے حق میں محال ہے۔

اب ان گناہوں کے متعلق سنیے جو کفر کے ماسوا ہیں۔ تو ان کی دو قسمیں ہیں: کبائر و صغائر- ان میں سے ہر ایک کے دو حال ہیں یا ان کا صدور عمداً ہو گا یا سہواً۔ دو کو دو سے ملا کر چار قسمیں حاصل ہوئیں، کبیرہ، عمداً، کبیرہ سہواً، صغیرہ عمداً، صغیرہ سہواً۔ ان اقسام اربعہ میں سے ہر ایک قبل البعثت ہو گا یا بعد البعثت انبیا علیہم السلام سے کبائر کا صدور خواہ عمداً ہو یا سہواً بعد النبوۃ شرعاً محال ہے، قول مختار یہی ہے قبل النبوۃ اکثر مشائخ کے نزدیک محال نہیں۔ اس طرح عمداً بعد البعثت صغائر کا بھی محال ہے، سہواً میں اختلاف ہے، اکثر مشائخ جواز (یعنی امکان) کے قائل ہیں۔ لیکن جو صغائر رذالت و خسّت اور دناءۃ کا موجب ہوں بالاتفاق ان کا صدور انبیا علیہم السلام سے ممکن نہیں، علیٰ ہٰذا القیاس۔ محققین اہلِ سنت کے نزدیک انبیا علیہم السلام ان امور سے بھی معصوم ہیں جو موجب نفرت ہوں جیسے امہات و زوجات کا فجور اور آبا کی دناءۃ و رذالت مختصر یہ کہ باب ذنوب میں جمہور اہلِ سنت کا مذہب یہ ہے کہ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام اپنی نبوت کے زمانہ میں کبائر سے مطلقاً اور صغائر عمداً سے معصوم ہیں اور انھوں نے اپنے اس دعویٰ پر حسب ذیل دلائل قائم کیے ہیں۔

پہلی دلیل: از روئے قرآن و اجماع انبیا علیہم السلام کی اتباع فرض ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ”قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ“ اور گناہ حرام ہے اگر کسی نبی سے گناہ صادر ہو تو اس کی اتباع حرام ہوگی کیوں کہ اس صورت میں وہ گناہ بھی کرنا پڑے گا جو نبی نے کیا ورنہ اس کی اتباع نہ ہو سکے گی۔ اور گناہ حرام ہونے کی وجہ سے نبی کی اتباع بھی حرام ہوگی اور نبی کی اتباع کا حرام ہونا قطعاً باطل ہے لہٰذا نبی سے گناہ کا صادر بھی باطل ہو گا۔

دوسری دلیل: اجماع اور قرآن کی رو سے گناہ گار کی شہادت مردود ہے اگر انبیا علیہم السلام سے گناہ صادر ہوں تو معاذ اللہ وہ مردود الشہادۃ قرار پائیں گے اور یہ قطعاً محال ہے لہٰذا ان سے گناہ کا ہونا بھی محال ہے۔

تیسری دلیل: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے اگر انبیا علیہم السلام سے گناہ صادر ہوں تو انھیں گناہ سے باز رکھنے کے لیے زجر کرنا پڑے گا جو ایذا ہے اور انبیا علیہم السلام کی ایذا قطعاً

حرام ہے لہٰذا ان سے گناہ کا صدور ممکن نہیں۔

چوتھی دلیل: ”گناہ“ ظلم و معصیت اور موجب ملامت و مذمت ہے اور ظالم و عاصی کے حق میں لعنت اور نارِ جہنم کی وعید قرآن کریم میں وارد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”وَ مَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ“ (پارہ:29، سورہ جن)

نیز فرمایا: ”اَنۡ لَّعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ“ (پارہ:8، سورہ الاعراف)

اسی طرح ملامت و مذمت بھی وارد ہے۔

(پارہ: 23، سورۃ صٓ) - میں سب کو بہکاؤں گا سوا تیرے مخلص بندوں کے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات میں اس کی تکذیب نہیں فرمائی بلکہ ”اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ“ (پارہ:14، سورۃ ابراہیم) کہہ کر تصدیق فرمائی۔ ثابت ہوا کہ انبیا علیہم السلام معصوم ہیں اور گناہوں کا ارتکاب ان سے نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ کہ ان کا مصطفیٰ اور اخیار (یعنی برگزیدہ اور پسندیدہ) ہونا ان کی عصمت عن المعصیۃ کو اور بھی زیادہ واضح کر رہا ہے اگر اس مقام پر یہ شبہ وارد کیا جائے کہ بعض انبیا غیر مخلص ہیں اور بعض مخلص غیر انبیا ہیں۔ اگر مخلص ہونا عصمت کی دلیل ہے تو غیر مخلص نبی کی عصمت ثابت نہ ہوگی، اور مخلص غیر نبی کا معصوم ہونا بھی لازم آجائے گا۔ حالاں کہ یہ دونوں امر مستدل کے نزدیک باطل ہیں تو میں عرض کروں گا کہ یہ شبہ اس وقت درست ہو سکتا تھا جب کہ انبیا علیہم السلام کو عام لغوی معنیٰ کے اعتبار سے مخلص کہا جائے۔ لیکن قرآن مجید میں ایسے خاص معنیٰ کے لحاظ سے انبیائے کرام کو مخلص فرمایا گیا ہے جو نبوت کی خصوصیات اور اس کے لوازمات سے ہیں جن کی رو سے ہر نبی کا مخلص ہونا ضروری ہے اور کسی غیر نبی کا مخلص ہونا ممکن نہیں (جیسا کہ سورۃ صٓ کی آیت منقولہ بالا ”اِنَّاۤ اَخۡلَصۡنٰہُمۡ بِخَالِصَۃٍ ذِکۡرَی الدَّارِ“ سے واضح ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے ”اِنَّاۤ اَخۡلَصۡنٰہُمۡ“ فرما کر ”اخلص“ فعل کی اسناد اپنی ذات مقدسہ کی طرف فرمائی۔ یعنی ہم نے انھیں مخلص بنایا پھر آیتِ مبارکہ میں ان کے مخلص ہونے کا سبب خالصۃ کو قرار دیا گیا ہے اور ”ذِکۡرَی الدَّارِ“ اس کا بیان ہے۔ خالصۃً کی تنوین تنکیر برائے تعظیم ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں خصلت خالصہ عظیمہ و جلیلہ کے سبب مخلص کیا ہے۔ جو آخرت کی یاد ہے اور یاد آخرت سے مراد ان کا انداز و تبشیر ہے جس کا ذکر آیتِ کریمہ:

”وَ مَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِیۡنَ وَ مُنۡذِرِیۡنَ“ (پارہ:7، سورۃ الانعام) میں وارد ہے یوں تو ہر ایک یاد آخرت کر لیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے بصیرت و یقین پا کر نعمائے جنت کی خوش خبری سنانے اور عذاب نار سے ڈرانے پر مامور ہو کر یادِ آخرت کرنا ایسی خصلت خالصہ عظیمہ و جلیلہ ہے جو نبوت کا خاصہ اور لازمہ ہے۔ نیز اس نوعیت سے بشیر و نذیر ہونا اور آخرت کی دائمی یاد کرنا ہر نبی کے لیے لازم اور نبوۃ کا خاصہ ہے اس بیان سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ہر نبی مخلص ہوتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: ”لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ“ (پارہ:28، سورۃ الصف)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے: ”اَتَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبِرِّ وَ تَنۡسَوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ“ (پارہ:1، سورۃ بقر)

اگر انبیا علیہم السلام سے گناہ صادر ہو تو خاکم و بدہن وہ نار جہنم کے مستحق، ملامت کے حق دار اور ملعون و مذموم ہوں گے جو قطعاً باطل ہے۔ لہٰذا ان سے گناہ کا صادر ہونا بھی باطل و مردود ہے۔

پانچویں دلیل: اگر انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے گناہ صادر ہوں تو وہ اپنی امت کے گناہ گاروں سے بھی زیادہ بدحال اور گئے گزرے ہوں گے۔ کیوں کہ بزرگی اور کرامت میں جس قدر زیادہ مرتبہ بلند ہو، گناہ کرنے پر اسی قدر عقلاً و نقلاً زیادہ عذاب کا استحقاق ہوتا ہے۔ نبوت سے زیادہ بلند کوئی مرتبہ نہیں اس لیے نبی کے گناہ کا عذاب تمام گناہ گاروں کے عذاب سے زیادہ ہوگا اور یہ ایسی زبوں حالی ہے جو نبی کے حق میں متصور نہیں، لہٰذا گناہ کا صدور بھی کسی نبی سے نہیں ہو سکتا۔

چھٹی دلیل: ”گناہ“ اپنے نفس پر ظلم ہے اور ظالم اللہ تعالیٰ کے عہد کو نہیں پا سکتا۔

قرآن مجید میں ہے: ”لَا یَنَالُ عَہۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ“ (پارہ:1، سورۃ بقر)

نبوت سب سے بڑا عہد ہے جو کسی ظالم کو نہیں مل سکتا۔ انبیا علیہم السلام نے جب عہد نبوت کو پا لیا تو ثابت ہو گیا کہ وہ گناہوں سے معصوم ہیں۔

ساتویں دلیل: انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے عباد مخلصین ہیں جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے حق میں ارشاد الٰہی وارد ہے:

”اِنَّہٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُخۡلَصِیۡنَ“ (پارہ:12، سورۃ یوسف)

اور موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

"اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا" (پارہ:16، سورۃ مریم)

اور حضرت ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

"اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ" (پارہ:22، سورۃ ص)

مخلصین ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جنھیں اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت کے لیے خاص کرلیتا ہے اور انھیں ہر اس چیز سے معصوم کردیتا ہے جو طاعت خداوندی کے خلاف ہے اس لیے مخلصین سے گناہ کا صدور نہیں ہوسکتا ہے اسی بنا پر شیطان نے کہا تھا: "لاغوینھم اجمعین الا عبادك منھم المخلصین۔ کی وجہ سے معصوم ہے اور کوئی غیرنبی ان معنیٰ میں مخلص نہیں جو انبیا مخلصین میں پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا کسی غیرنبی کا معصوم ہونا لازم نہیں آتا۔

آٹھویں دلیل: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: "وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" (پارہ:20، سورۃ سبا) وجہ استدلال یہ ہے کہ "اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" سے انبیاعلیہم السلام مراد ہیں یاان کی امت کے مومنین؟ بر تقدیر اول ہمارا مدعا ثابت ہے کیوں کہ اتباع شیطان ہی گناہ ہے جب وہ اتباع شیطان سے محفوظ رہے تو یہی محفوظیت ان کے حق میں عصمت ہے بر تقدیر ثانی انبیاعلیہم السلام کا اتباع شیطان سے محفوظ رہنا بطریق اولیٰ ثابت ہوگا کیوں کہ جس کی امت کے مومنین شیطان کے متبع نہیں وہ نبی کیوں کر اس لعین کا متبع ہوسکتا ہے۔ بالفاظ دیگریوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ شیطان کی اتباع سے بچنا تقویٰ ہے اور بدلالت نص قطعی "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ" (پارہ:26، سورۃ الحجرات) تقویٰ معیار فضیلت ہے اگر "اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" سے مومنین مراد لے کر انبیاعلیہم السلام سے صدور گناہ کا قول کیا جائے تو غیرنبی کا نبی سے افضل ہونا لازم آئے گا۔ جو بالاتفاق باطل ہے ثابت ہوا کہ بہر تقدیر انبیاعلیہم السلام کا معصوم ہونا اس آیت کا مفاد ہے۔

نویں دلیل: اللہ تعالیٰ نے مکلفین کو دو گروہ میں تقسیم فرمایا: "حزب اللہ" اور "حزب الشیطان" اگر انبیاعلیہم السلام سے گناہ کا صدور مانا جائے تو کم از کم صدور معصیت کے وقت تو معاذ اللہ وہ ضرور ہی حزب الشیطان قرار پائیں گے کیوں کہ مطیع حزب اللہ ہیں اور عاصی حزب الشیطان۔ اور حزب الشیطان خاسرین ہیں۔

لقولہ تعالیٰ: "اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ" (پارہ:28، سورۃ المجادلہ)

ایسی صورت میں العیاذ باللہ انبیائے کرام کو خواہ ایک آن ہی کے لیے ہو، خاسرین کہنا پڑے گا جو بداہتاً باطل ہے ثابت ہوا کہ انبیا علیہم السلام سے گناہ کا صدور قطعاً ممکن نہیں۔

علاوہ ازیں بکثرت افراد امت زہاد و عباد زمرہ مفلحین میں داخل ہیں۔ پھر یہ عجیب بات ہوگی کہ افراد امت مفلحون ہوں اور انبیا خاسرون معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ساء مایحکمون۔

دسویں دلیل: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام و دیگر انبیاعلیہم اسلام کے متعلق فرمایا:

"اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ" (پارہ:17، سورۃ الانبیا)

بے شک وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے۔ "الخیرات" جمع معرف باللام ہے اور اسی جمع عموم کے لیے ہوتی ہے لہٰذا وہ فعل اور ترک دونوں سے متعلق سب نیکیوں کو شامل ہوگی۔ فعل سے مراد وہ نیکیاں ہیں جو عمل اور قول سے حاصل ہوتی ہیں جیسے نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ اور ترک سے وہ نیکیاں مراد ہیں جو کسی کام کو نہ کرنے سے حاصل ہوتی ہیں جیسے جھوٹ، چوری، غیبت، زنا نہ کرنا خلاصہ یہ کہ جس طرح عبادات فعلیہ کا عمل میں لانا نیکی ہے اسی طرح گناہ کے کاموں کا نہ کرنا بھی نیکی ہے اور "الخیرات" کا لفظ سب کو شامل ہے۔ معلوم ہوا کہ انبیا علیہم السلام گناہ نہ کرنے میں بھی مسارعت کی صفت سے متصف ہیں۔ اسی طرح انبیاعلیہم السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے قول: "اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ" (پارہ:23، سورۃ ص) میں لفظ "مصطفین" اور "اخیار" دونوں ہر اس فعل اور ہر اس ترک کو شامل ہیں جس میں نیکی پسندیدگی اور برگزیدگی کے معنیٰ پائے جائیں۔ اس عموم کی دلیل صحت استثنا ہے کیوں کہ یہ کہنا جائز ہے کہ "فلان من المصطفین الا في كذا او من الأخيار الا في كذا." مستثنیٰ عنہ کا عموم صحت استثنا کی شرط ہے جب یہاں استثنا صحیح ہے تو عموم ثابت ہوگیا اور عموم اس امر کی دلیل ہے کہ انبیاعلیہم السلام کل امور میں برگزیدہ اور پسندیدہ ہیں۔ لہٰذا ان سے گناہ کا صدور جائز نہ ہوا۔

استدراک: یہاں بعض لوگوں نے یہ شبہ وارد کیا ہے کہ اصطفار صدور معصیت کے منافی نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید

میں ارشاد فرمایا:

”ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡکِتٰبَ الَّذِیۡنَ اصۡطَفَیۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ۚ فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ۚ“(پارہ:23، سورۂ فاطر)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مصطفین کو تین قسموں میں منقسم کر دیا۔ ظالم مقتدر اور سابق ان اقسام میں ظالم کا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ اصطفا کے باوجود بھی گناہ ہو سکتا ہے اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ انبیا علیہم السلام آیت کریمہ میں مذکور نہیں نہ وہ ”الذین“ میں شامل ہیں۔ یہاں غیر انبیا کا اصطفا مذکور ہے اور غیر انبیا کے اصطفا پر انبیا علیہم السلام کے اصطفا کا قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیوں کہ اصطفا کے مراتب مختلف ہیں ہر شخص کا اصطفا اس کے حسب حال ہوتا ہے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حال باقی تمام کائنات سے افضل و اکمل ہوتا ہے اس لیے ان کا اصطفا بھی کل مخلوقات سے اکمل و اعلیٰ ہونا ضروری ہے، لہٰذا غیر انبیا کے (لغوی) اصطفا کا صدور ذنب کے منافی نہ ہونا ہرگز اس بات کو مستلزم نہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کا اکمل و اعلیٰ اصطفا بھی صدور ذنب کے منافی نہ ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ: ”فمنھم ظالم“ میں ضمیر مجرور ”مصطفین“ کی طرف نہیں بلکہ ”عباد“ کی طرف راجع ہے کیوں کہ اقرب مذکورین کی طرف ضمیر کا لوٹنا اولیٰ ہے۔ لہٰذا اقسام ثلثہ (جن میں ظالم بھی شامل ہے) مصطفین کے نہیں بلکہ عباد کے ہیں۔ اس تقدیر پر شبہ مذکورہ اصل سے ساقط ہو گیا۔ وللہ الحمد۔

زیر نظر مضمون کے اکثر مطالب اور عصمۃ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام پر یہ دس دلیلیں ہم نے شرح مواقف کو سامنے رکھ کر مرتب کی ہیں اور حسب ضرورت دلائل کی قوت کو واضح کرنے کے لیے بعض مقامات پر بسط کے ساتھ کلام کر دیا ہے۔ اہلِ علم حضرات سے امید ہے کہ وہ ہماری اس جرأت کو ضرورت پر محمول فرمائیں گے۔

اب ان مخالفین کی طرف آئیے جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد البعثت عمداً صدور کبائر و صغائر کو جائز مانتے ہیں۔

ان لوگوں کا استدلال قصص انبیا علیہم السلام سے ہے جن میں سے بعض قصے قرآن و حدیث اور آثار صحابہ میں منقول ہیں جن سے بظاہر وہم پیدا ہوتا ہے کہ انبیا علیہم السلام سے ان کے زمانۂ نبوۃ میں گناہوں کا صدر ہوا۔ سب کا اجمالی جواب یہ ہے کہ وہ واقعات اخبار آحاد میں منقول ہیں یا بطریق تواتر۔ پہلی صورت میں واجب الرد ہیں، اس لیے کہ کسی راوی کی طرف خطا کا منسوب کر دینا انبیا علیہم السلام کی طرف گناہ منسوب کرنے سے زیادہ آسان ہے۔

بر تقدیر ثانی چونکہ وہ دلائل عصمت سے متعارض ہیں اس لیے مول ہوں گے وجود تاویل، موقع محل اور اقتضائے کلام کے اختلاف کے لحاظ سے مختلف ہوں گی۔ مثلاً: بعض واقعات کو بشرط اقتضا مقام قبل البعثت پر حمل کیا جائے گا۔ بعض میں اقتضائے مقام کے لحاظ سے انبیا علیہم السلام کے اللہ ان افعال کو جنھیں منکرین عصمت معصیت قرار دیتے ہیں ”ترک اولیٰ“ کہا جائے گا۔ بعض مواقع ایسے بھی ہوں گے جہاں موقع محل کی مناسبت سے ان افعال کو صدور صغیرہ سہواً قرار دیا جائے گا۔ کسی جگہ موہم کلام کو دلیل کی روشنی میں انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تواضع اور کسر نفسی پر حمل کیا جائے گا۔

رہا یہ شبہ کہ ان افعال میں بعض ایسے ہیں جن کے لیے لفظ ذنب وارد ہوا۔ جیسے: ”لیغفر لك الله ماتقدم من ذنبك“ بعض وہ ہیں جن کے ارتکاب کے بعد حضرات انبیا علیہم السلام نے استغفار فرمایا۔ نیز ان میں بعض ایسے افعال بھی ہیں جنھیں کرنے کے بعد انبیا علیہم السلام نے اپنے نفسوں پر ظلم کرنے کا اعتراف کیا، پھر انھیں کیوں کہ ترکِ اولیٰ یا صغائر صادرہ عن السہو پر حمل کیا جا سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ترکِ اولیٰ جیسے ہلکے امور کو ذنب سے تعبیر کرنے کی وجہ منصب نبوت کی عظمت انبیا علیہم السلام کے درجات کی رفعت و بلندی ہے اور اسی عظمت و رفعت کے پیش نظر حضرات انبیائے کرام علیہم السلام نے صغیرہ صادرہ عن السہو اور خلاف اولیٰ کاموں پر اعترافِ ظلم کر کے استغفار کیا۔ تعلیمات قرآنیہ کی روشنی میں یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ ”حسنات الابرار سیئات المقربین۔“

ع

جن کے رتبے ہیں سوا اُن کی سوا مشکل ہے

یہ بھی حق ہے کہ انبیا علیہم السلام نے عاجزی، تواضع کسر نفسی کے لیے اعتراف ظلم اور استغفار فرمایا۔ ان مقدسین کا ایسا کرنا در اصل اپنے رب کی بارگاہ میں تضرع وزاری ہے اور یہ اعتراف و استغفار ان کے انتہائی فضل و کمال پر دال ہے چہ جائیکہ اسے ان کے ظالم و عاصی ہونے کی دلیل بنا لیا جائے۔ مخالفین کے دلائل کا اجمالی جواب تو ہم دے چکے، البتہ اہلِ علم کی دلچسپی کے لیے تفصیلی گفتگو باقی ہے۔

****

وہ سرورِ کشور رسالت
جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

محمد مدثر حسین اشرفی پورنوی

رجب المرجب کی چھبیسویں تاریخ ہے، اظہار نبوت کا بارہواں سال ہے، ہجرت کو ابھی ایک سال باقی ہے، یکشنبہ کا دن ہے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم خلقِ خدا کو دین اسلام کی دعوت دینے کے لیے بذات خود ایک ایک کافر کے گھر تشریف لے جاتے ہیں، اور خدائے وحدہ لاشریک کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی حقانیت پر مدلل و مسکت خطاب فرماتے ہیں، باوجودیکہ اغیار کے پاس سوائے حق قبول کرنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا مگر بغض و عناد کی وجہ سے اغیار نہ صرف یہ کہ منکر ہوئے بلکہ الٹے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن بن کر ایذارسانی کے درپے ہوگئے-

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز عشا کے بعد حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، جن کی قسمت کا ستارہ عروج پر تھا، مالک کونین علیہ الصلوۃ والسلام کے لبہائے مبارک کو جنبش ہوئی ارشاد فرماتے ہیں: آج رات ہم یہاں قیام کرنا چاہتے ہیں اگر تمھاری اجازت ہو! سرکار کے اس فرمان عالی شان کو سن کر حضرت ام ہانی مسرت و شادمانی سے جھوم جاتی ہیں، اور نہایت تعظیم و تکریم سے عرض کرتی ہیں آقا! قربان جاؤں آج تو میری قسمت کی معراج ہوگئی، زہے نصیب کہ آپ کرم فرما رہے ہیں، کیونکہ اللہ کے محبوب ہمارے غریب خانے میں رونق افروز ہوں تو واقعی میرا مکان عرش سے بھی افضل ہوجائے گا- میں اپنی قسمت پر جتنا ناز کروں کم ہے- ہر عاشق کی یہ دلی تمنا ہوتی ہے کہ اے کاش کبھی ایسا ہو-

سنا ہے آپ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں
میرے گھر میں بھی ہوجائے چراغاں یا رسول اللہ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ہانی کے گھر آرام فرما ہوئے، اور حضرت ام ہانی مکان کے اردگرد پہرا دیتی ہیں کہ کہیں کوئی دشمن خدا معاذاللہ حضور کو ایذا پہنچانے کی غرض سے یہاں تک نہ آجائے- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما ہیں- حیرت ہے کہ اپنی امت کی بخشش و مغفرت کی خاطر راتیں رو رو کر بسر فرمانے والے آقا آج خرق عادت آرام فرما ہیں اور مطمئن ہیں، اور ایسا کیوں نا ہو وہ عالم ماکان ومایکون ہیں سب جانتے ہیں کہ جس امت کی بخشش و مغفرت کی خاطر راتیں رو رو کر گزاریں ہیں، آج کی شب اس کی قبولیت کی شب ہے، آج تو باری تعالی کے دیدار سے مشرف ہوکر اپنی امت کی بخشش کرالوں گا- بایں وجہ سرکار مطمئن ہوکر آرام فرما ہیں-

سیدالملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ندائے باری تعالی ہوتی ہے اے جبرئیل! دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ (حالاں کہ وہ علم الغیب والشھادہ ہے، ہر چھپے ظاہر کو جانتا ہے، مگر یہاں محبوب کی شان بیان کرنا مقصود ہے) عرض کرتے ہیں مولی! تیری ایک خوش نصیب بندی کے علاوہ ساری دنیا آرام میں ہیں، مگر حضرت ام ہانی دشمن کے اندیشہ سے تیرے محبوب کے اردگرد شمشیر برہنہ لیے پہرا دے رہی ہے، حکم ربی ہوتا ہے اسے بھی سلادو- چنانچہ جنت سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے جس میں حضرت ام ہانی کھڑی کھڑی سوجاتی ہیں- پھر خطاب ہوتا ہے اے جبرئیل! اب دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ عرض کرتے ہیں مولی! اب تو سب اہل زمیں محو خواب ہیں اور نیند کے مزے لے رہے ہیں، ارشاد ہوتا ہے فرشتوں کی جماعت میں اعلان کردو کہ حوران خلد جنتی لباس سے مزین ہوجائیں، اور جنتیں خوب سجائی جائیں اور آسمان کے سب فرشتے میرے محبوب کے استقبال کے لیے تیار رہے، تم ایک خوبصورت براق لے کر میرے حبیب کی بارگاہ اقدس میں جاؤ اور ان سے بصد ادب واحترام عرض کرو! اِنَّ رَبَّکَ یَشتَاقُ اِلَیکَ (ترجمہ) بیشک آپ کا رب آپ کے دیدار کا مشتاق ہے- کیا شان ہے مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب کے دیدار کی خواہش ظاہر کی تھی اور عرض کیا تھا رَبِّ اَرِنِی اَنظُر اِلَیکَ، تو جواب ملا لَن تَرَانِی، مگر حبیب کو خود ہی اپنا جلوہ دکھانے کے لیے فرشتوں کی کثیر جماعت کے ساتھ شان و شوکت سے اپنے قرب خاص میں بلایا جارہا ہے- اسی کی منظر

امام وخطیب رضائے مصطفیٰ گیورائی، ضلع بیڑ مہاراشٹر

کشی امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے یوں کی ہے۔

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام فوراً رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور محبوب کے استقبال کے لیے جلوس تیار ہوجاتا ہے، خیال ہوتا ہے کہ ستائیسویں شب ہے جس میں چاند کا کہیں نام ونشان نہیں، تاریکی مسلط ہے۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ یہ عظیم الشان معراج اگر روشنی میں ہو۔ فوراً غیبی ندا ہوتی ہے فرشتو! اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں نے اپنے حبیب کے چہرہ انور پر اپنی صفت غیرت کے ستر ہزار پردے ڈال رکھے ہیں، ان میں سے صرف ایک پردہ اٹھادو سارا عالم روشن ہوجائے گا تمام روشنی اس نور کے سامنے بے نور ہوجائیں گی۔ حضرت جبرئیل فرشتوں کی کثیر جماعت کے ساتھ حاضر خدمت اقدس ہوتے ہیں دیکھا کہ سرکار آرام فرما ہیں قدموں کو بوسہ دیتے ہیں، سرکار بیدار ہوتے ہیں، آگے کا نقشہ اس شعر میں پڑھیں۔

یہی سماں تھا کہ پیک رحمت خبر یہ لایا کہ چلیے حضرت
تمھاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے
آنکھیں کھلیں تو پوچھا جبریل کہئے کیا ہے؟
جبریل بولے آقا خالق بلا رہا ہے

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ (پ15 سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر1)

ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصا تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے۔ (کنزالایمان)

آیت مذکورہ کی تفسیر میں مفسر قرآن صدرالافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین اشرفی مرادآبادی قدس سرہ فرماتے ہیں: "معراج شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک جلیل معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، اور اس سے حضور کا وہ قرب ظاہر ہوتا ہے جو مخلوق الٰہی میں آپ کے سوا کسی کو میسر نہیں۔ نبوت کے بارہویں سال سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے نوازے گئے۔ مہینہ میں اختلاف ہے مگر اشہر یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کو معراج ہوئی۔ مکہ مکرمہ سے حضور کا بیت المقدس تک شب کے چھوٹے حصہ میں تشریف لے جانا نص قرآنی سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے، اور آسمانوں کی سیر اور منازل قرب میں پہنچنا احادیث صحیحہ معتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے جو حد تواتر کے قریب پہونچ گئی ہیں اس کا منکر گمراہ ہے۔ معراج شریف بحالت بیداری جسم وروح دونوں کے ساتھ واقع ہوئی یہی جمہور اہل اسلام کا عقیدہ ہے، اور اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کثیر جماعتیں اور حضور کے اجلہ اصحاب اسی کے معتقد ہیں، نصوص آیات واحادیث سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔ تیرہ دماغان فلسفہ کے اوہام فاسدہ محض باطل ہیں قدرتِ الٰہی کے معتقد کے سامنے وہ تمام شبہات محض بے حقیقت ہیں۔ حضرت جبریل کا براق لے کر حاضر ہونا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غایت اکرام واحترام کے ساتھ سوار کرکے لے جانا، بیت المقدس میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انبیاء کی امامت فرمانا، پھر وہاں سے سیر سمٰوٰت کی طرف متوجہ ہونا، جبریل امین کا ہر ہر آسمان کے دروازہ کھلوانا، ہر ہر آسمان کے صاحب مقام انبیا علیہم السلام کا شرف زیارت سے مشرف ہونا، اور حضور کی تکریم کرنا، احترام بجالانا تشریف آوری کی مبارکبادیں دینا، حضور کا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف سیر فرمانا وہاں کے عجائب دیکھنا، اور تمام مقربین کی نہایت منازل سدرۃ المنتہیٰ کو پہنچنا، جہاں سے آگے بڑھنے کی کسی ملک مقرب کو مجال نہیں ہے، جبریل امین کا وہاں معذرت کرکے رہ جانا پھر مقام قرب خاص میں حضور کی ترقیاں فرمانا، اور اس قرب اعلیٰ میں پہونچنا کہ جس کے تصور تک خلق کے اوہام وافکار بھی پرواز سے عاجز ہیں، وہاں مورد رحمت وکرم ہونا، اور انعامات الٰہیہ اور خصائص نعم سے سرفراز فرمایا جانا اور ملکوت سماوات وارض اور ان سے افضل وبرتر علوم پانا اور امت کے لیے نمازیں فرض ہونا حضور کا شفاعت فرمانا، جنت ودوزخ کی سیریں اور پھر اپنی جگہ واپس تشریف لانا، اور اس واقعہ کی خبریں دینا کفار کا اس پر شور شیں مچانا اور بیت المقدس کی عمارت کا حال اور ملک شام جانے والے قافلوں کی کیفیتیں حضور سے دریافت کرنا حضور کا سب کچھ بتادینا، اور قافلوں کے جو احوال حضور نے بتائے قافلوں کے آنے پر ان کی تصدیق ہونا، یہ تمام صحاح کی معتبر احادیث سے ثابت ہے اور بکثرت احادیث ان تمام امور کے بیان اور ان کی تفاصیل سے مملو ہیں"۔ (خزائن العرفان)

رئیس المحققین، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید شاہ محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی کچھوچھوی آیت کریمہ سبحانَ الَّذِی اَسرٰی بِعَبدِہٖ الخ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "اس شب کا مختصر قصہ یہ

ہے کہ حضرت جبرئیل ملائکہ علیہم السلام کے ایک گروہ کے ساتھ حاضر ہوئے اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا کے حجرے سے مسجد حرام میں لے گئے، سینۂ مبارک شق کیا دلِ حق منزل کو دھو کر پھر اپنے مقام پر رکھ دیا، پھر براق پر سوار کیا اور تھوڑی ہی دیر میں بیت المقدس پہنچا دیا- حضرت سلطان الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء نے بیت المقدس میں ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کو دیکھا اور اُن کی امامت فرمائی، پھر صحرہ معظم پر سے براق پر یا معراج نام کے زینے کے ذریعہ یا شہپر جبرئیل پر سوار ہو کر آسمانی سفر کے لیے روانہ ہو گئے-

پہلے آسمان پر حضرت آدم، دوسرے پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ، تیسرے پر حضرت یوسف، چوتھے پر حضرت ادریس پانچویں پر حضرت ہارون، چھٹے پر حضرت موسیٰ، ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا اور اُن کو سلام کیا، اعزاز واکرام کے ساتھ سبھوں نے جواب دیا- سدرۃ المنتہیٰ، بیت المعمور، حوض کوثر، نہر الرحمۃ، نظرِ مبارک سے گزریں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام "حجاب نور" کے قریب آپ کی رفاقت سے باز رہے اور عرض کی کہ "اگر اب ایک ذرّہ بھی بڑھوں تو جل جاؤں"- وہاں سے تنہا نورانی حجابات قطع فرماتے ہوئے ایسے مقام پر پہنچے کہ براق بھی چلنے سے باز رہا، پھر رفرف پر آپ سوار ہوئے اور پایۂ عرش کے قریب پہنچے اور ہزار بار دربارِ الٰہی سے "اُدنُ مِنّی" "قریب ہو جا مجھ سے"، کا خطاب سنا اور ہر بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ہی ترقی حاصل ہوئی- یہاں تک کہ مقام دَنَا پر قدم مبارک رکھا اور وہاں سے فَتَدَلّٰی کی نظر گاہ پر پہنچے- پھر کَانَ قَابَ قَوسَینِ اَواَدنٰی کی خلوت خاص میں داخل ہوئے، فَاَوحٰی اِلٰی عَبدِہٖ مَآ اَوحٰی کے اسرار سنے-

اسی مقام قرب پر "اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ" کے پاکیزہ کلمات سے ثنائے الٰہی ادا کی" اور اَلسَّلَامُ عَلَیکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ" کے خطاب سے اعزاز واکرام پایا، اور اس سلام کی خلعت میں اپنی امت کو داخل فرمایا کہ " اَلسَّلَامُ عَلَینَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِین "اور پھرتے وقت جنت اور اس کے درجات اور دوزخ اور اس کے درکات آپ کو دکھائے گئے، اور نماز کا ہدیہ امتِ مرحومہ کے واسطے معین ہوا، اور آپ بیت المقدس میں پھر آئے اور مکہ معظمہ کی طرف متوجہ ہوئے- راہ میں قریش کے قافلے دیکھے-

یہ سارا سفر مکہ شریف کی رات کے ایک مختصر سے حصے میں پورا ہو گیا، عقل انسانی جس کو سمجھنے سے قاصر ہے- اسی لیے جب رات گزری اور صبح ہوئی، تو آپ نے معراج کا قصہ بیان فرمایا- مسلمانوں نے تصدیق کی اور کافروں نے کہا" کہ یہ بات عقل سے بہت بعید ہے چنانچہ انھوں نے آپ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھیں -فوراً وہ مسجد حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے صورت پکڑے موجود تھی - جو کچھ کفار پوچھتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے تکلف بتا دیتے - کافروں نے اپنے قافلوں کی خبر پوچھی، آپ نے مفصل کہہ دی- توفیق الٰہی جس کے شامل حال نہ ہوئی، اس نے انکار اور تکذیب میں مبالغہ کیا- غرض کہ حق تعالیٰ نے آپ کو معراج پر بلایا تاکہ آپ ملک اور ملکوت کی نشانیاں دیکھیں اور اُن کا حال اہل عالم سے کہیں -اور مطلب یہ تھا کہ منکروں کی تکذیب اور اقرار کرنے والوں کی تصدیق ظاہر ہو جائے، اور منافق موافق میں امتیاز ہو جائے - ایمان والوں نے تصدیق کی، تو اُن کے ایمان کی معراج ہو گئی اور کافروں نے تکذیب کی، تو اُن کے کفر کی معراج ہو گئی - (سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی)

الحمدللہ ثم الحمدللہ! زہے نصیب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا، اور خیر امت کے شرف سے مشرف فرمایا- یہ وہ رسول ہیں جن کے طفیل کائنات تخلیق کی گئی، یہی وہ آقا ہیں جن کا تذکرہ دائمی ہوتا رہے گا- کان جدھر لگائیے تیری ہی داستان ہے- روز حشر جہاں انبیائے کرام علیہم السلام "اِذھَبُو اِلٰی غَیرِی "کی صدائیں دیں گے مگر ہمارے آقا "اَنَا لَھَا اَنَا لَھَا " فرما کر گنہگاروں کو اپنے دامن کرم میں لے کر شفاعت فرمائیں گے-

قیامت بھی اسی لیے قائم ہوگی کہ وہاں اولین وآخرین دیکھ لیں کہ اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کس درجہ ارفع واعلیٰ ہے- ورنہ رب تعالیٰ کی ذات تو یہ ہے کہ وہ علیم بذات الصدور ہے، وہ عٰلم الغیب والشہادہ ہے- وہ جسے چاہے اپنے فضل سے جنت بھیج دے، اور جسے چاہے اپنے عدل سے جہنم بھیج دے، کسی کو کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوگی- مگر اس کے باوجود روز حشر میزان ہوگا، نامہ اعمال تولے جائیں گے، حساب ہوگا، پل صراط سے گزرنا ہوگا وغیرہ وغیرہ-

اخیر میں ہم یہ عرض کر دیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلاۃ والسلام کے صدقے طفیل ہم پر کتنا بڑا کرم فرمایا کہ پچاس وقت سے تخفیف فرما کر محض پانچ وقت کی نماز فرض فرمائی، مگر ثواب میں کوئی کمی نہیں کی- پانچ وقت کی نماز پڑھیے اور ثواب پچاس وقت کی نماز کا پائیے- (سبحان اللہ) ****

بزم تصوف

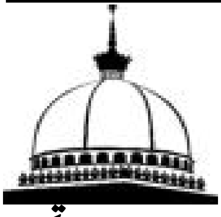

سلطان الہند حضرت خواجہ
معین الدین چشتی اجمیری کی تعلیمات

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اولیاے کرام کا مقام و مرتبہ بہت ارفع و اعلیٰ ہے، انھیں رب تعالیٰ کا قربِ خاص حاصل ہے، ان مقبولانِ بارگاہ کا دل ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہتا ہے، ان کے شب و روز تسبیح و تہلیل میں گزرتے ہیں، ان کا دل اللہ و رسول کی محبت سے لبریز ہوتا ہے، انھیں مخلوق کی تربیت و رہنمائی کا فریضہ بھی سونپا جاتا ہے، ان حضرات نے ہمیشہ اپنے پاکیزہ کردار کے ذریعے لوگوں کو پیار، محبت، اخلاق، ضبطِ نفس اور باہمی رَواداری کا پیغام دیا، معاشرے کے دھتکارے ہوئے لوگوں کو اپنے سینے سے لگایا، شدت و انتہاپسندی کی نفی کی، اسلام کے پیغام کو مخلوق خدا تک پہنچانے میں ان حضرات کا کردار اور جدوجہد، مثالی اور تاریخی اہمیت کا حامل ہے، انہی نفوسِ قدسیہ میں سے ایک برگزیدہ ہستی، سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری سنجری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کی ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں لاکھوں افراد نے اسلام قبول کیا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علم و فضل اور تعلیمات کا فیض آج بھی جاری و ساری ہے۔

مختصر حالاتِ زندگی: حضور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت 536ھ مطابق 1141ء میں سجستان میں ہوئی۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ، 7/645، 646، ملتقطاً)

بچپن ہی میں ایک بزرگ حضرت ابراہیم قندوزی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ میں طلبِ حق کا جذبہ پیدا ہوا، اس سلسلے میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سمرقند اور بخارا کے سفر بھی اختیار فرمائے، مختلف اساتذۂ کرام سے علومِ ظاہری کے حصول اور اس کی تکمیل کے بعد، حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علومِ باطنی کا ارادہ فرمایا، اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شرفِ بیعت حاصل کیا، اس کے بعد بیس 20/ سال تک اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر رہ کر رُوحانی فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہے، اسی دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیرو مرشد کے ہمراہ حرمین شریفین بھی حاضر ہوئے، جہاں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو خرقۂ خلافت عطا کیا گیا، اپنے مرشد سے رخصت کی اجازت ملنے کے بعد، آپ نے مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے لاہور (موجودہ پاکستان) تشریف لائے، اور حضور داتا علی ہجویری گنج بخش کے مزار شریف پر چند روز معتکف رہنے کے بعد ہندوستان تشریف لے گئے۔

("دلیل العارفین" تذکرہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، ص:9)

اجمیر میں تشریف آوری: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پتھورا رائے (پرتھوی راج کے دَور حکومت میں اجمیر تشریف لائے، اور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوگئے، پتھورارائے اس زمانہ میں اجمیر میں ہی مقیم تھا، ایک روز اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کو کسی وجہ سے ستایا، آپ نے اسے پیغام بھیجا کہ اسے مت ستاؤ! لیکن اس کا سر غرور و تکبر سے بھرا ہوا تھا، وہ باز نہ آیا اور اس مرید کے بارے میں ناشائستہ کلمات کہے، تو آپ نے فرمایا: "پتھورارا زندہ گرفتہ بدستِ لشکرِ اسلام دادم" یعنی "پتھورا کو زندہ گرفتار کر کے میں نے لشکرِ اسلام کے ہاتھ میں دے دیا۔" انہی ایام میں شہاب الدین غوری لشکر لے کر غزنی سے ہندوستان پر حملہ آور ہوئے، پتھورا نے مقابلہ کیا، لیکن اللہ کے حکم سے زندہ گرفتار ہو گیا۔ (مرآۃ الاسرار، مترجم، 599، ملتقطاً)

سرزمینِ ہندوستان میں سلسلۂ چشت کا ارتقاء:

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہندوستان میں سلطان اولیاء اور سلسلۂ چشتیہ کے بانی ہیں، یہ سلسلہ "خراسان" کے ایک مشہور شہر "چشت" سے منسوب ہے، حضرات صوفیائے کرام نے اس شہر کو تزکیۂ نفس اور اصلاحِ باطن کا مرکز بنایا، جس کے باعث یہ سلسلہ اس شہر کی نسبت سے "چشتیہ" کہلانے لگا، سلسلۂ چشتیہ کے بانی شیخ ابو اسحاق شامی ہیں، جنھوں نے "چشت" شہر پہنچ کر رشد و ہدایت اور اصلاحِ باطن کا ایک مستحکم نظام قائم فرمایا،

ہندوستان کا رُخ کرنے والے سب سے پہلے چشتی بزرگ، حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ تھے، لیکن اس سرزمین پر اس سلسلے کو پروان چڑھانے اور پھیلانے کا سہرا، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے۔(" تاریخ مشائخ چشت "، ص:155)

امام اہل سنت کی غریب نواز سے محبت وعقیدت:

امام اہل سنت امام احمد رضا بھی حضور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت و محبت رکھتے تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک بار خواب میں اور دو بار بنفس نفیس اجمیر شریف تشریف لاکر، حضور خواجہ صاحب کے مزار پرانوار پر حاضری دی، ایسی ہی ایک حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے، ماہرِ رضویات ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "اعلیٰ حضرت امام احمد رضا 1904ء میں اپنے دوسرے حج و زیارت سے واپسی پر، احمد آباد اور نوساری (سورت صوبہ گجرات) کا سفر کرتے ہوئے اجمیر شریف پہنچ کر، بارگاہ خواجہ میں حاضر ہوئے، حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے سرکار خواجہ غریب نواز اجمیری کے مزار مبارک پر حاضری دی، انھیں حضرت خواجہ (معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ) سے بڑی عقیدت و محبت تھی، وہ سرکار خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات، اختیارات و تصرفات اور کرامات بیان کر کے ان کی عظمت و بزرگی ظاہر کرتے ہیں، مزار خواجہ کو مقاماتِ اجابت میں شمار کرتے ہیں، انھیں سلطان الہند اور غریب نواز مانتے ہیں۔(اجمیر معلی میں اعلیٰ حضرت "ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی)

اسی حاضری کے بارے میں وکیل اعلیٰ حضرت سید حسین علی رضوی نے اپنی کتاب "دربار چشت" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ حاضری ایسی عقیدت و محبت کی حامل تھی، کہ ہم خدام آستانہ اور تمام مسلمانانِ اجمیر کے دلوں پر نقش کر گئی۔"

("ماہنامہ سنی دنیا" دسمبر 2008ء، بحوالہ "دربار چشت"، ص:10)

ہندوستان کے بت کدوں میں "اللہ اکبر" کی صدائیں:

حضور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اسلام کے لیے بے پناہ خدمات ہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رشد و ہدایت، وعظ و نصیحت اور باطنی توجہ کے ذریعے ہندوستان کے بت کدوں میں "اللہ اکبر" کی صدا بلند فرمائی، حضرت سید محمد بن مبارک کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "سیر الاولیاء" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "ملک ہندوستان اپنے آخری مشرقی کنارہ تک کفر و شرک کی بستی تھی، لوگ اینٹ، پتھر، درخت جانور، گائے، گوبر کو سجدہ کرتے تھے، کفر کی ظلمت سے ان کے دل تاریک و مقفل تھے، ایسے میں حضور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدم مبارک کا اس ملک میں پہنچنا تھا کہ اس ملک کی ظلمت، نورِ اسلام میں تبدیل ہوگئی، جو فضا شرک کی صداؤں سے معمور تھی، اب وہ "اللہ اکبر" کے نعروں سے گونجنے لگی، اس ملک میں جس کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی، اور قیامت تک جو بھی اس دولت سے مشرف ہوگا، نہ صرف وہ بلکہ اس کی اولاد در اولاد اور نسل در نسل سب کا ثواب ان کے نامۂ اعمال میں ہوگا، اور قیامت تک شیخ الاسلام خواجہ معین الدین سنجری اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح کو پہنچتا رہے گا۔(دیکھیے: "دلیل العارفین" مترجم، تذکرہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، ص:11، ملتقطاً)

حضور خواجہ غریب نواز کے فرامین وارشادات:

اگر حضور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے فرامین وارشادات کا جائزہ لیا جائے، تو ہمیں ان میں بھی فرائض و واجبات کی پابندی، گناہوں سے نفرت، دنیا سے بے رغبتی، اور ظاہر و باطن کی اصلاح کا ہی درس ملتا ہے، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی نے اپنے مرشد حضور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے ملفوظات کو "دلیل العارفین" میں جمع فرمایا ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی تعلیمات کو نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ خواجہ صاحب نے فرمایا:

(1)- کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عزت میں نماز کے بغیر قُرب حاصل نہیں کر سکتا؛ کیونکہ یہی نماز "معراج المؤمنین" ہے، نماز ایک راز ہے جسے بندہ اپنے پروردگار سے بیان کرتا ہے، اور راز کہنے کے لیے بندے کو ایسا قرب حاصل ہوتا ہے، جو اس راز کے لائق ہوتا ہے، اور اصل راز کی باتیں تو صرف نماز ہی میں کہی جاسکتی ہیں۔

(دلیل العارفین، پہلی مجلس، ص:15، ملتقطاً)

(2)- نماز کو صحیح طریقے سے ادا کرنے کی تلقین کرتے ہوئے خواجہ غریب نواز نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص نماز کا حق ادا نہیں کرتا (یعنی خشوع و خضوع سے نماز نہیں پڑھتا)، فرشتے اس کی نماز کو آسمان پر لے جانے کی کوشش کرتے ہیں، مگر اس کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے، بارگاہ الٰہی سے حکم آتا ہے کہ اس نماز کو واپس لے جاؤ، اور اسے نمازی کے منہ پر مارو، اس وقت یہ نماز اپنی

زبان حال سے کہے گی کہ اے نمازی! تونے مجھے ضائع کر دیا۔
(دلیل العارفین، دوسری مجلس، ص:26)

(3)- دنیا سے بے رغبتی اور فکرِ آخرت کی ترغیب دیتے ہوئے، ایک بار حضور خواجہ صاحب نے ایک بزرگ کا حال سنایا، اور پھر آخر میں ان کی ایک نصیحت کا ذکر کیا کہ "اے عزیز! یہ لوگ جو اس قدر دنیا اور دنیاداری میں مشغول ہیں، دراصل یہ اللہ تعالیٰ سے بہت دور جا پڑے ہیں، انھیں اپنے زادِ راہ کی تیاری میں مشغول ہونا چاہیے، ہمارے سامنے ابھی بہت سی منزلیں ہیں، جن سے ہمیں بڑی احتیاط کے ساتھ گزرنا پڑے گا۔" اس کے بعد حضور خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ "اے درویش! اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! (جس دن سے اس بزرگ نے مجھے یہ نصیحت کی ہے) اس دن سے آج تک میں اس غم میں مبتلا ہوں، موت اور قبر کی ہولناکیوں سے پگھل رہا ہوں، اور خوف سے نڈھال ہو رہا ہوں، کہ میرے پاس ایسا کوئی زادِ راہ نہیں، جس کی بدولت میں اس خوف سے نجات پاسکوں۔" (دلیل العارفین، چوتھی مجلس، ص:41)

(4)- احکامِ شریعت کی پاسداری کی تلقین کرتے ہوئے، خواجہ غریب نواز نے ارشاد فرمایا کہ "انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری میں سستی نہ کرے؛ تاکہ وہ جو کچھ چاہے وہی ہو جائے، اور جب کسی شخص کو یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے، تو وہ وہی چاہتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ (دلیل العارفین، چھٹی مجلس، ص:54)

(5)- راہِ سلوک کے مسافروں کو نصیحت کرتے ہوئے، حضور سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے ارشاد فرمایا کہ "سالک جب تک دنیا اور اس کی ہر چیز سے، حتیٰ کہ اپنی ذات سے بھی بے زار نہیں ہو جاتا، تب تک وہ اہلِ سلوک میں داخل نہیں ہو سکتا، اور جو شخص مذکورہ شرائط کو پورا نہیں کرتا، وہ اہلِ سلوک میں کذّاب اور جھوٹا شمار ہوتا ہے۔" (دلیل العارفین، نویں مجلس، ص:79)

(6)- اللہ رب العالمین سے سچی محبت کرنے والوں کی پہچان بتاتے ہوئے، حضور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کی محبت میں وہ شخص سچا ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر (بوجہ شرعی) ماں باپ، بیٹوں اور بھائیوں سے بھی قطع تعلق کرے۔" (دلیل العارفین، دسویں مجلس، ص:98)

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ماں باپ، بہن بھائیوں یا اولاد کی خاطر کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے، اگر وہ اپنی دنیاوی عیش و عشرت کے لیے اسے خلاف شرع کام کرنے پر مجبور کریں، تو ان کی بات نہ مانے، اور اگر وہ خود کسی ایسے خلاف شرع کام کا ارتکاب کرتے ہوں، جس کے باعث شرعی طور پر ان سے قطع تعلق کرنا جائز ہو، اور سمجھانے کے باوجود وہ اس خلاف شرع کام سے باز نہ آئیں، تو ان سے تعلق نہ رکھے۔

(7)- اللہ تعالیٰ کن صفات کے حامل لوگوں کو دوست رکھتا ہے؟ اس سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے حضور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے ارشاد فرمایا کہ "یہ تین خوبیاں جس میں ہوں، اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے: ایک دریا جیسی سخاوت (کہ سب کو نواز دے)، دوسری آفتاب کی طرح شفقت (کہ سب پر مہربانی کرے)، تیسری زمین کی مانند تواضع (کہ ہر ایک کے لیے عاجزی و انکساری کرتے ہوئے بچھ جائے)۔

(8)- اچھی صحبت اختیار کرنے اور بری صحبت سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے، حضور خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ "نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر، اور برے لوگوں کی صحبت بدی کرنے سے بدتر ہے۔" (اخبار الاخیار، خواجہ معین الحق والدین، ص:230)

وصال شریف: حضور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اللہ رب العالمین کے پسندیدہ اور مقبولانِ بارگاہ بندوں میں سے ہیں، بارگاہِ الٰہی میں ان کی شان و عظمت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ علم و عرفان کی برکتیں لٹاتے ہوئے ،6/ رجب المرجب 633 سنِ ہجری (دیکھیے: "اخبار الاخیار" مترجم، ص:47) کو جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وصال فرمایا، تو آپ کی نورانی پیشانی پر یہ نقش ظاہر ہوا: "حبيب الله مَاتَ فِي حُبِّ الله"
("اخبار الاخیار" مترجم، ص:47)

"اللہ تعالیٰ کا حبیب اللہ کی محبت میں انتقال کر گیا۔

آپ کا مزار شریف ہندوستان کے شہر اجمیر میں واقع ہے، جہاں تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار شریف پر حاضر ہو کر، اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں حضور خواجہ غریب نواز کی سیرت طیبہ اور ان کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، اور اپنے تمام اولیا سے سچی محبت کرتے رہنے کی سعادت نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔ *****

مکتوبات کلیمی

شاہ محمد انور علی سہیل فریدی

قلم ایسی شئ ہے جس کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ لکھنے کا سارا کام اس سے کیا جاتا ہے۔ اس کی عظمت اور اعلیٰ شان کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ رب العالمین نے قرآن مجید میں قلم کی قسم کھائی ہے اس نام سے قرآن مجید میں ایک سورہ ہے جس کا نام ”القلم“ ہے یہ سورہ انتیسویں پارے میں ہے۔ صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی خزائن العرفان میں لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم ذکر فرمائی اس قلم سے مراد یا تو لکھنے والوں کے قلم ہیں جن سے دینی دنیوی مصالح وفوائد وابستہ ہیں، یا معلمِ اعلیٰ مراد ہے۔ اس کا طول فاصلۂ زمین و آسمان ہے، اس نے بحکمِ الٰہی لوح محفوظ پر قیامت تک ہونے والے تمام امور لکھ دیے۔“ (خزائن العرفان)

قلم کی تاریخ کتنی قدیم ہے، اس کی تاریخ نہیں ہے۔ فرشتوں نے قلم سے رب کے حکم سے مقدرات (قسمیں) لکھے، انھوں نے وہی لکھا جس کا رب نے حکم دیا۔ اس نوشتہ کو ایک محفوظ مقام لوح محفوظ پر رکھ دیا گیا۔ اس سے اس کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ رب العالمین نے قرآن مجید کے علاوہ جو بھی کتاب اور صحائف نازل فرمائے وہ سب نوشتہ یعنی لکھے ہوئے تھے اور لکھے ہوئے آسمان سے اترے۔ تابوت سکینہ جس کا ذکر قرآن مجید کی ۔ سورہ بقر کی آیت 248 میں ہے، اس رحمت والے صندوق میں حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام توریت کی الواح (تختیا) کے ساتھ اپنا ملبوس، ضروری سامان اور نعلین رکھتے تھے۔ دین ودنیا کا زیادہ تر کام تحریر کی شکل میں ہوتا ہے قرآن مجید میں بھی اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ جب تم کسی سے لین دین کیا کرو اس کو لکھ لیا کرو۔ تحریر کی عظمت اور وقعت کا لکھنے اور لکھانے والے کی شخصیت، شائستگی، راست بازی، عظمت اور بزرگی سے ہوتا ہے۔ تحریر مختلف قسم کی ہوتی ہے جو تحریر کسی کاغذ تانبا پیتل چاندی وغیرہ دھات پر شاہی دربار میں بادشاہ وقت کی طرف سے لکھی جاتی ہے وہ فرامین (شاہی فرمان) کہلاتے ہیں۔ جو تحریر افسران کی طرف منسوب ہوتی ہے وہ سرکاری کاغذ کہلاتا ہے، جو خط یا چٹھی کی شکل میں لکھی تحریر ہوتی ہے اس کو مکتوب کہتے ہیں۔ مکتوب کا معنی لکھا ہوا لکھا گیا خط اور چٹھی کے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں مکتوب لکھنے کی ابتدا دور نبوی صلی اللہ علی وسلم میں ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ وسلم نے حالات کے پیش نظر ہم عصر بادشاہوں، عرب کے حکمرانوں، قبائلی سرداروں، ہم سایہ قوموں اور افراد کے نام خطوط تحریر فرمائے، ان کی تعداد تین سو300 کے قریب ہے۔ یہ خطوط آپ نے ہجرت کے بعد تحریر کرائے۔ ان میں سے 139 خطوط ایسے ہیں جن کا اصل متن موجود ہے، اور 86 خطوط وہ ہیں جن کا صرف مفہوم کتب میں ذکر گیا گیا ہے (مکتوبات نبوی)

صلح حدیبیہ کے بعد سن 7 ہجری میں آپ نے اسلام کی پر امن دعوت کو دنیا کے بیشتر ملکوں اور سلاطین سلطنت تک پہنچانے کے لیے مختلف نمائندوں کو اپنے خطوط کے ساتھ بھیجا۔ آپ نے جن کو خطوط بھیجے ان کے نمایاں نام یہ ہیں:

شاہ حبشہ اصحمہ نجاشی، شاہ روم قیصر ہرقل، شاہ فارس کسریٰ (ایران) خسرو پرویز، شاہ اسکندریہ و مصر مقوقس، شاہ بحرین منذر بن ساویٰ، شاہ عمامہ ہوزہ بن علی، شاہ دمشق حارث غانی، شاہ عمان جیفر دعید، اہل نجران، مسیلمہ کذاب، بنو جذامہ، بنو بکر بن وائل ذی الکاع (تاریخ اسلام) ابوسفیان، پاپائے اعظم روم ضغاطر، حضرت خالد بن ولید، حضرت معاذ بن جبل، بنی زہیر کے نام بھی مکتوبات ہیں۔ (مکتوبات نبوی)

گذشتہ دو صدیوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ 6 مکتوبات شریف اپنی اصلی حالت میں دستیاب ہو چکے ہیں، یہ مکاتیب نجاشی شاہ حبشہ، منذر بن ساوی گورنر بحرین، قیصر روم ہرقل، شاہ مصر و اسکندریہ مقوقس، شہنشاہ ایران خسرو پرویز کسریٰ اور شاہ عمان جیفر وعیدان کے نام ہیں۔ (مکتوبات نبوی)

یہ مکاتیب عجائب خانوں Museum میں محفوظ ہیں۔

حبش کے بادشاہ اصحمہ نجاشی کے نام آپ کے تین مکتوب ہیں۔ ایک مکتوب اس کے جانشین کے نام بھی ہے۔ 9ھ/630ء میں

صدر انجمن محبان صوفیا، سجادہ نشیں خانقاہ فریدیہ، بدایوں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس آرہے تھے، راستہ میں وحی کے ذریعہ شاہ حبش کے انتقال کی خبر ملی۔ آپ نے اس کے جانشین کو ایک مکتوب لکھا جس میں اسلام لانے کی دعوت دی۔ آپ خط کی ابتدا اللہ کے نام سے کرتے اس کے بعد اپنا نام مبارک لکھتے، اسکے بعد جس کو مکتوب لکھتے اس کا نام لکھتے۔ آج کل خط لکھنے کا طریقہ بدل گیا ہے۔ شاہ حبش کو جو نامہ مبارک لکھا گیا وہ جھلی پر ہے، اس کی لمبائی 13 انچ اور چورائی 9 انچ ہے۔ اس میں مہر مبارک کے علاوہ سولہ سطریں ہی۔ اس کی ابتدا اس طرح ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی النجاشی عظیم الحبشہ

مکتوب کے آخیر میں والسلام علی من اتبع الھدیٰ.

محمد رسول اللہ

لکھا ہے۔ یہ نامہ مبارک ترکیہ کے عجائب خانہ توپ کاپی میں محفوظ ہے۔ اس عجائب خانے میں آثار مبارک کا ذخیرہ ہے۔ دہلی کی شاہی جامع مسجد کے درگاہ آثار شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے دست مبارک کا اونٹ کی کھال پر نوشتہ نصف کلام اللہ کوفی رسم الخط میں محفوظ ہے۔ ایران کے بادشاہ خسرو پرویز نے تکبر میں آکر آپ کا نامۂ مبارک چاک کردیا، خدا نے اس کی حکومت کو چاک کردیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایران فتح ہوا اور اسلامی حکومت میں شامل ہو گیا اس طرح عرب کے ساتھ عجم پر بھی اسلامی جھنڈا لہرانے لگا۔ چاک شدہ نامہ مبارک عجائب خانہ میں محفوظ ہے۔ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مکتوب "جن" کے نام بھی ہے، یہ مکتوب آپ کے حکم سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لکھا! اور نبی اکرم صلی اللہ وسلم کے حکم پر صحابیِ رسول حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو دیا۔

صحابۂ کرام اور مشائخ عظام نے آپ کی سنت پر عمل کیا۔ یہ عمل مفید ثابت ہوا اس نے بڑا کام کیا، اس سے دین کی تبلیغ ہوئی، دلوں میں محبت پیدا ہوئی، معاشرے کی اصلاح ہوئی اور تصوف کا چرچا عام ہوا۔ دنیا کے جس خطے سے "میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا" اور جس ملک سے اللہ والوں کی خوشبو محسوس ہوئی اس جنت نشان ملک کے مخلص بندوں یعنی اولیا اللہ نے مکتوب کے ذریعہ تصوف اور اسلام کو عام کیا، نفرت کے بازار میں محبت کا چراغ روشن کیا اور دلوں کو جوڑا۔ انھوں نے عوام خواص، امرا، فقرا، خلفا، شاہان وقت اور حکمرانوں کو خطوط لکھے، انھوں نے مکتوبات کے ذریعہ ان کی دینی اور دنیاوی تربیت کی اور راہ حق صراط مستقیم سے آگاہ کیا۔ حضرت بابا فرید گنج شکر نے حاکم وقت کو ایک ضرورت مند کی حاجت روائی کے لیے سفارشی خط لکھا۔ مخدوم جہاں اور حضرت مجدد الف ثانی نے امراء، سلاطین کو خطوط لکھے ان مکتوبات نے وہی کام کیا جو گفت وشنید سے ہوتا ہے۔ مشائخ ہند میں دو ایسے دین نامور بزرگ ہوئے ہیں جن کے مکتوبات کی شہرت دنیا میں ہوئی، یہ دو بزرگ ہیں مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین فردوسی بن احمد یحییٰ منیری اور امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی۔ حضرت مخدوم جہاں کے مکتوبات "مکتوبات صدی" اور "دو صدی" نام سے مشہور ہیں۔ اس میں 100 اور 200 مکتوبات ہیں۔ مکتوبات صدی میں زیادہ تر مکتوب مرید خاص حاکم چوسہ قاضی شمس الدین کے نام ہیں۔ مکتوبات دو صدی میں مختلف لوگوں کے نام مکتوب ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے 28 مکتوبات کا مجموعہ "بست و ہشت" کے نام سے ہے، یہ سب خطوط چہیتے مرید خواجہ سید مظفر بلخی کے نام ہیں جن کے بارے میں آپ نے فرمایا "تن مظفر جان شرف الدین جان مظفر تن شرف الدین"۔ مولانا سید مظفر بلخی کو مخدوم جہاں نے دو سو سے زیادہ خطوط لکھے۔ خواجہ مظفر بلخی نے وصیت فرمائی کہ ان خطوط کو میرے ساتھ قبر میں دفن کردیا جائے۔ اتفاق ہے اٹھائیس 28 خطوط دفن ہونے سے رہ گئے اور وہ "بست وہشت" نام سے شائع ہوئے۔

مکتوبات کی افادیت کے بارے میں اتنا لکھنا کافی ہے کہ حضرت مخدم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری بن سید احمد کبیر بخاری سے کسی شخص نے دریافت کیا، کوئی ایسی کتاب بھی ہے جس کو آپ ابھی تک سمجھ نہیں سکے۔ آپ نے فرمایا: ہاں، مکتوبات شیخ شرف الدین ہیں جن کے بعض مقامات ابھی تک سمجھ میں نہیں آئے ہیں۔" آپ کی درگاہ بہار شریف ضلع نالندہ صوبہ بہار میں ہے۔ حضرت مجدد صاحب کے مکتوبات مکتوبات امام ربانی کے نام سے مشہور ہیں، اس کے تین حصے ہیں۔ دفتر اول دوم و سوم - ان کی تعداد 536 ہے۔ مکتوبات امام ربانی کی افادیت کا زمانہ معترف ہے۔ علام عبدالحکیم سیالکوٹی نے اصحاب الکرام میں لکھا ہے کہ؛ "کتاب اللہ اور احادیث کے بعد اسلامی کتب میں سب سے افضل "مکتوبات امام ربانی" ہیں

جن کا پوری دنیا میں کوئی جواب نہیں ہے۔"

فاضل جلیل شیخ میرک شاہ سے شاہ جہاں بادشاہ ہند نے دریافت کیا کہ سلطان روم کی خدمت میں ہندوستان کا کون سا ایسا تحفہ پیش کروں جس کی نظیر روم میں بھی نہ ہو؟ آپ نے فرمایا "مکتوبات امام ربانی" پیش کردیں، کیوں کہ یہ وہ پاکیزہ عجوبہ ہے جس کی مثال دنیا میں نہیں ہے"۔

بائیس خواجگان کی چوکھٹ کی جانے والی حضرت دہلی کے خواجگان میں حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ ولی شاہ جہان آبادی کی شخصیت بہت اہم ہے۔ آپ سے سلسلہ چشتیہ کی تجدید کا دور شروع ہوتا ہے۔ دہلی ہیں سلسلہ چشتیہ کی بنیاد حضرت خواجہ قطب صاحب نے رکھی۔ حضرت بابا صاحب نے اس کی شہرت ہفت اقلیم میں کی۔ آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کا دور اس سلسلہ عالیہ کا سنہرا دور تھا۔ آپ کی مبارک ذات سے یہ سلسلہ دور تک پہنچا، آپ کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین چشتی نے اس سلسلہ عالیہ کو رونق بخشی، آپ چراغ دہلی تھے، اس کی روشنی سے دہلی جگمگا اٹھا، پروانے اس شمع کے چاروں طرف رقص کرنے لگے۔ آپ کے بعد دہلی میں سلسلہ کا وہ کام نہیں ہوا جو ان حضرات کے زمانہ میں ہوا تھا۔ آپ کے دو مشہور خلیفہ جو دہلی شریف میں خانقاہ نظامیہ کے ایک حجرے میں رہتے تھے، آپ کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت دہلی کو خیر باد کہ کر دو الگ سمت میں چلے گئے۔ حضرت میر (شیخ) صلاح الدین جرجانی نے دادا پیر حضرت شیخ نظام الدین اولیا کی جائے پیدائش مدینۃ الاولیا بدایوں شریف کی راہ لی اور قلعہ کا بھرتول دروازہ جو جائے پیدائش سے قربت رکھتا تھا کے قریب سکونت اختیار کی، بعد میں بلرام ضلع کاس گنج یوپی تشریف لے گئے اور وہاں کے شاہ ولایت ہوئے۔ بدایوں کا چودھری خانوادہ "صدیقی" جس کے افراد چودہ گاؤں (14) میں آباد ہیں کے افراد آپ سے وابستہ ہوئے، یہ وابستگی ابھی تک قائم ہے۔ حضرت بندہ نواز گیسو دراز خواجہ سید محمد دکن چلے گئے اور وہاں چشتیہ بساط بچھائی اور سلسلہ کا خوب کام کیا۔ وہاں آپ کو عام مقبولیت حاصل ہوئی جس قدر آپ کی شہرت دکن میں ہوئی اتنی شہرت اور مقبولیت کسی اور شیخ کو حاصل نہیں ہوئی۔ جب قطب زمانہ شیخ کلیم اللہ کا زمانہ آیا شاہ جہان آباد آباد ہوا، حضرت شیخ کو اس علاقہ کی قطبیت عطا ہوئی اور آپ شیخ کلیم اللہ سے شیخ کلیم اللہ ولی مشہور ہوئے۔ یہ تخم دکن سے مدینہ منورہ کی زیارت کرتا ہوا آبائی وطن "حضرتِ دہلی" میں آیا اور یہاں کی خواشگوار فضا میں سایہ دار درخت بنا، سلسلہ چشتیہ میں بہار آئی، بہار رفتہ نو بہار ہو کر آب و تاب کے ساتھ ایک نئے رنگ میں رونما ہوئی اور سلسلہ عالیہ کا احیا ہوا۔

آپ کی شخصیت علمی اعتبار سے بہت بلند تھی خانقاہ کا ماحول علمی اور صوفیانہ تھا، آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں جو مختلف موضوعات پر ہیں۔ قرآن القرآن، عشرۂ کاملہ، سواء السبیل، کشکول (کلیمی) مرقع تسنیم، الہاماتِ کلیمی، رسالہ تشریح الافلاک، شرع قانون مشہور کتب ہیں۔ آپ کا طریقہ تھا کہ خلفا کو خرقۂ خلافت دیتے وقت مرقع اور کشکول کلیمی بھی دیتے۔ آپ کے بعد کے مشائخ طریقت نے اس کو وہی مرتبہ دیا جو پہلے کے مشائخ نے کشف المحجوب اور فوائد الفواد کو دیا تھا۔ مناقب فریدی میں آپ کی تصنیف کردہ کتب کی تعداد 32 لکھی ہے۔ ان تصنیفات کے علاوہ مریدین کی تعلیم و تربیت کے لیے مکتوبات بھی لکھے، ان کی تعداد 132 ہے۔ یہ مکتوبات فارسی میں ہیں، زیادہ تر خطوط شاہ ولایت دکن حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کے نام ہیں، کچھ مکتوبات مولانا محمد، شیخ عبد الرشید، شیخ ضیاء الدین، شیخ علیم اللہ، شاہ عبد اللطیف، شاہ محمد علی، اور دیارام کے نام بھی ہیں۔ تیرہویں صدی کے آخر میں اس سلسلے کے ایک بزرگ حضرت سید محمد قاسم علی کلیمی بن حافظ سید مبارک علی نے ان خطوط کو جمع کیا اور اس کو شائع کیا، وہ مقدمہ میں لکھتے ہیں: بندۂ عاصی محمد قاسم علی کلیمی بن حافظ سید مبارک علی عفی عنہما عرض کرتا ہے کہ چونکہ اس حقیر خلیفہ کو لڑکپن اور جوانی سے اہل دل اور اولیا سے بہت رغبت تھی اور اس نیاز مند کی طبیعت بزرگوں کے حالات سننے سے نہایت محظوظ اور مسرور ہوتی تھی اس لیے اس مبارک زمانے ہیں جو تیرہویں صدی ہجری کا آخر دور ہے، طالبانِ حقیقی کے استفادہ کے لیے یہ اوراق طبع کروا رہا ہوں جس کا نام "مکتوبات کلیمی" ہے۔ اس کا ہر ورق خدائے تعالیٰ کی معرفت کا دفتر ہے۔ فارسی زبان رفتہ رفتہ رخصت ہونے لگی، اس کی جگہ اردوئے معلی نے لی۔ حالات کے تحت اس کے اردو ترجمے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ سالکانِ راہ سلوک اور طالبانِ حقیقت اس سے فائدہ حاصل کریں اور اس کے نور شمع سے اپنے قلوب کو مجلیٰ اور مصفیٰ کر سکیں۔ خدا خوش رکھے جناب قاضی غوث محی الدین صدیقی کو انھوں نے ان مکتوبات کو اردو کا لباس پہنایا، یہ ایک اہم کام تھا جو انھوں نے انجام دیا، اس کے لیے وہ

قابل مبارک باد ہیں، جزاک اللہ خیر الجزاء۔

حضرت شیخ کلیم اللہ ولی کے خلفا کثیر تھے، صحیح تعداد کی فہرست کسی کتاب میں نہیں ملتی، آپ کے چند مشہور خلفا یہ ہیں:

شاہ نظام الدین اورنگ آبادی، مولانا جمال الدین جے پوری، مولانا ضیاء الدین، شاہ محمد ہاشم، مولانا جلال الدین، مولانا محمد علی، مولانا عبد اللطیف، مولانا عبد اللہ، خواجۂ مصطفےٰ مراد آبادی۔ ان خلفاء میں سب سے مشہور اور معروف حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی ہیں۔ حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی اور حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی سے نسبت رکھنے والے دو بزرگ حضرت یوسف صاحب اور حضرت شریف صاحب ہیں، ان کو حیدر آباد میں عام مقبولیت حاصل ہے اور بہت رجوعات ہیں۔ یہ دونوں بزرگ فوج میں ملازم تھے، ایک بار کا واقعہ ہے کہ سخت آندھی آئی، سب کے چراغ گل ہوگئے مگر آپ کا چراغ روشن رہا ہے۔

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغ مقبلاں ہر گز نمیرد

ترجمہ: اگر ساری دنیا آندھی کی لپیٹ میں آجائے تو بھی اللہ کے نیک اور مقبول بندوں کا چراغ روشن ہے گا۔

آپ کی درگاہ "درگاہ یوسفین" کے نام سے مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جو درگاہ یوسفین میں حاضر ہوجاتا ہے وہ انہیں کا ہوجاتا ہے۔ اردو کے مشہور شاعر استاد نواب مرزا داغ دہلوی کی قبر درگاہ یوسفین میں ہے۔

شاہ نظام الدین اورنگ آبادی: حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی حضرت شیخ کلیم اللہ ولی کے مشہور اور سب سے چہیتے مرید ہیں، آپ مرید کے ساتھ مراد بھی ہیں۔ آپ کے بارے میں حضرت شیخ یحییٰ مدنی نے شیخ کلیم اللہ دہلوی کو مدینہ منورہ سے رخصت ہونے کے وقت فرمایا تھا: کلیم اللہ! ہمارے سلسلے کی نعمت کے وارث کا نام نظام الدین ہے، جو تمھارے پاس آئے گا اور بیعت کے وقت وہ یہ بیت زبان پر لائے گا۔

پردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

شیخ نظام الدین یوپی کے مشہور نوابی شہر لکھنو کے مردم خیز خطہ کاکوری یا نگراؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش قیاس کے مطابق 1060 ہجری کی ہے۔ سن ولادت اور جائے پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے۔ شاہ نظام الدین نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی، مزید علم حاصل کرنے کے لیے دہلی آئے۔ اس وقت دہلی ہندوستان کا علمی اور روحانی مرکز تھا۔ جب آپ دہلی آئے حضرت شیخ کلیم اللہ چشتی کا شہرہ سنا۔ آپ حضرت شیخ سے ملاقات کے لیے آپ کی حویلی بازار خانم میں گئے۔ اس وقت آپ کی خانقاہ میں سماع کی محفل ہورہی تھی۔ آپ کی خانقاہ کا دستور تھا کہ محفل سماع کے وقت خانقاہ کے دروازے بند کردیے جاتے تھے، پھر کسی انجان آدمی کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ شاہ نظام الدین نے خانقاہ کے دروازے پر دستک دی۔ شیخ کلیم اللہ نے آواز سن کر ایک مرید کو اشارہ کیا کہ باہر جاکر دیکھو کون شخص ہے۔ خادم نے عرض کیا ایک اجنبی شخص مسکین صورت ملاقات کے لیے آیا ہے اور اپنا نام نظام الدین بتاتا ہے۔ شاہ نظام الدین کا معاملہ کچھ اور ہی تھا وہ خود نہیں آئے تھے بلکہ بھیجے گئے تھے، شیخ کلیم اللہ نے فرمایا فوراً اسے اندر لے آؤ۔ حاضرین کو تعجب ہوا، آپ نے فرمایا "ازیں شخص و نام وے بوئے آشنائی می آید غیر نیست" یہ شخص غیر نہیں ہے بلکہ اس شخص سے اور اس کے نام سے آشنائی کی بو آتی ہے۔ شیخ کلیم اللہ بہت محبت سے ملے اور ان کی ظاہری اور باطنی تعلیم و تربیت قبول کی۔ حضرت شیخ علوم ظاہری اور باطنی دونوں میں یگانۂ عصر تھے۔ آپ خانقاہ شریف میں دونوں علوم کا درس دیتے تھے۔ ایک بار حضرت مرزا مظہر جان جاناں آپ سے ملاقات کے لیے حویلی تشریف لے گئے، دیکھا کہ آپ بخاری شریف کا درس دے رہے ہیں، واپس چلے گئے۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ شیخ کلیم اللہ مجلس سے اٹھے اور فرش کے کنارے تک پہنچے، شاہ نظام الدین نے بڑھ کر آپ کی جوتی (نعلین) اٹھائی اور صاف کر کے رکھ دی۔ حضرت شیخ کو ان کی یہ عقیدت پسند آئی۔ ان کی طرف شفقت بھری نگاہ سے دیکھا اور انتہائی محبت سے فرمایا: تم ہمارے پاس ظاہری علوم حاصل کرنے کے لیے آئے ہو یا باطنی فوائد حاصل کرنے آئے ہو جو زیادہ بہتر اور اچھا ہے۔ آپ نے عرض کیا:

پردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

شعر سن کر آپ کو مرشدِ برحق شیخ یحییٰ مدنی کی پیشین گوئی یاد

آئی جو مدینہ طیبہ میں رخصت کے وقت کی تھی۔ آپ نے شاہ نظام الدین کو مرید کیا اور حسن پیرا یہ سے آپ کی تعلیم و تربیت کی اور خواجگان کی امانت ان کے سپرد کیں اور بہت سی نعمتیں عطا کیں۔ اپنا جانشیں خلیفہ اور صاحب سجادہ بنایا اور دکن جانے کا حکم دیا اور فرمایا وہ علاقہ تمھارے سپرد ہے، تم سے وہاں مخلوق خدا کو راحت اور سکون پہنچے گا اور وہ ہدایت پائیں گے اور اس دیار میں چشتیہ سلسلہ کی رونق دوبالا ہوگی۔ ایک مکتوں میں لکھتے ہیں:

تم کو اللہ تعالیٰ نے دکن کی ولایت عطا فرمائی ہے، تم یہ کام پورے طور پر انجام دو میں نے اس سے قبل تم کو لکھا تھا کہ لشکر میں جاؤ لیکن اب یہ حکم ہے کہ جہاں کہیں ہو اعلاے کلمۃ اللہ میں مصروف رہو اور اپنے جان و مال کو اس میں صرف کردو۔ قبل ازیں می نوشتم کہ بر لشکر بر دید، اکنوں ایں امراست ہر جاکہ باشید در اعلاے کلمۃ الحق باشید۔ (مکتوبات کلیمی، مکتوب:21)

دکن ایسی جگہ نہیں تھی جہاں دین کا چرچا نہ ہوا ہو اور سلسلہ چشتیہ نہ پھیلا ہو۔ حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیا کے خلفا مثل شیخ برہان الدین غریب، شیخ منتخب الدین زری زر بخش، امیر حسن علا سجزی اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے مشہور و معروف خلیفہ حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز بندہ نواز نے اس علاقے میں اصلاح معاشرہ اور رشد و ہدایت کا خوب کام کیا اور سلسلہ عالیہ کی بھی نشر و اشاعت کی، اس زمانے میں خوش حالی تھی اور سیاسی حالات اچھے تھے، جس وقت شاہ نظام الدین کو دکن کی ولایت دی گئی اور باطنی نظام آپ کے سپرد کیا گیا اس وقت دکن کے حالات اس کے برعکس تھے۔ مرہٹوں کی لوٹ مار، غارت گری اور مسلسل جنگ و جدل سے عوام راساں اور پریشان تھے، خوف کا ماحول تھا، ان کی افسردگی نے ان کی خوشیوں کو غم میں بدل دیا تھا، ایسے ناخوش گوار حالات میں شاہ نظام کو دکن کی باگ ڈور دی گئی۔ آپ نے رشد و ہدایت کا مرکز اورنگ آباد کو بنایا اور یہاں خانقاہ چشتیہ کلیمیہ قائم کی اور رشد و ہدایت اور دلوں کو جوڑنے کا کام کیا۔ حضرت شیخ کلیم اللہ نے آپ کو ہدایت کی تھی کہ ہر شخص سے محبت سے ملا جائے، ان کی دل جوئی کی جائے اور حاجت روائی کی جائے۔ آپ کی خانقاہ کے دس (10) دروازے تھے، یہ دروازے ہر کس و ناکس کے لیے کھلے رہتے۔ ہر دروازہ پر ایک کاتب بیٹھا رہتا تھا، وہ حاجت مندوں کی حاجت لکھتا اور امیر کو سفارشی خط لکھتا، جس پر آپ کی مہر لگا دی جاتی جس کا سجع تھا۔

ذکر مولی از ہمہ اولی
در رعایت دلہا بکوش
نظام دین بدنیا مفروش

سجع کا معنی ایسا موزوں فقرہ یا مصرع ہے جس کے کچھ ظاہر معنیٰ بھی ہوں اور اس میں کسی شخص کا نام بھی آجائے۔ شیخ کلیم اللہ دہلی میں بیٹھ کر دکن کی خانقاہ پر نظر رکھتے تھے اور وقتاً فوقتاً ان کو ہدایت دیتے رہتے تھے اور خطوط کے ذریعہ ان کی رہنمائی کرتے رہتے تھے۔ شاہ نظام الدین بھی خطوط کے ذریعہ آپ کو حالات سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ شیخ کلیم اللہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

الْحَمْدُ للهِ تَعَالیٰ عَلَی أَن يَجْعَلَكَ النَّاسَ لِمَامًا بَعَثَكَ الإرشاد السالكين هماما. تمام تعریف اللہ تعالی کے لیے ہے جو بلندی والا ہے اس نے لوگوں کے لیے تم کو امام بنایا، تم کو بھیجا سیدھے راستے بنانے کے لیے۔ اے بھائی آپ کے خطوط مسلسل اور قابل فخر مراسلات وصول ہوئے۔ حقیقتیں اور باریک نکات ایک ایک کر کے آشکارا ہوئے۔ ہر خط کا جواب لکھا گیا اور ان میں جو سوالات دریافت کیے گئے تھے ان سب کا جواب تحریر کر دیا گیا۔ عقل مند کو اشارہ کافی ہے، مصرع۔

دل کہ روشن شد کتاب دفترے در کار نیست

جب دل روشن ہو جاتا ہے تو کتاب و دفتر کی ضرورت نہیں رہتی۔

آپ پر خداے تعالیٰ کی رحمت ہو کہ آپ بغیر اجازت قدم نہیں اٹھاتے، جس شخص کو بھی دولت حاصل ہوتی ہے اسے ادب کے سبب ہوتی ہے۔ بعض نااہل لوگ کچھ باتیں کرتے ہیں اس کے جواب میں یہ تحریر کیا جاتا ہے کہ درویش پر ہمیشہ عوام کی ناراضی اور ظلم کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اس کو برداشت کرنا اور اس کی پردہ پوشی کرنا لازم ہے، اور یہ کام کوئی غیر مہذب انسان نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی شخص آپ کی غیبت کرے، اگرچہ حقیقت میں آپ نیک ہیں تو اس شخص کی برائی آپ میں سرایت نہیں کرے گی بلکہ وہ خود ہی اپنی برائی میں گرفتار ہو جائے گا۔

وَلَا يحيق المكر الشيء إلا بأهله من حفر بيرًا لأخيه فقد وقع فيه.

اور براداؤں اپنے چلنے والے ہیں پر پڑتا ہے جو اپنے بھائی کے لیے کنواں کھودتا ہے وہی کنویں میں گرتا ہے۔

مقرر ہے۔اگر حقیقت میں آپ نیک نہیں ہیں تو پھر اس کی غیبت آپ کے بیان کے مطابق ہے۔

تو کہ در نفس خود زبوں باشی
عارفِ کردگار چوں باشی

جب تو اپنے نفس کے ہاتھوں خراب ہو چکا ہے تو خدا کو جاننے والا کس طرح بن سکتا ہے؟

عرض خدمت خلق کو اپنی ذمہ داری سمجھ کر شریعت طریقت اور حقیقت کے مطابق کام کیے جائیں، ایسی صورت میں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُورِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُونَ. اور اللہ اپنے نور کو پورا فرماتا ہے اگرچہ کافر لوگ برا مانیں۔اللہ آپ کا حامی اور مددگار ہو۔معلوم ہو کہ سیادت پناہ صلاح آثار آپ کے مداحوں میں سے ہیں۔ظاہر ہے کہ انھوں نے اپنے والد یا کسی اور عزیز سے یہ معلومات حاصل کی ہوں گی لیکن آپ کا طریقہ عجیب وغریب ہے، جو آج کبریت احمر اور عنقا مغرب کا درجہ رکھتا ہے۔یہ چیزیں دنیا میں دستیاب نہیں ہوتیں لیکن آپ کے سینہ بے کینہ میں موجود ہیں، لہذا انھوں نے تین خط اس فقیر کے نام لکھے ہیں کہ شیخ الاسلام والدنیا والدین کو لکھا جائے اور ان کے طریقے سے دوسرے مریدوں کو بھی واقف کروایا جائے، لہذا عبد اللطیف کی مروت میں لکھا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو بھی ان کی استعداد کے مطابق فائدہ پہنچایا جائے، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ بظاہر وہ آپ سے بے حد محبت رکھتے ہیں لیکن یہ شرط ہے کہ وہ اپنے تمام پچھلے کاموں کو چھوڑ دیں اور نئے سرے سے اس دفتر کے الف بے سیکھیں ورنہ اس کا کوئی مطلب نہ ہو گا کہ ان کو اس راستے کے سارے راز بتا دیے جائیں اور اگر میری سفارش جو مخلوق خدا کی بھلائی کے لیے ہے آپ کو پسند نہ آئے تو آپ ان سے کنارہ کشی اختیار کریں کیوں کہ یہی ہمارا طریقہ ہے۔

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى. اللہ کہو۔پھر انھیں چھوڑ دو ان کی بے ہودگی میں کھیلتا ہوا اور سلامتی اسے جو ہدایت کی پیروی کرے۔

(مکتوبات کلیمی، مکتوب 5)

کبریتِ احمر سرخ گندک کو کہتے ہیں جو کیمیا کے اجزا میں نہایت اہم ہے اور وہ آسانی سے دستیاب نہیں ہوتی۔عنقائے مغرب ایک ایسے فرضی پرندے کا نام ہے جس کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔

دولت مندوں کا کھانا اور ان کے تحفے تحائف کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

شیخ الاسلام والمسلمین نظام الحق والدین منع اللہ الطالبین ببقائہ درویش کلیم اللہ کا سلام۔بہر حال مجھے اپنا مشتاق تصور کیجیے۔تمام حالات اور واقعات کہ اعظم شاہ نے صوفیوں کے لیے کھانے کے قاب روانہ کیے اور آپ نے انھیں واپس کیا، اس نے دوبارہ روانہ کیا اور اس نے دو تین سو افراد کو مغرب کے وقت ذکر جہر کرنے سے منع کیا۔یہ تمام کیفیت معلوم ہوئی۔میرے بھائی آپ نے جو کچھ کیا خوب کیا، میں بھی دولت مندوں سے کوئی چیز اس لیے قبول کرتا ہوں جس سے ان کی دل جوئی ہوتی ہے، اگر قبول نہ کروں تو ان کی ناراضی کا سبب ہوتا ہے۔بزرگوں نے دونوں طریقوں پر عمل کیا ہے۔الھدایا لا تردہ تحفے تحائف جو بزرگوں کی طرف سے ملتے ہیں لوٹا نہیں جاتے۔

زر کہ ستانی و نیفشا نیش
بہتر از آنست کہ نستانیش

اگر تم روپیہ پیسہ لے کر اس کو تقسیم نہیں کر سکتے تو بہتر یہی ہے کہ روپے پیسے نہ لو۔مختصر یہ کہ دونوں کا مطلب ایک ہے، یعنی جو کچھ بھی ہو وہ خدا تعالی کی خوشنودی کے لیے ہو۔اگر انکار خدا کے لیے ہے تو یہ بہت خوب ہے ورنہ مناسب نہیں ہے۔آپ وہی کیجیے جس میں اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی ہو۔دنیا آسان ہے اگر حق کے لیے لوگوں سے نفرت کی جائے تو درست ہے اور اگر حق کے لیے ان سے تعلق رکھا جائے تو یہ بھی صحیح ہے، کیوں کہ ہر کام کا معیار مسلمان کی نیت ہے۔نیۃ المومن خَيْرٌ مِنْ عَمَلِه مومن بندے کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے۔یہی نکتہ ہے کہ عمل کی بنیاد نیت پر ہے۔(مکتوبات کلیمی، مکتوب 6)

شیخ کلیم اللہ ولی کو شاہ نظام الدین سے خاص انسیت تھی، شاہ نظام الدین بھی اپنے شیخ پر قربان تھے۔ایک بار شاہ نظام الدین کو شبہ ہوا کہ شاید کسی نے حضرت شیخ سے میری شکایت کی ہے۔حضرت شیخ نے اس غلط فہمی کو دور کیا۔ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام شاہ نظام الحق والدین والدنیا فقیر کلیم اللہ کا سلام

قبول کریں۔ عجیب حال ہے کہ آپ کے بعض خطوط میں جو شاید آپ کے کچھ مجھے عزیزوں نے لکھے ہوں گے اور اب میں نے بھی دوبارہ سہ بارہ لکھا ہے اور اب میں پھر لکھتا ہوں کہ خدا کی قسم آپ کے بارے میں مجھے کسی نے کچھ نہیں لکھا، اور اگر خدا نخواستہ لکھتے تو خدا کی قسم اس کا مجھے پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اس سے پہلے چھوٹے بھائی نے حسد اور دل تنگی کی وجہ سے چند باتیں لکھ دی تھیں اور میں نے ان کو جوں کا توں لکھ دیا تھا، اور جب شیخ سوندھا آپ سے مل کر آیا تو اس نے اس بارے میں مجھ سے ایک لمبا چوڑا خط لکھوایا اور آپ کو روانہ کیا۔ اب آپ ہرگز اپنے دل میں اس قسم کے وسوسے کو جگہ نہ دیجیے بعض دوستوں کو ابھی تک خلافت نہیں ملی ہے اور وہ آپ کے اور میرے معاملے میں قریب ہیں۔ معلوم ہو خاتمہ کے ساتھ، والسلام۔ (مکتوبات کلیمی، مکتوب:46)

ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں:

مجھے آپ سے بہت زیادہ خلوص ہے آپ مجھے نامہربان کیوں سمجھتے ہیں، اگر میں آپ پر مہربان نہ رہوں تو دنیا میں کون میری آنکھوں کا نور ہے جس پر مہربانی کروں۔ آپ کے خط میں لکھا تھا کہ لوگ آپ کے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہیں جن کو سننے کی تاب نہیں ہے، ہماری جان جاتی ہے اس لیے میں آپ کا نام پوشیدہ رکھتا ہوں۔ بھائی صاحب لوگ میرے حق میں جو کچھ کہتے ہیں کہ اس سے ہزار درجہ بدتر ہوں، میں نے ان کو معاف کیا آپ بھی ان کو معافی کر دیجیے۔ بھائی صاحب جب آپ کی مقبولیت پھیل جاتی ہے تو لوگ آپ کا دل دکھانے کے لیے آپ کے کسی بزرگ عزیز کو بدنام کرتے ہیں اور اس قسم کی باتیں کرتے ہیں آپ ناراض نہ ہوں۔ بھائی صاحب ہمارے طریقے میں اس شخص کا مرتبہ بلند ہے۔ جو شیخ کے لیے فنا ہو جاتا ہے اور قبولیت کی بنیاد فنا کی مقدار پر ہے اگر آپ خدا، رسول اور عوام کی نظر میں مقبول ہونا چاہتے ہیں تو شیخ کے لیے فنا ہو جائیے۔ والسلام (مکتوبات کلیمی، مکتوب:95)

ایک مکتوب میں بادشاہوں اور امرا کو مرید کرنے اور اجازت و خلافت کے بارے میں تحریر کرتے ہیں: آپ کے اور میرے درمیان اس معاملے پر گفتگو ہوئی تھی کہ بادشاہ وقت کے متعلقین کو مرید بنایا جائے اور بادشاہ سے ملاقات کی جائے، یہ آپ نے بہت اچھا کیا کہ اس کام کو قبول نہیں کیا، اس لیے کہ بادشاہوں کا طلب کرنا ان کی رعونت اور تکبر کی وجہ سے ہے۔ اگر ان کی طبیعت میں فقیروں جیسی عاجزی اور انکساری ہوتی تو اپنی بادشاہی پر ناز نہ کرتے بلکہ خود سر کے بل دوڑتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے اس کام کو پسند کرتا۔ آپ نے سلسلوں کے شجرے، پیراہن، تبرکات اور احکام کے بارے میں لکھا تھا، ان کا جواب میں تفصیل کے ساتھ کسی بھروسے کے آدمی کے ہاتھ روانہ کرتا ہوں، جو لوگ صرف ناظرہ قرآن پڑھ سکتے ہیں اور زبان و قواعد سے ناواقف ہیں تو یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ان میں درویشی کی صلاحیت کتنی ہے، اگر وہ سخت محنت کر کے اپنے دل کو شغل کے لیے آمادہ کرتے ہیں اور ایسے محنتی سخی اور سچا شوق رکھنے والوں کو سند لکھے بغیر اجازت دینے میں کیا حرج ہے۔ اگر وہ محنتی نہیں ہے اور سخاوت بھی نہیں رکھتے تو ان کو اجازت نہیں دینا چاہیے، کیوں کہ یہ غلط ہے، دوسرے لوگ بھی ان کے ساتھ رہ کر بگڑ جاتے ہیں یا بگڑ جائیں گے، لیکن اگر کوئی عالم ہو اور مجرد بھی ہو اور وہ فقیر ہونا چاہے تو اس کو نہ صرف اجازت دی جائے بلکہ اس کے لیے سند بھی لکھی جائے، چونکہ وہ عالم ہے اس لیے اس کی صحبت میں گمراہی کو رواج نہیں ہوگا۔ سخاوت، درویشی عجیب خوبی ہے، اس کے حال کا زیور ہے، لیکن اگر وہ پڑھا لکھا نہیں ہے تو وہ روحانی ضیافت نہیں کر سکتا، صرف جسمانی ضیافت کرے گا۔ اگر وہ شیخ کا مرتبہ حاصل نہ کر سکے تو اپنی خدمت کے عہدے سے سرفراز ہو جائے گا اس سے بھی لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔

(مکتوبات کلیمی، مکتوب 47، بنام شاہ نظام الدین اورنگ آبادی)

شریعت طریقت فقری اور مرشد کے بارے میں لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام شاہ نظام الاسلام والمسلمین والدنیا والدین متع اللہ العاشقین بطول بقاء – خاک پائے درویشاں کلیم اللہ کا سلام قبول ہو آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ فقری ایک علیحدہ چیز ہے اور مرشد ہونا علیحدہ چیز ہے۔ جن لوگوں کو عرفان کی دولت ملی ہو اس کی بھی قیمت ہے، اسی طرح کسی چیز کے نہ رکھنے کی بھی قیمت ہے۔ باقی تمام رسمی باتیں ہیں، اگر درویشی کے اسباب جمع ہو جاتے ہیں تو اس مصیبت اور آزمائش میں مغرور نہیں ہونا چاہیے، بلکہ فنا اور بقا کوشش کرنی چاہیے اس لیے کہ فنا اور بقا بھی کام کی چیزیں ہیں باقی سب بیکار ہیں۔ بے تکلف ہونا چاہیے لیکن شریعت کے راستے پر چلنا چاہیے اور شریعت و طریقت اور حقیقت کو بھی حقیقت کا جامع ہونا چاہیے اور جو کچھ شریعت کے حساب سے درست نہیں ہے وہ ناقص ہے، بلکہ اس کے

سامنے طریقت اور حقیقت کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے، مردود ہے۔ جو شریعت طریقت اور حقیقت کا جامع ہو۔ بھائی صاحب اگر آپ آج فقیروں کے مراتب کا فرق جاننا چاہتے ہیں تو ان کی شریعت کی طرف نظر کریں، اس لیے کہ شریعت معیار ہے۔ فقیر کا مرتبہ شریعت سے روشن ہوتا ہے، مثلاً اگر کسی مرشد کے دو صاحب کمال مرید ہوتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق وضع اختیار کرتا ہے اور مرشد ہر ایک کے حق میں نیک خیال کرتا ہے، اسی طرح عام لوگوں کے بارے میں۔ مختصر یہ کہ آپ اپنے آپ کو عشق اور عاشقی کے قابل بنائیں اور اپنی مرشدی کا بکھیڑا کھڑا نہ کریں۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے تمام دوستوں کے طریقے قابل تعریف ہیں اگر اتفاق سے اس کے خلاف کوئی بات واقع ہوتی ہے تو اس کو نظر انداز کر دینا چاہیے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ جو کچھ گزر چکا ہے وہ گزر چکا ہے، اب دوستوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے سے محبت کریں، لڑائی مناسب طریقہ نہیں ہے، رات دن کا فقر خود ایک بڑی لڑائی ہے (مجاہدہ ہے)۔

(مکتوبات کلیمی، مکتوب 95، بنام شاہ نظام الدین اورنگ آبادی)

حضرت شیخ کلیم اللہ چشتی مکتوب کے ذریعہ شاہ نظام الدین کی تربیت کرتے رہتے تھے جب آپ کو کوئی مسئلہ درپیش آتا حضرت شیخ کی طرف رجوع کرتے، آپ مکتوب کے ذریعہ مسئلے کو حل فرمادیتے۔ ایک بار عورتوں کی بیعت کے بارے میں دریافت کیا، آپ نے فرمایا:

”بر درمن زنان را بیعت کنید اما باز نان جوانان خلوت ہائے طویلہ کہ موجب فتنہ مردم بشود نکنند و در صحبت اولی وقت بیعت دامنے پیر دست پیچیدہ دست بر دست او دارند کہ مس اجنبیہ حرام است۔“

(مکتوبات کلیمی، مکتوب 21)

میرے بھائی عورتوں کو بیعت کیا جاسکتا ہے لیکن ان کی خلوت سے پرہیز کیا جائے اور ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت نہ کیا جائے اس لیے کہ اجنبی عورت کے جسم کو چھونا حرام ہے۔

جب شاہ نظام الدین نے اجازت کے بعد عورتوں کو بیعت نہیں کیا آپ نے اس بارے میں ایک مکتوب لکھا اور بیعت نہ کرنے کی وجہ دریافت کی، اس کے ساتھ ایک مفید نصیحت کی کہ مرشد کا کام مرید کو صحیح راستے کی نشان دہی کرتا ہے، چاہے وہ سامنے بیٹھ کر قول سے ہو یا غائبانہ میں مکتوب کا ذریعہ ہو۔ آپ لکھتے ہیں:

آپ عورتوں کو بیعت کرنے کے لیے تکلف کیوں کرتے ہیں چاہے جوان ہو یا بوڑھی، چاہے خوبصورت ہو یا بد صورت، ان سب کو محرمات سمجھ کر کلمۂ حق ان کے کانوں تک پہنچانا چاہیے۔ یہ بھی سنا گیا ہے کہ جب آپ مال داروں کے سامنے کسی کی سفارش کرتے ہیں اور اگر وہ آپ کا کام کر دیتا ہے تو خوش ہوتے ہیں اور نہ کرے تو ناراض ہو کر اس سے رشتۂ محبت توڑ لیتے ہیں، اگر یہ بات سچ ہے تو مناسب نہیں ہے۔ سفارش کا طریقہ یہ نہیں ہ،ے اگر وہ آپ کا کام کرتا ہے تو وہ خود اپنا کام کرتا رہتا ہے، اگر نہیں کرتا تو اپنا کام خود نہیں کرتا، آپ ناراض کیوں ہوتے ہیں۔ اگر آپ سو مرتبہ سفارش کریں اور وہ سو بار بھی کام نہ کرے تو پھر بھی سفارش کرنی چاہیے ناراض نہیں ہونا چاہیے، یہی صحیح طریقہ ہے، بزرگان بے نفس کا یہی طریقہ رہا ہے اور آپ کا جو طریقہ ہے اس سے نفس کی بو آتی ہے۔ (مکتوبات کلیمی، مکتوب 35)

شریعت طریقت اور حقیقت کے بارے میں مولانا عبد الرشید لکھتے ہیں:

درویش عبدالرشید کو معلوم ہو کہ طریقت ہی حقیقت کا مینار ہے اور طریقت کا مینار شریعت ہے، جس کی آنکھوں میں شریعت کی خوبصورتی زیادہ ہوتی ہے اس میں طریقت اور حقیقت مکمل اور انتہا پر ہوتی ہے اور حقیقت کے درجے تک پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ آناً فاناً روز بروز سالک کے قدم شریعت پر جمتے جاتے ہیں، اور ایسے ملحد جو شریعت کو چھوڑ کر ملحدانہ بکواس کرتے ہیں اور چند تر نوالے کھا کر شرع شریف کے پابند لوگوں کو بے حقیقتی کا طعنہ دیتے ہیں، سزا پانے کے قابل ہیں، اس لیے کہ ان کی ساری توحید بے معنی ہے اور ان کی گفتگو بے مزہ ہے، آپ ہرگز ایسے احمق لوگوں کی صحبت میں نہ بیٹھیں اور ایسے بے دین لوگوں سے توحید کی بات نہ سنیں۔ (مکتوبات کلیمی، مکتوب 110 بنام شاہ عبدالرشید)

ایک مکتوب میں شیخ عبد للطیف کو شریعت سے وابستگی کے بارے میں تحریر کیا۔ اس مکتوب میں حضرت شیخ یحیٰ مدنی کے عرس مبارک کا بھی ذکر ہے:

برادر عزیز عبداللطیف کو درویش درویشان کا سلام قبول ہو۔ اللہ کا شکر ہے کہ آپ کی صحبت نے شیخ عبداللہ پر اثر کیا من سن ملہ اجرھا و اجر من عملھا (عمل کا انعام ضرور ملتا ہے) جب حاجی شیخ عبداللہ، ان کے بھائی اور چند لوگوں کے توبہ کرنے کا علم ہوا تو

میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ آپ کی صحبت سے ایک جماعت توبہ کے فیض تک پہنچی۔ آپ نے جو خواب دیکھا ہے وہ بہت مبارک ہے۔ اپنے طریقت کے تمام ساتھیوں کو تاکید کیجیے کہ اپنے ظاہر کو شریعت سے سنوارے رکھیں اور باطن کو اللہ کی محبت سے آراستہ کریں۔ حضرت یحییٰ المدنی قدس سرہ کا عرس 28 صفر کو مقرر ہے، تمام لوگ ختم قرآن ، ذکر، یا مجلس سرود میں شرکت کریں اور کھانا کھا کر جائیں (سرود = راگ، گیت، نغمہ۔ مجلس سرود سے مراد محفل سماع ہے)۔

(مکتوبات کلیمی، مکتوب 129، بنام شاہ عبداللطیف)

شاہ محمد علی کو مقبول طریقہ اور گیارہویں شریف کے بارے میں لکھتے ہیں:

حقائق و معارف آگاہ شاہ محمد علی سلام قبول کریں۔ آپ کا طریقہ اہل اللہ کا مقبول طریقہ ہے، سلسلے کو جاری رکھیے، جو شخص اجازت کا مستحق ہو اس کو اجازت دینے میں کوتاہی نہ کیجیے، بہترین طریقہ توکل ہے، انشاء اللہ ایک دن یہ بھی ہوجائے گا۔ غلام محی الدین کو توکل کی ہدایت فرمائیں اور ان سے کہیں کہ وہ ہمیشہ ورد کرتے رہیں۔ 28 صفر کو حضرت شیخ یحییٰ کی برسی اور مجلس ہے آپ نے گیارہویں شریف کی نیاز کرلی ہے، ان شاء اللہ ان لوگوں کو بھی اس کے اسباب میسر آجائیں گے۔ ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ بھائی صاحب اس بات کی کوشش کیجیے کہ اس سلسلے کا فیض پوری دنیا میں پھیل جائے اور غافلوں کے گروہ کے گروہ ذکر اور مراقبے کے حلقے میں شامل ہوکر عرفان کے دروازے تک پہنچیں، اس لیے کہ معرفتِ الٰہی کا یہ ذخیرہ مال و دولت کے خزانے سے زیادہ بہتر ہے جو آپ دنیا کو پہنچا سکتے ہیں۔ جب آپ قرض کے بوجھ سے سبک دوش ہو جائیں تو توکل کا گوشہ اختیار کریں اور فقر کا لباس پہن لیں اس لیے کہ یہ وضع نوکری چاکری کی وضع سے بہتر ہے۔ (مکتوبات کلیمی، مکتوب 114، 118، بنام شاہ محمد علی)

حافظ عبداللہ کو خلوص اور بیعت کے بارے میں لکھتے ہیں:

حقائق آگاہ معارف دست گاہ شاہ عبداللہ حضوری قلب کے ساتھ ہمیشہ خوش رہیں آپ کے خطوط مریدوں کی فہرست کے ساتھ وصول ہوئے، جس شخص نے بھی خلوص دل کے ساتھ اپنے دل میں ہمارے لیے عقیدت پیدا کی ہے ان سب کو ہم نے قبول کرلیا ہے۔ آپ ہماری صحبت میں رہ چکے ہیں، میری کتابیں کشکول اور مرقع آپ کے پاس موجود ہے، ہر مرید کو اس کے حوصلے کے مطابق ذکر اور شغل کی ہدایت فرمائیے اور بیعت کے لیے اپنے ہاتھ کو میرا ہاتھ سمجھ کر بیعت کریں۔ پردہ نشین عورتوں اور مستورات کو کپڑا لپیٹ کر بیعت کریں اور اپنے مریدوں کے حالات کے بارے میں مجھ کو لکھتے رہیں کہ ان پر ذکر اور مراقبے کا کتنا اثر ہوا ہے۔ 28 صفر کو حضرت شیخ یحییٰ مدنی قدس سرہ کا عرس مقرر ہے تمام دوستوں کو چاہیے وہ نئے ہوں یا پرانے ختم قرآن، ورد یا ذکر طلب کریں، ان کے ساتھ کھانا کھائیں اور ان کے ساتھ سماع میں شرکت کریں۔ والسلام

(مکتوبات کلیمی، مکتوب 126، بنام حافظ عبداللہ)

خلافت کے بارے میں ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام شاہ نظام الدنیا والدین سلمہ اللہ درویش کلیم کا سلام معلوم ہو کہ خلافت کو دو قسموں میں تقسیم کرنا چاہیے:

(1) خلافت زبانی (2) خلافت سلوک

پہلے جو شخص فقیروں کی حیثیت رکھتا ہے اس کو عالموں میں اور جاہلوں میں کوئی فرق نہیں کرنا چاہیے، لیکن دوسری قسم یہ ہے کہ سند لکھی جاتی ہے اور اس پر مہر لگائی جاتی ہے، اور یہ قسم اہل علم کے لیے مخصوص ہے، لیکن وہ بھی دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ خلافت کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں: (1) خلافت عظمیٰ و کبریٰ (2) خلافت صغریٰ و کبریٰ۔ پہلی قسم اہل علم کے لیے ہے اور دوسری عام لوگوں کے لیے۔ بہر حال خلوص رکھنے والوں کے دل دکھانا مناسب نہیں ہے، اپنا کام خود کرنا چاہیے، بھائی صاحب کام کرنے والا اگر جاہل بھی ہو اور اصطلاحات سے ناواقف ہو، لیکن عشق اور تقویٰ کے معنی جانتا ہو تو وہ اس عالم سے بہتر ہے جو عشق اور تقویٰ کے معاملے میں کورا ہو، لیکن چونکہ علم ایک چراغ ہے شاید کسی کو فائدہ پہنچائے۔ (مکتوبات کلیمی، مکتوب 9، بنام شاہ نظام الدین اورنگ آبادی)

شیخ کلیم اللہ ولی تصوف کو عام کرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے، آپ سماج اور سوسائٹی Society کے ہر طبقے کو تصوف کا پیغام پہنچانے کا نظریہ رکھتے تھے، فرماتے تھے کہ تصوف اور احیاے شریعت کا کام سماج کے تمام طبقے کو ساتھ لے کر چلنے سے اچھی طرح ہوتا ہے۔ اہل دول یعنی مال دار اور دولت مند لوگ بھی شریعت کو رواج دینے اور احیاے سلسلہ میں کارگر ثابت ہوتے ہیں۔ آپ کا یہ خیال، نظریہ، پالیسی اور طریقہ زمانہ کے موافق تھا، اس لیے کہ بغیر روپے پیسے اور دھن کے کوئی کام نہیں ہوتا، فی زمانہ اس کام کے لیے زور (طاقت) بھی

ضروری ہے۔ شاہ نظام الدین کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

آپ کے اس خط سے جو آپ نے اس فقیر کو لکھا ہے کہ میر بخت انتہائی عقیدت رکھتے ہیں تو اللہ کا شکر اور احسان ہے اس خط کے حامل میاں رحمت اللہ ہمارے سلسلہ کے ہیں۔ دوسرے یہ کہ دولت مندوں کو آنے کی اجازت دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ درویشی کے مراتب طے کریں اور محفل سماع میں ذوق و شوق سے حاضر ہوں۔ ذکر کی مجلس میں درویشوں کی طرح ذکر کریں بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں کے آنے جانے سے اکثر دوسرے لوگ بھی آتے جاتے ہیں اور ان لوگوں کا آنا جانا عوام کی نظر میں کامل اعتبار اور یقین رکھتا ہے جاننا چاہیے کہ پرانے مشہور لوگ بھی بادشاہوں وزیروں، وکیلوں اور امیروں سے ربط رکھتے تھے، اور اس کی وجہ سے فقیروں کی عادتیں اور معمولات لوگوں کو معلوم ہوتے تھے۔ اس گروہ سے آشنائی رکھنا اور ان کی سفارش کرنا اس لیے بہتر ہے کہ اگر مصلحت ہو تو کریں یا نہ کریں۔ حضرت گنج شکر قدس سرہ نے اپنے زمانے کے بادشاہ کو لکھا ہے:

"میں نے اپنی ضرورت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا پھر آپ کی طرف پس اگر آپ نے عطا کر دیا تو اللہ ہی ہے جو سب کو عطا فرماتا ہے اور آپ دینے والوں میں سے ہو، اور اگر تم نے انکار کیا تو در حقیقت اللہ ہی منع فرمانے والا ہے اور تم معذور ہو۔"

(مکتوبات کلیمی، مکتوب 6، شاہ نظام الدین اورنگ آبادی)

شیخ کلیم اللہ شاہ نظام الدین کو مکتوب میں کبھی کبھی نجی باتیں بھی تحریر کرتے ہوئے گھریلوں حالات سے آگاہ کرتے ایک مکتوب میں قحط کے زمانے کا اپنا حال اس طرح لکھا ہے:

"دریں سالہا کہ از تنگی باراں صورت قحط دریں ملک شدہ بود، و با نہ دہ نفر سواء مہمان گزران می شد، گاہے بہ گاہ سے قرض داری می شدم۔" (مکتوبات کلیمی، مکتوب:17)

اس زمانے میں جب کہ بارش کی کمی کے باعث ملک میں قحط کی صورت پیدا ہو گئی تھی اور نو دس آدمی علاوہ مہمانوں کے کھانے والے تھے، اکثر اوقات میں قرض دار ہو گیا۔ جب حالت بہتر ہوئی اور مولانا شاہ ضیاء الدین جو آپ کے خلیفہ تھے کہ ذریعہ بادشا نے بازار خانم میں ایک حویلی عنایت کی، آپ نے اس کی اطلاع شاہ نظام الدین کو مکتوب کے ذریعہ دی۔ لکھتے ہیں:

شاہ ضیاء الدین بادشاہ نے مجھے فقیر کے لیے ایک حویلی بازار خانم میں حاصل کی ہے جو دو درعہ (ایک ہزار دو گز) پر مشتمل، اس میں ایک دالان، دو حجرے، ایک کنواں اور ایک پائیں باغ پر مشتمل ہے۔ چوں کہ اس حویلی میں مکانیت کم تھی اس لیے ہم نے سات سو700 روپے خرچ کر کے دیوان خانہ تعمیر کروا دیا جس کا کام ختم کے قریب ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عام لوگ اس سے فیض حاصل کریں اور تمام محبت کرنے والے اور تمام مرید جنھوں نے ہم سے بیعت کی ہے یا بغیر بیعت کیے عقیدت رکھتے ہیں اس سے فیض یاب ہوں، ہر شخص کو نام بنام میرا اسلام پہنچائیں اور چوں کہ اللہ سے محبت رکھنے والے لوگوں کے نام مجھے اس وقت یاد نہیں رہے ہیں اس لیے تفصیل سے نہیں لکھ سکتا۔ والسلام۔ (مکتوبات کلیمی، مکتوب:1، 8 بنام شاہ نظام الدین)

حضرت شاہ کلیم اللہ کو اعلاے کلمۃ اللہ (خدا کے کلمہ کو بلند کرنا) کی فکر رہتی تھی، ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

ھو ھو لا الہ الا ھو شاہ ضیاء الدین لشکر شاہی میں ملازم ہو گئے ہیں اور آپ نے سنا ہو گا کہ میاں بہاء الدین کو ایک سو پچاس روپیہ مہینہ منصب مقرر ہوا ہے۔ بھائی صاحب آپ کا اور ہمارا منصب فقر ہے، کوشش کیجیے اور اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کی جدو جہد کیجیے تا کہ لوگ غفلت کے پردے سے باہر آکر خدا کے حضور پہنچ جائیں۔ والسلام و علی من لدیکم۔

(مکتوبات کلیمی، مکتوب:54، بنام شاہ نظام الدین اورنگ آبادی)

ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

آپ نے لکھا ہے کہ میاں بہاء الدین ہر اعتبار سے خلافت کے قابل ہے، میرے بھائی آپ کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن صرف خلافت کس کام آسکتی ہے، جب تک کہ اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے ہمت کی کمر نہ باندھی جائے اور درویشی اختیار کیے بغیر ہمت کی کمر باندھنا مناسب نہیں ہے۔ آپ کی والدہ کی مرضی بھی یہی ہے کہ کوئی ذریعۂ معاش پیدا کر کے اپنے متعلقین پر خرچ کریں اس لیے کہ اپنے متعلقین کی خوگری کرنا درویشی سے بہتر ہے۔

(مکتوبات کلیمی، مکتوب:39، بنام شاہ نظام الدین اورنگ آبادی)

ایک مکتوب میں دولت مندوں کی صحبت کے بارے میں لکھتے ہیں:

آج 22 ربیع الاول ہے یہ تحریر کر دیتا ہوں کہ آپ نے لکھا تھا کہ میں دولت مندوں کی صحبت سے بیزار ہوں اور چاہتا ہوں کہ کسی طرف نکل جاؤں، یہ بھی لکھا تھا کہ آج کل سماع میں دلچسپی کم ہوگئی ہے، اگرچہ بہت کچھ التماس کرتے ہیں لیکن دل نہیں چاہتا۔ اے بھائی جان، معلوم ہو کہ جس شخص کو امیروں کی صحبت دل سے پسند آتی ہے، وہ فقیروں کے فرقے سے نہیں ہے، اس لیے کہ دونوں میں بڑا فرق ہے، مجھے تھوڑا بہت اندازہ ہے۔(مکتوبات کلیمی، مکتوب:7، بنام شاہ نظام الدین)

فنافی الشیخ کے بارے میں ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

شاہ نظام الدین کو درویش کلیم اللہ کا سلام۔ اورنگ آباد سے آپ کے شاہ نورالدین نے خط لکھا ہے جس میں فنافی الشیخ کے حاصل کرنے کا طریقہ دریافت کیا ہے، یا محبتِ پیر دستگیر کے بارے میں سوال کیا ہے۔ اس سلسلے میں یہ دلیل صاف ہے کہ محبت ایک بلند مقام رکھتی ہے۔ استعداد رکھنے والے کو حاصل ہوتی ہے، جس کسی کو بھی ملی ہے حسن اعتقاد کی بنا پر ملی ہے "پیر من حسن است، اعتقاد من بس است" میرا شیخ سب سے اچھا ہے یہ میرا عقیدہ ہے۔ عقیدت لاؤ سعادت لے جاؤ۔

(مکتوبات کلیمی، مکتوب:36، بنام شاہ نظام الدین اورنگ آبادی)

عرس، خلافت، بادشاہوں سے ملاقات اور عورتوں کی بیعت کے بارے میں لکھتے ہیں:

آپ ہمیشہ مجھے اپنے حال کی طرف متوجہ خیال فرمائیں۔ آپ دو عرس مقرر فرمائیے، ایک عرس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اور دوسرا حضرت شیخ یحییٰ مدنی کا، لیکن جب آپ عرس کریں تو مردوں اور عورتوں دونوں کے دعوت کریں اور ایسی عورتوں کو جن کا اخلاص صادق پایا جائے ان کو مرید کریں، لیکن ان سے تنہائی میں ملاقات نہ کریں، اس لیے کہ یہ بدنامی کا مقام ہے اور شیطان کے قریب ہونے کی جگہ ہے۔ آپ ہر شخص کو خلافت نہ دیں کہ اس سے خلافت کا اعتبار جاتا رہتا ہے اور کم سے کم علم کی شرط رکھیں، اس لیے کہ بے علم ارشاد کا اہل نہیں ہے۔ ان بادشاہوں کی ملاقات جو درویش کے دروازے پر حاضر ہوتے ہیں، جائز ہے لیکن ان کے دروازے پر نہیں جانا چاہیے جب تک کہ وہ مرید نہ ہو جائیں، اور اس زمانے میں بھی کبھی کبھار جانا چاہیے۔

(مکتوبات کلیمی، مکتوب:44، بنام شاہ نظام الدین اورنگ آبادی)

فقیر کے مرتبہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ واضح ہو کہ خدا اور رسول کی نظر میں فقیر کا مرتبہ دوسرے تمام مرتبوں سے زیادہ بلند ہے اس لیے ان کو اللہ والا کہا جاتا ہے۔ آپ بھی اپنے آپ کو اسی طریقے پر ڈھال لیں۔ لوگوں کو وعظ اور نصیحت کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں اور اس بات کی انتہائی کوشش کریں کہ لوگ آپ کے سلسلے میں داخل ہوں اور فقر کے طریقے تک پہنچیں اور ان کے دل سے دنیا کی محبت نکل جائے۔(مکتوبات کلیمی، مکتوب:87، بنام شاہ نظام الدین)

درویشوں کے بادشاہوں اور امیروں کے در پر جانے کے بارے میں لکھتے ہیں:

اے درویش جان لے کہ مالدار لوگوں کے گھر جانا کوئی فائدہ نہیں رکھتا وَنِعْمَ الأَمِيرُ عَلَى بَابِ الفَقِيرِ وَ بئس الفقير عَلى بَابِ الأمير اور امیر کا فقیر کے دروازے پر ہونا کیا ہی اچھا ہے، اور فقیر کا امیر کے دروازے پر ہونا کیا ہی برا ہے، صحیح حدیث ہے۔ میں نے اس کی اجازت نہیں دی ہے اور نہ دینا چاہتا ہوں۔ اور اگر نفس اور شیطان اس کے ساتھی نہیں ہیں تو وہ آپ کی خدمت میں کیوں نہیں آتا۔ بادشاہ فقیروں کے پاس گئے ہیں اور اس کو اپنی سعادت مندی سمجھا ہے۔ جان لیجئے۔(مکتوبات کلیمی، مکتوب:89، بنام شاہ نظام الدین اورنگ آبادی)

المختصر مکتوبات کلیمی میں اعلاے کلمۃ الحق لوگوں سے محبت، دینی اور دنیاوی زندگی، شریعت، طریقت، حقیقت، عرس، فاتحہ، نذر، نیاز، محفل سماع و سرد وعشرت عسرت، پیری مریدی، دنیا سے دل نہ لگانا، درویشوں کا امرا کے دروازے پر نہ جانا پر مفید مکتوبات ہیں۔

درویشوں کا مکتوب لکھنے کا مقصد ہوتا ہے کہ انسان زندگی کے ہر پہلو سے آگاہ ہو جائے اور اس پر عمل کرے۔ یہ نفوس قدسیہ پہلے خود عمل کرتے ہیں اس کے بعد تلقین و ترغیب کرتے ہیں۔ مصروف زندگی سے کچھ وقت نکال کر مشائخ کے مکتوبات اور محفوظات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ صالحین کے ذکر میں رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ یہ لکھنا بھی بے محل نہ ہوگا کہ نظام حیدر آباد دکن کی حکومت شاہ کلیم اللہ ولی اور شاہ نظام الدین کی دعا سے وجود میں آئی۔ نظام اول امیر قمرالدین علی خاں نے اپنی حکومت کا نام اپنے مرشد شاہ نظام الدین کے نام پر نظام الملک رکھا، سکہ پر مرشد کا نام لکھا، شاہی لباس میں زرد رنگ کی دستار کو اپنا طرۂ امتیاز بنایا اور آصفی پرچم کا مخصوص رنگ رکھ کر بیچ میں سفید روٹی کا نشان لگوایا۔

*****

روحِ اسلام

تصوف محبت کا پیغام ہے

توصیف احمد وانی

تصوف محبت کا پیغام ہے اور یہ محبت کو کائنات کی روح مانتا ہے، تصوف کی نظر میں یہ دنیا محبت کی جگہ ہے نہ کہ نفرت کی، اس دنیا کو محبت کے لیے پیدا کیا گیا ہے نفرت کے لیے نہیں۔ انسان بھی یہاں تعمیر کے لیے آیا ہے نہ کہ فتنے کے لیے۔ معروف صوفی حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے کہ رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان والے کا دل اللہ کا عرش ہے ،یعنی اس بارش میں محبتو، اخوت، مساوات، عدل و انصاف کا منشور رہتی دنیا تک جاری وساری رہے گا۔

حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کچھ لوگ آپ کو اعلانیہ برسر منبر برا بھلا کہتے ہیں اور ہم آپ کے چاہنے والے اس طرف سننے کی تاب نہیں رکھتے تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں نے ان تمام لوگوں کو معاف کر دیا ہے، ہمارا یہ شیوہ نہیں ہے کسی کی عداوت میں مشغول ہوں، جس نے مجھے برا کہا میں نے اسے معاف کر دیا اور تمھیں بھی چاہیے کہ ان کو معاف کر دو اور اس کا دوبارہ ذکر نہ کرو۔

صوفیاے کرام ہمیشہ محبت اور کردار کی بات کرتے ہیں۔ یہاں ایک حدیث رسول بیان کر کے صوفیاے کرام کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت اور اطاعت ایک مثال سے واضح کرنا چاہتا ہوں، حدیث رسول ہے کہ مہمان کو بھوکا مت رکھو اور مہمان کو کچھ نہ کچھ کھلاؤ۔ علماے کرام اس حدیث پاک کی سند کو ڈھونڈنے لگے کہ آیا یہ ضعیف ہے یا مستند۔ علماے کرام اسماء الرجال کی کتابوں کو ڈھونڈنے لگے مگر صوفیاے کرام کی روش دیکھیے، صوفیاے کرام کا منہج اور مشرب دیکھیے جب یہ حدیث خواجہ اجمیری نے پڑھی تو اپنے عظیم خانقاہ میں مہمانوں کے لیے لنگر کا اہتمام کیا اور ایسا لنگر جس سے کوئی مہمان رسول صلی اللہ علیہ وسلہ آج بھی بھوکا نہیں جاتا ہے اور سیر ہو کر کھاتا ہے۔ یہ عظیم صوفیاے کرام کا حدیث رسول پر عمل ہے اور آج کی دنیا کو حقیقی تصوف کی اشد ضرورت ہے۔

حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ”ذخیرۃ الملوک“ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یوں بیان کرتے ہیں:

محبت پاکیزگی ہے اور نفرت گندگی، نفرت اور محبت ایک دوسرے کی ضد ہیں دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے ،اس لیے اہل تصوف پہلے اپنے دل کو نفرت کی گندگی سے پاک کرتے ہیں تاکہ اس میں محبت کی پاکیزگی سما سکے۔ تصوف تو سراسر محبت کا پیغام دیتا ہے، لہذا یہاں نفرت کو جگہ نہیں مل سکتی۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ ننگے پیر چلتے تھے، کسی نے سبب پوچھا تو کہنے لگے یہ زمین اللہ کا بچھونا ہے اس پر جوتے پہن کر کیسے چلا جائے۔

افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ ہمارے مدارس و جامعات ہمارا مسلم معاشرہ یہاں تک کہ ہماری خانقاہیں اسلامی تصوف کے گراں قدر نمونے پیش کرنے سے عموماً قاصر ہیں۔ اور اس سے بھی بڑا المیہ یہ ہے کہ اس متاع عزیز کی طلب کا جذبہ بھی مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ امت مسلمہ کو اس کا یہ بھولا ہوا سبق یاد دلایا جائے ،تصوف کا احساس کروایا جائے ،روح اسلام کو زندہ کیا جائے اور اس کو مرکز ومحور قرار دیا جائے۔

آخر میں اتنا عرض کروں گا کہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ صالح اور صحت مند معاشرہ کی تشکیل و تعمیر امن عالم اور آپسی محبت اور اتحاد کے لیے ناگزیر ہے کہ صوفیاے کرام اور ان کی تعلیمات و خدمات اور افکار و نظریات کو عام کیا جائے۔ تصوف کی عمومی طور پر اشاعت و ترویج کی جائے اور ان کے مسلک و ترک کو رائج کیا جائے تاکہ اکیسویں صدی کی دنیا انسان اور انسانیت کے صحیح مفہوم نیز تخلیق کے اصل مقاصد سے روشناس ہو سکے۔ کیوں کہ ہر ایک کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ انسانیت کی بقا و سلامتی ہے اور اس کے حل کا واحد ذریعہ تصوف اور خانقاہوں کا وجود ہے۔ ❋❋❋

نقوش

حضور امیر ملت نوساروی علیہ الرحمہ
رخ حیات کی جھلکیاں

مفتی محمد فاروق عالم اشرفی مصباحی

اس کائنات گیتی پر نیلگوں آسمان کے شامیانہ تلے ہزاروں سال سے انسانی قافلہ رواں دواں ہے۔ اس کاروان انسانی میں سب سے مقدس و معزز انبیاے کرام کی جماعت ہے جو لوگوں کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لیے ہر دشوار گزار گھاٹیوں کو عزم و حوصلہ کے ساتھ پار کیا اور بندوں کو اللہ سے ملانے کا بہترین فریضہ انجام دیا یہاں تک کہ یہ سلسلہ نبوت و رسالت نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا اور اب کسی نبی کی آمد نہیں ہو سکتی، لیکن آپ صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم نے جو دین لایا تھا اس کا پیغام صبح قیامت تک باقی رہنا تھا۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم کے بعد خلفاے راشدین، صحابہ کرام، علماے ذوی الاحترام اور اولیاے عظام اس دین متین کی ترویج و اشاعت میں شب و روز مصروف کار رہے۔

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا نام نامی صاحبان رشد و ہدایت کی جماعت میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے جن کے ذریعہ ہزاروں گم گشتگان راہ نے ہدایت پائی اور سیکڑوں سالکان طریقت اور طالبان شریعت، علم و عمل اور سلوک و تصوف میں یکتاے روزگار ہوئے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد نے بھی فروغ دین اور تبلیغ احکام میں عظیم قربانیاں دی ہیں۔

شہنشاہ بغداد، پیر لاثانی سیدنا عبد القادر جیلانی قدس سرہ النورانی کی بیسویں پشت سے وابسطہ حضرت سید جعفر بغدادی علیہ الرحمۃ والرضوان مبلغ اسلام کی صورت میں سرزمین گجرات پر جلوہ گر ہوئے، اس وقت سورت ہندوستان کی سرزمین پر ایک عظیم بندر گا تھی، آپ نے وہیں سے تبلیغ اسلام کا کام شروع فرمایا اور آپ نے اپنی تبلیغ میں مذاہب باطلہ اور فرق ضالہ کے رد و ابطال کو خصوصی طور پر ترجیح دی۔ اور مکمل طور پر اپنے آپ کو اس کام کے لیے وقف کر دیا۔

صبح و شام بس اس کی فکر رہا کرتی تھی کہ کس طرح لوگوں کو راہ راست پر لایا جائے، اور کس راہ پر چل کر گمراہوں کو سیدھی راہ کی ہدایت دی جائے۔ حضرت جعفر بغدادی کے اس کار عظیم میں آپ کے دو صاحب زادگان آپ کے دست و بازو بنے رہے اور یہ سلسلہ رشد و ہدایت بلا انقطاع جاری و ساری رہا یہاں تک کہ آپ کی اولاد امجد میں ایک نمایاں شخصیت شمس الاولیاء بدر الاتقیاء رئیس الاصفیاء امیر العلماء مفتی اعظم گجرات حضرت العلام سید شاہ محمد امیر الدین قادری علیہ الرحمہ کی شکل میں نمودار ہوئی، جن کے علم و فضل اور تجر علمی نے ایک عالم کو فیض یاب کیا اور انھوں نے اپنی خداداد قابلیت و ذہانت سے ایوان باطل میں زلزلہ برپا کر دیا۔

حضرت سیدنا سرکار امیر الدین علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ دین متین کی نشر و اشاعت اور سنیت کی صیانت و حفاظت کے لیے وقف کر دیا تھا، آپ کی نگاہ کیمیا اثر نے ہزاروں گم گشتگان راہ ہدایت کو راہ مستقیم پر ہمیشہ کے لیے گامزن فرمادیا، آپ کی مساعی جلیلہ نے نجدیت کے بڑھتے ہوئے طوفان کا سد باب کیا اور وہابیت کی بیخ کنی کا بھرپور حق ادا کیا۔ حضرت سیدنا امیر الدین نوساروی علیہ الرحمہ علم ظاہری و باطنی دونوں میں یکساں کمال رکھتے تھے، چناں چہ جب آپ مسند افتا پر متمکن ہو کر فتاوی صادر فرماتے تو فقہائے متقدمین کی یاد تازہ ہو جاتی اور جب درس گاہ میں رونق افروز ہو کر مشغول درس و تدریس ہوتے تھے تو اکابر علماء کا زمانہ نگاہوں میں آجاتا تھا اور دوسری طرف جب بزم سلوک و تصوف میں جلوہ فرما ہوتے تو اپنے اسلاف کے عکس جمیل نظر آتے۔ حضرت سیدنا امیر الدین نوساری علیہ الرحمہ کی ذات ان تمام گوناگوں اوصاف و کمالات کی جامع تھی جو ایک سچے داعی الی الحق کے لیے لازم و ضروری ہیں۔ آپ کی شخصیت مقناطیسی خوبیوں سے متصف تھی جو کوئی آپ کی

شیخ الحدیث جامعہ شہبازیہ، ملا چک شریف، بھاگلپور، بہار

طرف آجاتا پھر اسے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں رہتی تھی۔

حضرت سیدنا امیر الدین نوساروی علیہ الرحمہ نے احقاق حق، ابطال باطل اور فروغ سنیت کے لیے زبان و قلم تحریر و تقریر دونوں کا استعمال کیا، آپ نے اسلام کے سپاہی پیدا کرنے کے لیے مدرسہ معینیہ نظامیہ قائم فرمایا۔ تزکیہ نفس، دل کی پاکیزگی اور روح کی بالیدگی کے لیے ایک عظیم خانقاہ کی بنیاد ڈالی اور پھر ایک منظم طریقے پر سلسلہ رشد و ہدایت جاری و ساری ہو گیا اور اس کے اثرات نہ صرف گجرات میں ظاہر ہوئے بلکہ سوراشٹر سے لے کر مہاراشٹر تک یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا۔

حضرت امیر ملت علیہ الرحمۃ مذکورہ بالا صفات کے ساتھ ساتھ نعت رسول کا بہت ہی صاف ستھرا اور پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ کی شاعری میں سلیقہ مندی کے ساتھ عشق رسول کا اظہار ہے کیوں کہ آپ کا دل عشق رسول سے سرشار اور مقام نبوت سے آگاہ تھا۔ صنف شاعری میں نظامی تخلص استعمال فرمایا کرتے تھے۔

حضرت امیر ملت علیہ الرحمۃ نے جہاں درس و تدریس تحریر و تقریر اور ارشاد و تبلیغ کے ذریعہ دین و سنیت کی ترویج و اشاعت کی وہیں جب وہابیوں اور دیوبندیوں سے مناظرہ کی ضرورت پڑی تو شیر بیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی پیلی بھیت کو مدعو کیا اور وہابیہ اور دیابنہ سے مناظرہ کروایا اور ہمیشہ کی طرح دیوبندیوں کو شکست فاش ہوئی اور علمائے اہل سنت جاء الحق وزہق الباطل کے مژدہ جاں فزا سے ہم کنار ہوئے۔

دیوبندیوں کی طرف سے آپ پر، شیر بیشہ اہل سنت پر اور آپ کے حامیوں پر مقدمہ کر دیا گیا، دونوں طرف سے تقریباً 9/ماہ تک یہ مقدمہ لڑا گیا، بالآخر اس وقت کے پٹیل خاندان جس کے تین بڑے کنبے تھے آم کٹم، بھام کٹم اور تھام کٹم (جن کے آبا و اجداد حضرت امیر ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرید تھے) بعد میں ان کی اولاد کے کچھ لوگ بد عقیدہ ہو گئے، انہیں لوگوں نے یہ مقدمہ کیا تھا، اس خاندان کے کسی فرد نے 1927ء میں چاندی کا ایک تحریر کردہ پتر پایا جس پر لکھا ہوا تھا کہ ہمارا پورا خاندان حضرت امیر ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے اسلاف و اجداد کا مرید اور عقیدت مند رہا ہے جو بھی حضرت کے خاندان کے لوگ کہیں گے اسے ہم سب مانیں گے۔

اس پتر کو جج کے سامنے پیش کیا گیا تو اس تحریر کی بنیاد پر جج نے فریق مخالف کا مقدمہ خارج کر دیا اور آپ کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے آپ کو باعزت بری کر دیا آپ کو اور آپ کے تمام متعلقین کو اس کیس میں بھی فتح ملی اور دیوبندیوں کو شرمناک شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

حضرت امیر ملت علیہ الرحمہ کے دور ہمایوں کا ایک دوسرا اہم ترین مناظرہ جو گجرات کی سرزمین پر ہوا، وہ پادرہ کا مناظرہ تھا، اس مناظرہ میں بھی خاص مناظر شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ حشمت علی خان پیلی بھیت تھے اور مہتمم مناظرہ حضور امیر ملت تھے، دیوبندیوں کی طرف مناظر ثناء اللہ امرتسری تھا جو بیچ مناظرہ میں بھاگ کھڑا ہوا اور اس طرح اس مناظرہ میں بھی دیوبندیوں کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

حضرت امیر ملت علیہ الرحمہ اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ ایک صالح معاشرہ کی تشکیل علم دین کے بغیر نہیں ہو سکتی ہے کیوں کہ آدمی کی اصل زینت علم ہی سے ہے حق و باطل کے مابین امتیاز پیدا کرنے والی چیز علم ہی ہے۔ علم ہی سے انسان کو حلال و حرام، جائز و ناجائز اور ممنوع و مشروع کی پہچان حاصل ہوتی ہے اسی لیے حضرت امیر ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے مدرسوں کے قیام کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور اس کے ساتھ ساتھ سنی لٹریچر کی اشاعت پر بھی زور دیا۔ المختصر عقائد و معمولات اہلسنت کے تحفظ کے لیے آپ نے اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ قربان کر دیا۔

حضرت امیر ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے زمانہ میں ایک مجذوب قطب پنچ محل بادشاہ بابا تھے جو برہنہ رہا کرتے تھے ایک مرتبہ ملاقات کے لیے حضرت امیر ملت علیہ الرحمہ نکلے اور ادھر بادشاہ بابا نے لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ کپڑا لاؤ شریعت کا بادشاہ آرہا ہے چناں چہ کپڑا دیا گیا مجذوب وقت نے ستر پوشی کی جب دونوں آمنے سامنے ہوئے تو کوئی بات نہیں ہوئی بس ایک دوسرے کو دیکھتے رہے، پھر بادشاہ بابا نے حضرت امیر ملت کو اپنی ایک انگوٹھی دی تھوڑی دیر بعد حضرت امیر ملت علیہ الرحمہ نے وہاں سے کوچ فرمایا۔ اس مجذوب کے وصال کے بعد انگوٹھی عطا کرنے کا راز اس طرح ظاہر ہوا کہ وہ پورا علاقہ جہاں مجذوب مذکور رہا کرتے تھے حضرت امیر ملت علیہ الرحمہ کے پوتے مخدوم گجرات حضرت سید عظیم الدین محمود نور اللہ جیلانی

کے دامن کرم سے وابستہ ہو گیا۔ گویا وہ انگوٹھی کشور روحانیت کی کنجی تھی جو حق بہ حق دار رسید کے بموجب حضرت امیر ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے سپرد کی گئی۔

حضرت امیر ملت کی ذات بابرکات کا کیا کہنا ان پر صرف مجذوب وقت کی ہی نظر نہیں تھی بلکہ مجدد وقت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان بھی آپ سے ملاقات کے لیے سرزمین گجرات تشریف لائے۔ اور امیر ملت علیہ الرحمۃ والرضوان سے اپنی بے پناہ عقیدت و محبت کا اظہار کیا اور امیر ملت علیہ الرحمۃ والرضوان اس عاشق رسول مجدد زمانہ کی میزبانی کا حق ادا کر کے بہت مسرور ہوئے۔ اور اعلیٰ حضرت نے سیڑھی چڑھتے وقت جس پتھر پر ہاتھ رکھا تھا اس پتھر کو حضرت امیر ملت علیہ الرحمہ نے محفوظ و یادگار بنا کر اس عاشق کے عشق کی خوب خوب عزت افزائی فرمائی۔

حضرت امیر ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد آپ کے سچے جانشین کے طور پر سرکار عظیم ملت سید شاہ عظیم الدین محمود نور اللہ جیلانی رونق بخش خانقاہ اہل سنت ہوئے۔ آپ نے بھی اسلاف کے نہج کو اپنا کر دین و سنت کی خوب خوب خدمت کی آپ کے بعد اسلاف کی روایتوں کی امین حضرت سید معین الدین فقیر اللہ جیلانی مدظلہ العالی جب جانشین خانقاہ اہل سنت ہوئے تو آپ بھی فروغ دین و تبلیغ اسلام اور عقائد اہل سنت کی ترویج و اشاعت کے لیے اپنے اکابرین کے نقوش قدم کو نشان منزل بنا کر رواں دواں ہیں۔ وہی آب، وہی تاب وہی لہجہ وہی انداز جسے دیکھ کر مردان راہ حق کی یاد تازہ ہو جاتی ہے آپ نے ابھی چند ماہ پیشتر اپنے بڑے فرزند حضرت علامہ سید شاہ امیر الدین قادری کو اپنا جانشین مقرر فرمایا ہے اور چھوٹے بیٹے حضرت سید کبیر الدین غوث اللہ جیلانی کو نائب سجادہ مقرر فرمایا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت سید معین الدین فقیر اللہ جیلانی قادری صاحب قبلہ کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمر خضری عطا فرمائے۔
آمین بجاہ طہٰ ویٰسین

وصال: حضرت امیر ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی تاریخ وصال 29 رجب المرجب 1349 ہجری مطابق 30 دسمبر 1930ء ہے۔ مزار مبارک نوساری گجرات میں مرجع خلائق ہے۔ ****

(ص:15 کا بقیہ)- اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی رضی اللہ عنہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ قلم بند فرمایا جس کا نام ،،وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح،، اور تفصیلی دلائل سے ثابت کیا کہ فقہ حنفی کے مطابق سورہ نمل کے علاوہ صرف ایک مرتبہ بسم اللہ شریف بلند آواز سے پڑھی جائے گی۔ یہ فتویٰ حرفِ آخر ثابت ہوا اور آپ آج بھی دیکھ سکتے ہیں کہ تمام حفاظ کا اسی پر عمل ہے۔ روئے زمین پر جب تک اللہ رب العزت کی عبادت کی جائے گی "الدال علی الخیر کفاعلہ" کے مطابق اس کا ثواب امام الائمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو بھی ملتا رہے گا اور رہتی دنیا تک فقہا اور قانون داں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسب فیض کرتے رہیں گے۔

وصال: عباسی خلیفہ منصور نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ میری مملکت کے قاضی القضات بن جائیے۔ فرمایا: میں اس عہدے کے قابل نہیں۔ منصور بولا! آپ جھوٹ کہتے ہیں۔ فرمایا! اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو آپ نے خود ہی فیصلہ کر دیا، جھوٹا شخص قاضی بننے کے لائق ہی نہیں ہوتا۔ خلیفہ منصور نے اس بات کو اپنی توہین تصور کرتے ہوئے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو جیل بھجوادیا۔ روزانہ آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر دس کوڑے مارے جاتے جس سے خون سر اقدس سے بہ کر ٹخنوں تک آجاتا۔ اس طرح آپ کو مجبور کیا جاتا رہا کہ قاضی بننے کے لیے ہامی بھر لیں، مگر آپ رضی اللہ عنہ حکومتی عہدہ قبول کرنے کے لیے راضی نہ ہوئے۔ اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کو یومیہ دس کے حساب سے ایک سو دس کوڑے مارے گئے۔ لوگوں کی ہمدردیاں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں، بالآخر دھوکے سے زہر کا پیالہ پیش کیا گیا مگر آپ رضی اللہ عنہ مومنانہ فراست سے زہر کو پہچان گئے اور پینے سے انکار فرمادیا اس پر آپ رضی اللہ عنہ کو لٹا کر زبردستی حلق میں زہر انڈیل دیا گیا، زہر نے جب اپنا اثر دکھانا شروع کیا تو آپ رضی اللہ عنہ بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو گئے اور سجدے ہی کی حالت میں 150ھ میں آپ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ (الخیرات الحسان: 92/88)

اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر شریف 80/ برس تھی۔
بغداد معلیٰ میں آپ رضی اللہ عنہ کا مزار فائض الانوار آج بھی مرجع خلائق ہے۔ ****

مناصب ومدارج

منصبِ امامت ومرتبۂ امام

(مفتی) محمد علی قاضی، مصباحی، جمالی، ایم اے

اسلام میں چند بلند مراتب ومقامات: نبوت و رسالت، صحابیت وتابعیت، خلافت وامامت اور شہادت وولایت۔ قرآن حکیم کی مختلف آیات میں ان منصبوں کا ذکر موجود ہے مثلا!

(الف) فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ.
(النساء4آیت69)

ترجمہ! توان کا ساتھ ملے جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔

(ب) اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا.
(التوبہ9آیت40)

ترجمہ! غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

(ج) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ. (الفتح)

ترجمہ! محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

(د) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُہٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ. (التوبہ9آیت100)

ترجمہ۔ سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ انکے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے۔

(ہ) اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً. (البقرہ2آیت30)

ترجمہ! میں بیشک زمین ایک نائب بنانے والا ہوں۔

(و) یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ. (ص38آیت26)

ترجمہ! اے داؤد بے شک ہم نے تجھے زمیں میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کر۔

(ز) اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ. (یونس10آیت62)

ترجمہ! سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

ان مذکورہ بالا ساری آیاتِ قرآنی میں اُن سارے مناصبِ شرعیہ ودینیہ، مقاماتِ عالیہ ومدارجِ رفیعہ کا ذکر جمیل ہے کہ جن میں کا ہر منصب خدا کے یہاں انتہائی مہتم بالشان، بے حد محترم ومحتشم اور عظیم وجلیل ہے۔ اور وہ نبوت ورسالت کا منصب ہے، صحابیت وتابعیت کا منصب ہے، خلافت وامامت کا منصب ہے، صدیقیت وصالحیت کا منصب ہے اور شہادت و ولایت کا منصب ہے۔ اللہ رب العزت اپنے مخصوص ومحبوب اور منتخب ومقرب اور مُخلِص ومُخلَص بندوں کو ان منصبوں پر فائز فرماتا ہے تاکہ وہ اُس کے بندوں کی ہدایت ورہنمائی کریں۔ مگران تمام منصبوں میں منصب امامت سب سے ممتاز ومنفرد ہے۔ اس لیے کہ اس کا تعلق مذکورہ بالا جملہ مناصبِ شرعیہ ودینیہ سے منسلک ہے۔ امامت کا تعلق نبوت ورسالت سے ہے تو صحابیت وتابعیت سے بھی اور خلافت وصدیقیت سے ہے تو شہادت وولایت سے بھی۔ نبی ورسول ہو کہ صحابی وتابعی، خلیفہ وصدیق ہو کہ شہید وولی سب کے سب بندگانِ خدا کے لیے مشعلِ راہ ہدایت ہوتے ہیں۔ وہ ہادیانِ صراطِ مستقیم بھی ہیں، رہنمائے راہِ شریعت وطریقت بھی اور رہبر جادۂ معرفت ومقتدائے منزلِ حقیقت بھی۔ بلکہ حق یہ ہے کہ راہ حق بھی وہی ہیں، اہل حق بھی وہی اور رہنمائے راہِ حق بھی وہی۔ انبیاء ومرسلین امام ہیں! اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہوتا ہے:

وَجَعَلْنٰہُمْ اَئِمَّۃً یَّہْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْہِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءَ الزَّکٰوۃِ وَکَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ. (الانبیاء21آیت73)

ترجمہ! اور ہم نے انھیں امام کیا کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں اور ہم نے انھیں وحی بھیجی اچھے کام کرنے اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ ہماری بندگی کرتے تھے۔

جنرل سکریٹری جماعت اہل سنت کرناٹک

حضرت ابراہیم کے بارے میں قرآن کریم میں ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً. (النحل16آیت120)

ترجمہ! بے شک ابراہیم ایک امام تھا۔

اور ایک جگہ ہے:

قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا. (البقرہ2آیت124)

ترجمہ! فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔

حضور امام المرسلین! اور ہمارے حضور تو امام المرسلین ہیں معراج کے موقع پر مسجد اقصیٰ میں سارے انبیاء ومرسلین کی امامت فرمائی اور آپ امام القبلتین بھی ہیں۔

توریت امام ہے! وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰى اِمَامًا وَّرَحْمَةً. (الاحقاف46آیت12)

ترجمہ! اور اس سے پہلے (توریت) موسیٰ کی کتاب ہے پیشوا اور مہربانی۔

قرآن کریم امام ہے! وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ. (یٰس36آیت12)

ترجمہ! اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں (یعنی لوح محفوظ میں)۔

خلفائے راشدین امام ہیں! حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا يَنْبَغِيْ لِقَوْمٍ فِيْهِمْ اَبُوْ بَكْرٍ اَنْ يَّؤُمَّهُمْ غَيْرُهٗ

(خلفائے راشدین از مولانا عبدالشکور)

ترجمہ! کسی قوم کے لیے یہ روا نہیں کہ (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا امام ہوجائے۔

☆حضور اپنے مرض وعلالت کے زمانے میں خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ منصب امامت پر فائز ہوکر لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

☆خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فجر کی امامت فرمارہے تھے کہ کافر مجوسی ابولولو نے زخمی کردیا جس کے بعد شہید ہوگئے۔

☆خلیفۃ المسلمین حضرت علی رضی اللہ عنہ فجر کی امامت فرمانے کے لیے لوگوں کو جگاتے ہوئے نکلے ابن ملجم نے ایسا قاتلانہ حملہ کردیا کہ زخموں کی آپ تاب نہ لاسکے اور زبان حق ترجمان سے یہ جملے ادا ہوئے فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ اور بعد میں شہید ہوگئے۔ (کتب سیرت)

اہل بیت سب امام ہیں! حضرت حسن امام ہیں، حضرت حسین امام ہیں، حضرت زین العابدین امام ہیں، حضرت محمد باقر امام ہیں، حضرت جعفر صادق امام ہیں، حضرت موسیٰ کاظم امام ہیں، حضرت علی رضا امام ہیں، حضرت محمد تقی امام ہیں، حضرت علی نقی امام ہیں، حضرت حسن عسکری امام ہیں اور آخیر میں حضرت مہدی امام بن کر تشریف لائیں گے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

عقائد میں امام! عقائد میں حضرت امام حسن بصری اور حضرت امام ابومنصور ماتریدی وغیرھم ہمارے امام ہیں۔

احکام شرعیہ ومسائل دینیہ میں امام! امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد ابن حنبل، امام محمد اور امام ابو یوسف وغیرہم ہیں۔ علوم وفنون اسلامیہ ودینیہ میں امام! امام جلال الدین سیوطی، امام غزالی، امام فخر الدین رازی وغیرہم ہیں۔

مساجد کے امام! محلہ کی مسجد کا امام، جامع مسجد کا امام، شارع عام کی مسجد کا امام، مسجد قبا کا امام، مسجد اقصیٰ کا امام، مسجد نبوی کا امام اور مسجد حرام کا امام، پنجگانہ کا امام، جنازے کا امام اور عید گاہ کا امام۔ سب امام ہیں!

خلاصہ یہ کہ حضور امام المرسلین اور امام القبلتین ہیں، حضرت ابراہیم امام الناس ہیں، حضرت ابوبکر امام الصدیقین ہیں، حضرت عمر فاروق امام العادلین والمنصفین ہیں، حضرت عثمان غنی امام المتصدقین ہیں حضرت علی شیر خدا امام الاتبعین والواصلین ہیں، حضرت حسن امام المصلحین ہیں، حضرت حسین امام الشہداء والمجاہین ہیں، حضرت ابوحنیفہ امام الفقہا والمجتہدین ہیں، حضرت غوث پاک امام الاغواث والاقطاب والعابدین ہیں اور خواجہ غریب نواز امام اولیاء الہند والعارفین ہیں۔

اعزاز واکرام امامت! عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ثَلٰثَةٌ عَلٰى كُثْبَانِ الْمِسْكِ اَرَاهُ قَالَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدٌ اَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ وَرَجُلٌ اَمَّ قَوْماً وَهُمْ بِهٖ رَاضُوْنَ (صدر العلماء نمبر ص265)

ترجمہ! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، میں تین لوگوں کو قیامت کے دن مشک کے ٹیلوں پر دیکھ رہا ہوں وہ جس نے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا اور اپنے غلاموں کا حق ادا کیا اور وہ جس نے قوم کی امامت کی اور وہ قوم اس سے راضی رہی۔ اس حدیث پاک میں تین لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے

وہ شخص جو اللہ کا حق ادا کرے، وہ شخص جو غلاموں (بندوں) کا حق ادا کرے اور وہ شخص جو قوم کی صحیح امامت وقیادت کرے۔

گویا قوم کی امامت کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر معزز ومکرم ہے تو بندوں کی نگاہ میں بھی وہ لائق صد تعظیم وتوقیر وقابل احترام واکرام ہے۔

قوم کی امامت! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے:

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ.

(بنی اسرائیل 17 آیت 71)

ترجمہ! جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

(مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جنکا وہ دنیا میں اتباع کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اس سے وہ امام زماں مراد ہیں جس کی دعوت پر دنیا میں لوگ چلے خواہ اس نے حق کی دعوت کی ہو یا باطل کی۔ حاصل یہ ہے کہ ہر قوم اپنے سردار وامام کے پاس جمع ہوگی جس کے حکم پر دنیا میں چلتی رہی اور ر انھیں اسی کے نام سے پکارا جائے گا کہ اے فلاں کے متبعین)۔ معلوم ہوا کہ قوم کی امامت انتہائی غیر معمولی ذمہ داری ہے۔ امام برحق ہے تو قوم کی خیر ہے اور اگر امام باطل وغلط ہے تو پھر اس کی اور اس کے متبعین کی ہلاکت لازمی اور ان کی آخرت کی بربادی قطعی ہے۔ ثابت ہوا کہ امام وقائد قوم کا انتہائی دین دار ودیانت دار، نیکوکار وپرہیزگار اور صاحب علم ودانش واہل نظر وفکر ہونا لازمی ہے تاکہ وہ قوم کی صاف وصحیح اور اعلیٰ ومخلص قیادت وامامت کر سکے اور قوم اس سے راضی بھی ہو۔

امام کی شان! (الف) امام قوم کی شان کس قدر بلند وبالا ہے؟ آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ قرآن کریم وحکیم میں اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو امام کہہ کر یاد فرمایا ہے:

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ. (الانبیاء 21 آیت 73)

ترجمہ! اور ہم نے انھیں امام کیا کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں اور ہم نے انھیں وحی بھیجی اچھے کام کرنے اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی اور وہ ہماری بندگی کرتے تھے۔

(ب) قَالَ سَيِّدُ الْبَشَرِ ﷺ اَلشَّيْخُ فِيْ قَوْمِهِ كَالنَّبِيِّ فِيْ اُمَّتِهِ (صدر العلماء نمبر ص 240)

ترجمہ! حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس طرح ایک نبی اپنی امت کا پیشوائے کُل اور ہادی اعظم ہوتا ہے اسی طرح ایک شیخ کامل وعالم برحق وباعمل بھی اپنی قوم کا سردار وذمہ دار ہوتا ہے (کہ دین ودنیا میں انکی کامل رہنمائی کرنا اور قوم کو سنبھالنا اس کا کام ہے)۔

حجر اسود کی کرامت وتصدیق امامت! آپ (امام زین العابدین) حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد مسند امامت پر بیٹھے۔ محمد حنیفہ بن علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے انکی خلافت کے متعلق اختلاف کیا۔ امام زین العابدین نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم خانۂ کعبہ میں حجر اسود کے پاس چلیں اور اس سے پوچھیں کہ امامِ زماں کون ہے؟ تاکہ حقیقت حال دونوں پر ظاہر ہو جائے۔ پس دونوں نے حجر اسود کے پاس جاکر یہی سوال کیا۔ حجر اسود حرکت میں آیا اور فصیح زبان سے کہنے لگا کہ امامت حسین بن علی کے بعد علی بن حسین کو پہنچی ہے اور امام زماں زین العابدین ہیں۔ محمد حنیفہ یہ کرامت دیکھ کر امام زین العابدین کی امامت کے قائل ہو گئے اور ان کی محبت ان کے دل میں قوی ہو گئی۔ (مرءاۃ المعارف از سیدنا علیم الدین شاہ قادری)۔

امام کی ذمہ داری! احیاء العلوم میں ہے:

لَا تُجَالِسُوْا عِنْدَ كُلِّ عَالِمٍ اِلَّا اِلٰى عَالِمٍ يَدْعُوْكُمْ مِنْ خَمْسٍ اِلٰى خَمْسٍ مِنَ الشَّكِّ اِلَى الْيَقِيْنِ وَمِنَ الرِّيَاءِ اِلَى الْاِخْلَاصِ وَمِنَ الرَّغْبَةِ اِلَى الزُّهْدِ وَمِنَ الْكِبْرِ اِلَى التَّوَاضُعِ وَمِنَ الْعَدَاوَةِ اِلَى النَّصِيْحَةِ.

(صدر العلماء نمبر ص 241 بحوالہ احیاء العلوم)

فرماتے ہیں کہ ہر عالم کی صحبت میں مت بیٹھو بلکہ اُسی عالم کی صحبت ومجلس میں بیٹھا کرو جو تمہیں پانچ خرابیوں سے بچا کر پانچ خوبیوں کی طرف بلائے اول! شک کے اندھیروں سے نکال کر تمہیں یقین کا اجالا عطا کرے، دوم! ریا کی ہلاکت سے دور کر کے تمہیں اخلاص کی دولت دے، سوم! دنیاداری سے بچا کر تمہیں دین داری کی نعمت دے، چہارم! کبر اور گھمنڈ سے باز رکھ کر تمہیں تواضع وانکساری کا خوگر بنائے اور پنجم! عداوت ودشمنی سے پاک کر کے تمہیں خیر خواہی کا عادی بنائے۔ اگر امام برحق اپنی ذمہ داری نہ نبھائے گا تو پھر ائمہ کفر وباطل یعنی پیشوایانِ ضلالت لوگوں کو

گمراہ وبددین اور فاسق وفاجر بنادیں گے جیسا کہ ارشاد ربانی ہوتا ہے:
فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَا اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ. (التوبہ 9 آیت 12)

ترجمہ! تو کفر کے سرغنوں سے لڑو بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں اس امید پر کہ شاید وہ باز آئیں۔

تیری نماز بے سرور تیرا امام بے حضور
ایسی نماز سے گزر ایسے امام سے گزر

امامت صغریٰ وامامت کبریٰ! امامت دو قسم کی ہے ایک امامتِ صغریٰ اور دوسری امامتِ کبریٰ۔ امامت صغریٰ نماز کی امامت ہے۔

امام نماز! امام کو مسلمان، مرد، عاقل، بالغ،، نماز کے مسائل کا جاننے والا اور غیر معذور ہونا چاہئے کہ اگر امام میں ان چھ باتوں میں سے کوئی بات نہ پائی گئی تو اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔ حضور نے فرمایا اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُمْ (الحدیث)۔

مسئلہ امامت عورت! نماز جنازہ صرف عورتوں نے پڑھی کہ عورت ہی امام اور عورتیں ہی مقتدی، تو اس جماعت میں کراہت نہیں۔ بلکہ اگر عورت نماز جنازہ میں مردوں کی امامت کرے گی، جب بھی نماز جنازہ ادا ہوجائے گی اگرچہ مردوں کی نماز نہ ہوگی۔

(بہار شریعت حصہ سوم امامت کا بیان)۔

امامتِ کبریٰ! رسول اللہ ﷺ کی نیابتِ مطلقہ ہے یعنی حضور کی نیابت سے مسلمانوں کے تمام دینی و دنیوی کاموں میں شریعت کے موافق عام تصرف کرنے کا اختیار اور غیر معصیت میں تمام جہان کے مسلمانوں سے اطاعت کرانے کا حق۔ اس امامت کے لیے مسلمان، آزاد، مرد، عاقل، بالغ، قرشی، قادر ہونا شرط ہے۔ مسئلہ! امام کی اطاعت مطلقاً ہر مسلمان پر فرض ہے جب کہ امام کا حکم شریعت کے خلاف نہ ہو کہ شریعت کے خلاف حکم میں کسی کی اطاعت نہیں۔ امامت کی قسمیں اور بارہ امام کس قسم میں داخل ہیں؟ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے ہیں۔

الجواب! امام نماز تو حسب شرائط معلومہ فقہ عام سنی مسلمان ہوسکتا ہے۔ امام فی الدین ہر عالم کبیر وجلیل ہادی الی اللہ ہے۔ ان میں مجتہدین متورعین کو خصوصیت خاصہ ہے۔ اور ہر فن کا ماہر کامل اس میں امام کہلاتا ہے۔ امامت باطن اجلہ اکابر اولیائے کاملین کو ہے۔ امام بمعنی امیر المومنین وخلیفہ اسلام بیعت اہل حل وعقد یا استخلاف خلیفہ سابق ہے۔ ائمہ اثنا عشر رضی اللہ تعالیٰ عنھم امام فی الدین ہیں۔ ائمہ باطن ہیں۔ سب اپنے اپنے وقت کے غوث وقطب الاقطاب ہیں ان میں اکثر مجتہدین بھی ہیں۔ اور مولیٰ علی وامام حسن وامام مہدی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم خلفائے کرام بھی ہیں۔

(فتاوی رضویہ جلد یازدھم ص 31 مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

تقلید امام!

یعنی دین کے چاروں اماموں میں سے ایک کے طریقے پر احکام شرعیہ بجالانا مثلاً امام اعظم ابوحنیفہ یا امام مالک یا امام شافعی یا امام حنبل (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے طور پر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ ادا کرنا ہے۔ (اہل سنت وجماعت کے نزدیک) کسی ایک امام کی پیروی واجب ہے۔ (کیوں کہ) اماموں نے اپنی طرف سے کوئی مسئلہ گڑھا نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث کا مطلب صاف صاف بیان کیا ہے جو عام آدمیوں بلکہ عام عالموں کی سمجھ میں بھی نہیں آسکتا تھا۔ لہٰذا ان اماموں کی پیروی دراصل قرآن وحدیث کی پیروی ہے۔ جو شخص ایک امام کی پیروی کرتا ہے وہ دوسرے امام کی پیروی نہیں کرسکتا مثلاً یہ نہیں ہوسکتا کہ کچھ مسئلوں میں ایک امام کی پیروی کرے اور کچھ مسئلوں میں دوسرے کی۔ بلکہ تمام مسائل میں ایک معین امام کی پیروی واجب ہے۔ اور یہ بھی ناجائز ہے کہ حنفی شافعی ہوجائے یا شافعی حنفی ہوجائے جو آج تک جس امام کا مقلد رہا ہے آئندہ بھی اسی کی تقلید کرے۔ (ماخوذ از قانون شریعت)

امام کیسا ہو؟

حکایت! امام الحرمین ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بادشاہ وقت کے یہاں 29 کے ہلال پر گواہیاں گزریں بحکم سلطان اعلان ہوا کہ کل عید ہے یہ خبر امام الحرمین کو پہنچی گواہیاں قابل قبول نہ تھیں امام کے حکم سے معاً دوسرا اعلان ہوا کہ بحکم امام ابو المعالی کل روزہ ہے۔ صبح کو تمام شہر روزہ دار اٹھا۔ حاسدوں نے یہ خبر خوب رنگ دے کر بادشاہ تک پہنچائی کہ اگر امام چاہیں تو سلطنت چھین لیں ملاحظہ ہو کہ انہیں کا حکم مانا گیا اور حکم سلطان کی کچھ پروانہ ہوئی۔ بادشاہ نے بر افروختہ ہو کر چوب دار بھیجے کہ جیسے بیٹھے ہیں تشریف لائیں امام ایک جبہ پہنے تھے ویسے ہی دربار میں رونق افروز ہوئے۔ اشتغال شاہی دوبالا ہوا کہ لباس درباری نہ تھا سوال کیا فرمایا اطاعت اولو الامر واجب ہے۔ حکم تھا جیسے بیٹھے ہیں آئیں میں یوں ہی بیٹھا تھا چلا آیا کہا اعلانِ

خلاف پر کیا باعث تھا ؟فرمایا انتظامِ دنیا تمھارے سپر د ہے اور انتظامِ دین ہمارے تعلق ۔ بادشاہ پر ہیبتِ حق طاری ہوئی باعزاز تمام رخصت کیااور بدگویوں کو سزادی۔

خواجہ کے مرید کی امامت! صوفی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز خلفا میں سے ہیں ۔ایک دن پیر خواجہ کی مسجد میں مرید صوفی صاحب نماز پڑھارہے تھے۔آپ تکبیر تحریمہ کہتے تو ہر مقتدی کو عرش اعظم نظر آتا تھا ہر شخص اسے اپنی خود کی کرامت سمجھتا تھا۔ایک روز آپ مسجد میں موجود نہ تھے کسی دوسرے بزرگ نے نماز پڑھائی اس روز کسی کو عرش اعظم نہ نظر آیا تو یہ راز کھلا کہ جلوہء عرش محض خواجہ کے خلیفہ کے بدولت نظر آتا تھا۔(کیاآپ جانتے ہیں؟ص488)

دعائے امامت! رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا. (الفرقان25آیت74)

ترجمہ! اے ہمارے رب ہمیں دے ہماری بی بیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا۔

آج کل کا امام!جس امام کا منصبِ رفیع ومقامِ بلند قرآن کریم واحادیث نبویہ نے بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ بیان کیا اور اُسے اُس کی قرار واقعی حیثیت کا ہر قدم پر اہل اسلام کو شدید احساس دلایا مگر افسوس صد افسوس کہ آج ہمارے معاشرے میں امام کو مسجد کا محض ایک پنجوقتہ دینی نوکر اور انتظامیہ کا دست نگر کے سوا کچھ اور نہیں خیال کیا جاتا۔یہ سچ ہے کہ فقط معدودے چند ایسے لائق وفائق امام ہیں جو اپنی کاوش و محنت ،لیاقت وصلاحیت ،حکمت واستقامت اور حسن گفتار ومخلصانہ کردار سے اچھا نام اور اچھا کام کرنے میں کامیاب نظر آتے ہیں ۔ٹھیک اسی نہج پر شہروں اور قصبوں میں گنتی کے چند ایسے ذمہ دارانِ مساجد موجود ہوتے ہیں جو اپنے امام کے ساتھ تال میل بناکر، انہیں اپنا دینی پیشوا سمجھ کر اوراُن کا خاطر خواہ احترام کرتے ہوئے اُن سے اصلاحِ امت اور نونہالانِ ملت کی اسلامی وروحانی اور انسانی واخلاقی تعلیم وتربیت کا کام لیتے ہیں۔

خیال رہے کہ مسجد کے امام کا خوش اخلاق وملنسار،صاحبِ علم وعمل،وسیع الفکر وسیع المطالعہ اور مسجد ومحلے کے ہر شخص کو مذہب وملت کا ایک فرد اور مسلم معاشرے کی ایک اٹوٹ کڑی سمجھنا اور اُسے اپنا بنانے کی دلی کوشش کرتے رہنا لازم وضروری ہے،اسی طرح مسجد کے انتظامیہ کے دل ودماغ میں بھی یہ بات خوب اچھی طرح سے جاگزیں ہو کہ امام صرف باجماعت نمازوں میں اُن کے آگے نہیں ہونا چاہیے بلکہ مسجد کے باہر بھی حق وباطل ،حلال وحرام،جائز وناجائز، خیروشر، نیک وبد اور اچھا اور برا بتانے میں امام اُن کا رہنما اور ہادی ہو۔جہاں تک امام کی تنخواہ اور اس کے لیے دیگر ضروری سہولیات کا مسئلہ ہے،انتظامیہ پورے شرح صدر کے ساتھ اور انتہائی انصاف ودیانتدار کے ساتھ امام اور موذن کا خیال رکھے ورنہ امام جو پنجوقتہ نمازوں کے ذریعے بارگاہ احکم الحاکمین میں بندوں کا وکیل ہے ،اُس کے ساتھ سخت ناانصافی کرنے اور حقوق العباد میں شرعی واخلاقی خلاف ورزیوں کے سخت مجرم ہوں گے۔

امام کی ذمہ داریاں!

(1)پابندی کے ساتھ پنج وقتہ نمازوں کی امامت کرنا،دوران نماز تلاوت قرآن پاک میں تجوید وترتیل کے آداب کو ملحوظ رکھنا،نماز باجماعت سے کم ازکم 5 سے 10 منٹ پہلے مصلے پر حاضر رہنا،انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ نمازوں کے امامت کرنا،اور فرائض کے بعد مختصراً جامع دعاؤں کا اہتمام کرنااور عند الضرورت جملہ نمازیوں کے ساتھ ساتھ جملہ اہل اسلام اور شہر وملک میں امن وامان کے لیے اخلاص کے ساتھ دعا کرنا ہے۔

(2)محلے کے بچوں کو ناظرہ تعلیم دینا،دینیات کے اسباق پڑھانا،اوقات کی پابندی کے ساتھ مسجد سے ملحق مدرسہ تعلیم کو فروغ دینا۔نیز اس سلسلے میں بچوں کے والدین کے ساتھ ہرماہ میٹنگ یا ملاقات کا اہتمام کرناوغیرہ۔

(3)محلہ میں ہونے والی منگنی اور شادی بیاہ کے موقعہ پر نکاح پڑھانا،کسی کے وصال پر نماز جنازہ اور تجہیز وتدفین کی کاروائیوں میں حصہ لینا اور دعا فاتحہ اور ایصال ثواب کی مجلسوں میں شرکت کرناوغیرہ۔

(4)محلے میں رہنے بسنے والے غیر مسلم برادران وطن کے ساتھ خوشگوار ماحول کو مستحکم رکھنا اوراس کو فروغ دینا،وقتاً فوقتاً قومی بھائی چارہ اور بین المذاہب جلسوں میں شریک ہوکر اسلامی پیغام محبت واخوت کو پیش کرنا۔

(5)جمعہ کی خطابت کسی نہ کسی سنجیدہ و مثبت،تعمیری وتعلیمی ،عملی وفکری اور مفید ومعلوماتی ،نیز حالات حاضرہ پر خصوصاً سرکاری دستاویز کی اہمیت وافادیت اور اس کی حفاظت پر تاکیدی بیانات دینا تاکہ جمہوری ملک کے باشندے ہونے کے ناطے وقت وحالات کے

دھارے میں ملت مسلمہ کسی سے پیچھے نہ رہے۔

(6)ہفتہ واری یا پندرہ روزہ یا ماہانہ محلے کے نوجوانوں کے ساتھ مختلف واہم موضوعات پر گفت وشنید ومذاکرات کی نشستیں قائم کرنا۔

(7)محلے کے بزرگوں، بیماروں، اور ضرورتمندوں کی خاطر ماہانہ یا وقتاً فوقتاً سے ملاقاتیں کرنا اور اُن کی گزارشوں یا ضرورتوں کو پورا کرنے میں انتظامیہ یا متعلقہ افراد سے مل کر اُن کی امداد کرنا۔

(8)امام کو چاہیے کہ ہر روز کچھ نہ کچھ کتب بینی ومطالعہ کے لیے اوقات کا تعین کرلے اور شہر وملک اور اہل اسلام اور عالم اسلام میں پے درپے رونما والے احوال وکوائف سے بھی اپنے کو مطلع رکھے۔ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرے اور صبح کو اخبار پڑھنا نہ بھولے، کم ازکم اخبار کی سرخیاں ہی پڑھ لیا کرے۔

(9)جمعہ کی خطابت قرآن وسنت سے مزین ہو، خطابت وبیان کے دوران سیرت وتاریخ کو پیش نظر رکھے اور نصیحت آموز قصص وحکایات سے سامعین کو متاثر کرے۔

مسجد انتظامیہ کی ذمہ داریاں!

(1)امام کو محض وقف کا ملازم نہ سمجھے بلکہ اُسے اپنا پیشوا سمجھے، اس کی ضرورتوں کا خیال رکھے، اس کی تنخواہ اتنی ہو کہ حالات ا ورزمانے کے بنیادی تقاضوں کی تکمیل میں دشواری نہ ہو۔

(2)ہر سال امام اور موذن کی تنخواہ میں مناسب اضافہ ہوتا رہے۔

(3) امام کے تقرری سے قبل اس کے جملہ اسناد وسرکاری دستاویز کا جائزہ لے اور اس کی ایک نقل اصل سے معائنہ کر کے مسجد کمیٹی اپنے فائل میں محفوظ رکھے: مثلا برتھ سرٹیفکیٹ، حفظ وعالمیت کی سند، آدھار کارڈ، ڈرائیونگ لائسنس اور پاسپورٹ وغیرہ (ان میں تعلیمی اسناد کے علاوہ کم ازکم تین سرکاری دستاویز ضرور طلب کرلے)۔ شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ اگر شادی شدہ ہو تو نکاح نامہ کی نقل نیز سابقہ مسجد یا مدرسہ جہاں امام نے خدمات انجام دی ہیں، وہاں سے ایک تصدیق نامہ تقرری سے پہلے یا ایک ہفتہ کے اندر اندر مسجد دفتر میں جمع ہونا لازمی کرے۔

(4)امام بھی ایک انسان ہے، اُس کی فیملی ہے، ہماری طرح اُس کی بھی گھریلو اور عائلی زندگی کی بعض اہم ضرورتیں ہیں، جن کو پورا کرنے کے لیے سالانہ ایک ماہ کی چھٹی کے ساتھ ساتھ ہر ماہ اُسے کم از کم تین دن تنخواہ کے ساتھ رخصت دی جائے۔

(5)ممکن ہو تو امام اور موذن کے بچوں کے تعلیمی اخراجات مسجد انتظامیہ اپنے ذمہ لے۔

(6)مسجد انتظامیہ کمیٹی سال میں چار دفعہ یعنی ہر تین ماہ پر امام سے اس کی جملہ خدمات کی ایک تحریری رپورٹ حاصل کر کے اُس کا جائزہ لے اور امام سے مذکورہ رپورٹ پر رائے مشورہ کرے تاکہ مسجد اور محلے کی سرگرمیوں میں اگر کوئی کمی، خامی یا خرابی پیدا ہوئی ہو تو اس کو دور کیا جاسکے اور اس طرح مسجد ومحلے کی ترقی کو یقینی وقطعی بنایا جاسکے۔

(7)مسجد کے اطراف میں بسنے والے غیر مسلم بھائیوں کو وقتاً فوقتاً اور حسب ضرورت مدعو کرے اور ان کے سامنے اسلام کا پیغام امن وپیغام احترام انسانیت، مسلم بھائی چارہ، وطن کی ترقی، بقائے باہمی، ایک دوسرے کے ساتھ اخلاص ورواداری اور محلے وشہر کی مدنی ضرورتوں پر گفتگو کرے اور جن جن محاذ پر ان کے ساتھ مل کر کام کرنے کو آسان وممکن بنایا جاسکتا ہے، انہیں ضرور عملی جامہ پہنائے تاکہ فرقہ وارانہ ہم آہنگی قائم رہے۔

طریقۂ نفاذ!

(1)کسی ایک ضلع کو نشانہ میں رکھ کر، مذکورہ ضلع کے کسی ایک تعلقہ میں وہاں کی جملہ مساجد کے ائمہ حضرات و کمیٹی کے صدور وسکریٹریز وغیرہ کو دو سے چار دن قبل تحریری دعوت نامہ اور فون سے باقاعدہ ذمہ داری کے ساتھ اطلاع دیا جائے کہ نظام مساجد کے سدھار، ائمہ حضرات کی نبوی ذمہ داری، اُن کا اعلیٰ وارفع دینی مقام ومرتبہ، محلے کے بچوں اور نوجوانوں کی اصلاح، مسلمانوں میں دینی وعصری تعلیم کا فروغ، مسجد اور اہل محلہ کو ایک دوسرے سے جوڑنے کا عمل اور مسجد ومحلے کے ماحول کو پرامن وخوشگوار بنانے کے حوالے ایک اہم وضروری نشست بلائی گئی ہے۔

(2)طے شدہ ایجنڈہ کے تحت منعقدہ نشست میں باری باری ہر مسجد کمیٹی کی بعض معقول گزاراشات، شکایات وخیالات کو قلمبند کرلیا جائے اور ضرورت پڑنے پر دوبارہ بھی اس طرح کی نشست منعقد کرنے کا یقین دلائے تاکہ رائے مشورہ اور کام کا رابطہ قائم رہے۔

(3)اسی طرح ایک ضلع کے سارے تعلقاجات پر دو سے چار دن کے فاصلے کے ساتھ کام ہوجانے کے بعد پورے ضلع کی فائنل میٹنگ پوری تیاری کے ساتھ منعقد ہو اور سارے ترقیاتی امور پر اطمینان بخش گفتگو کے بعد ان کے حل کے لیے ضلعی سطح پر گیارہ افراد پر مشتمل ایکشن کمیٹی قائم کی جائے۔ ❋❋❋❋

تحفظ اعمال

بیشک شیطان تمھارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو!

محمد فداء المصطفیٰ گیاوی

ہر مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ علما اور صلحا سے محبت رکھے ان کی محفلوں میں بیٹھتا رہے، جو کچھ نہ جانتا ہو وہ ان سے پوچھتا رہے، ان کی نصائح سے بہرہ اندوز ہوتا رہے، برے کاموں سے گریزاں رہے اور شیطان کو اپنا دشمن سمجھے جیساکہ فرمان الٰہی ہے:

''إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا''۔

ترجمہ: بیشک شیطان تمھارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو۔

(سورۃ فاطر، آیت: 6، کنزالایمان)

یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے اس سے دشمنی رکھو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اس کی پیروی نہ کرو اور صدق دل سے ہمیشہ اپنے عقائد و اعمال کا اس سے تحفظ کرو، جب تم کوئی کام کرو تو اچھی طرح سمجھ لو کیونکہ بسا اوقات اعمال میں ریا داخل ہو جاتا ہے اور برائیاں اچھی طرح نظر آتی ہیں، یہ سب شیطان کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا اس کے خلاف اللہ سے مدد طلب کرتے رہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا یہ اس کا راستہ ہے، پھر آپ نے اس لکیر کے دائیں بائیں کچھ اور لکیریں کھینچیں ور فرمایا یہ شیطان کے راستے ہیں جن کے لیے وہ لوگوں کو بلاتا رہتا ہے اور آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی: ''إِنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے شیطان کے کثیر راستوں کو بیان فرمایا تاکہ ہم اس کے فریب میں نہ آئیں۔ (رواہ بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک زاہد کو شیطان نے راہ راست سے ہٹانے کے لیے یہ چال چلی کہ ایک لڑکی کو پیٹ کی بیماری میں مبتلا کر دیا اور اس کے گھر والوں کے دلوں میں خیال ڈال دیا کہ اس بیماری کا علاج زاہد کے سوا کہیں بھی ممکن نہیں چنانچہ وہ لوگ زاہد کے پاس آئے مگر اس نے لڑکی کو اپنے ساتھ رکھنے سے انکار کر دیا لیکن ان کی بار بار گزارشات پر اس کا دل پسیج گیا اور اس نے لڑکی کو علاج کے لیے اپنے پاس ٹھہرا لیا، جب بھی وہ لڑکی زاہد کے پاس جاتی شیطان اسے انتہائی خوشنما انداز میں پیش کرتا یہاں تک کہ زاہد کے قدم ڈگمگا گئے اور اس نے لڑکی سے مباشرت کی جس سے لڑکی کو حمل رہ گیا۔ اب شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ پیدا کیا کہ یہ تو بہت بری بات ہوئی، میرے زہد و اتقاء پر حرف آ گیا لہذا اسے قتل کر کے دفن کر دینا چاہیے، جب اس کے گھر والے پوچھنے کو آئیں گے تو کہہ دوں گا وہ مر گئی ہے چنانچہ شیطان کے بہکاوے میں آکر زاہد نے اس لڑکی کو قتل کر کے دفن کر دیا، ادھر لڑکی کے گھر والوں کے دلوں میں شیطان نے یہ خیال ڈال دیا کہ اسے زاہد نے قتل کر کے دفن کر دیا ہے لہذا وہ زاہد کے پاس آئے اور لڑکی کے متعلق پوچھ گچھ کی، زاہد نے کہا وہ مر گئی ہے لیکن ان لوگوں نے اپنے وسوسے کے مطابق زاہد پر سختی کی اور اس سے اقرار کرا لیا کہ اس نے لڑکی کو قتل کیا ہے انھوں نے اسے پکڑ لیا اور قصاص میں قتل کرنے لگے تب شیطان ظاہر ہوا اور زاہد سے بولا میں نے اسے پیٹ کی بیماری میں مبتلا کیا تھا اور میں نے ہی اس کے گھر والوں کے دلوں میں تیرے جرم کا خیال ڈالا تھا، اب تو میرا کہنا مان لے میں تجھے بچا لوں گا۔ زاہد نے پوچھا کیا کروں؟ شیطان بولا مجھے دو سجدے کر لے چنانچہ زاہد نے جان بچانے کے لیے شیطان کو سجدہ کر لیا اب شیطان یہ کہتا ہوا وہاں سے چل دیا کہ میں تیرے اس فعل سے بری ہوں جیساکہ فرمان الٰہی ہے کہ: ''إذ قال للإنسان أكفر فلما كفر قال إني بريئ منك''۔ ترجمہ: شیطان کی طرح جس نے انسان سے کہا کفر کر جب اس نے کفر کیا تو شیطان نے کہا میں تجھ سے بری ہوں۔

ایک مرتبہ کی بات ہے کہ شیطان نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تیرا اس ذات کے متعلق کیا خیال ہے جس نے مجھے جیسے چاہا پیدا کیا اور جو چاہا مجھ سے کرایا، اس کے بعد وہ مجھے چاہے تو جنت میں بھیج دے اور چاہے تو جہنم میں بھیج دے، کیا ایسا کرنے والا عادل ہے یا ظالم؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ توقف کے بعد جواب دیا اے شخص! اگر

ڈگری اسکالر: دارالہدیٰ اسلامک یونیورسٹی، ملاپورم، کیرالا

اس نے تجھے تیری منشا کے مطابق پیدا کیا تو واقعی تو مظلوم ہے اور اگر اس نے تجھے اپنے ارادۂ قدرت کے تحت پیدا کیا تو پھر اس کی مرضی ہے جو کرے، شیطان شرم سے پانی پانی ہو گیا اور کہنے لگا یہ سوال کر کے میں نے ستر ہزار عابدوں کو ضلالت و گمراہی کے غار میں دھکیل دیا ہے۔

انسانی قلب کی مثال ایک قلعہ جیسی ہے اور شیطان ایک دشمن ہے جو قلعہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ جمانا چاہتا ہے۔ قلعہ کی حفاظت دروازوں کو بند کیے بغیر اور تمام راستوں اور درختوں کی نگرانی کے بغیر ممکن نہیں ہے اور یہ فریضہ وہی سرانجام دے سکتا ہے جو ان راستوں سے اچھی طرح واقف ہو لہذا دل کو شیطانی وساوس کی بیغانہ سے محفوظ رکھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہی نہیں بلکہ ایک فرض عین ہے چونکہ شیطان کے وسوسوں کا مقابلہ اس وقت تک ناممکن ہے، جب تک اس کی تمام گزرگاہوں سے واقفیت نہ ہو لہذا ان گزرگاہوں سے واقفیت اولین ضرورت ہے اور یہ گزرگاہیں انسان ہی کی پیدا کردہ ہوتی ہیں جیسے غصہ اور شہوت کیونکہ غصہ عقل کو ختم کر دیتا ہے لہذا جب عقل ماند پڑ جاتی ہے تو شیطانی لشکر انسان پر زبردست حملہ کر دیتا ہے، جونہی انسان غضب ناک ہوتا ہے، شیطان اس سے ایسے کھیلتا ہے جیسے بچے مٹی سے کھیلتے ہے۔

ایک بندۂ خدا نے شیطان سے پوچھا یہ بتا تو انسان پر کیسے قابو پالیتا ہے؟ شیطان نے کہا میں اسے غصہ اور اس کی شہوت کے وقت زیر کرتا ہوں۔ شیطان کے راستوں میں ایک راستہ حرص اور حسد کا بھی ہے کیونکہ حرص انسان کو اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے لہذا شیطان اس فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے تمام برائیوں کو حرص کے سامنے حسین انداز میں پیش کرتا ہے اور وہ انسان اسے خوبیاں سمجھ کر قبول کرتا چل جاتا ہے۔

روایت ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام بحکم خداوندی پہلے ہر جنس کا ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کیا اور خود بھی سوار ہوئے تو آپ نے ایک اجنبی بوڑھے کو دیکھ کر پوچھا تمہیں کس نے کشتی میں سوار کیا ہے؟ اس نے کہا میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کے ساتھیوں کے دلوں پر قبضہ کرلوں، اس وقت ان کے دل میرے ساتھ اور بدن آپ کے ساتھ ہوں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ کے دشمن! اے ملعون! نکل جا! ابلیس بولا اے نوح! پانچ چیز ایسی ہیں جن سے میں لوگوں کو گمراہی میں ڈالتا ہوں، تین تمہیں بتلاؤں گا اور دو نہیں بتلاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی اور فرمایا کہ، آپ کہیں کہ مجھے تین سے آگاہی کی ضرورت نہیں تو مجھے صرف وہی دو بتلا دے۔

شیطان بولا وہ دو ایسی ہیں جو مجھے کبھی جھوٹا نہیں کرتیں اور نہ ہی کبھی ناکام لوٹاتی ہیں اور انہیں سے میں لوگوں کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک حسد ہے اور دوسری حرص ہے، اسی حسد کی وجہ سے تو میں راندۂ درگاہ اور ملعون ہوا ہوں اور حرص کے باعث آدم علیہ السلام کو ممنوعہ چیز کی خواہش پیدا ہوئی اور میری آرزو پوری ہو گئی۔

شیطان کا ایک راستہ انسان کا پیٹ بھرا ہونا ہے اگرچہ وہ رزق حلال سے ہی بھرا گیا ہو کیونکہ پیٹ کا بھر جانا شہوتوں پر برانگیختہ کرتا ہے اور شیطان کا یہی ہتھیار ہے۔ پیٹ بھر کا کھانا بھی انسان کو شیطان کے پھندے میں پھنساتا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ شیطان کو دیکھا وہ بہت سے پھندے اٹھائے ہوئے تھا آپ نے پوچھا یہ کیا ہیں؟ شیطان نے جواب دیا یہ وہ پھندے ہیں جن سے میں انسان کو پھانستا ہوں۔ آپ نے پوچھا کبھی مجھ پر بھی تو نے پھندا ڈالا ہے؟ شیطان نے کہا، آپ جب بھی سیر ہو کر کھا لیتے ہیں میں آپ کو ذکر و نماز سے سست کر دیتا ہوں۔ آپ نے پوچھا اور کچھ؟ کہا بس اتنا ہی تب آپ نے قسم کھائی کہ میں آئندہ کبھی سیر ہو کر نہیں کھاؤں گا، شیطان نے بھی جواباً قسم کھائی، میں بھی آئندہ کسی مسلمان کو نصیحت نہیں کروں گا۔

شیطان کا ایک راستہ مال و متاع دنیا پر فریفتگی ہے کیونکہ شیطان جب انسان کا دل ان چیزوں کی طرف مائل دیکھتا ہے تو انہیں اور زیادہ حسین انداز میں اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور انسان کو ہمیشہ مکانات کی تعمیر سقف و در و بام کی آرائش و زیبائش میں الجھائے رکھنا ہے اور اسے خوبصورت لباس اچھی اچھی سواریوں اور طویل عمر کی جھوٹی امیدوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور جب کوئی انسان اس منزل پر پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کی راہ خدا پر واپسی دشوار اور پھر مشکل ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ایک امید کے بعد دوسری امید بڑھاتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا وقت مقرر آ جاتا ہے اور وہ اسی شیطانی راستے پر گامزن رہتے اور خواہشات کی تکمیل کرتے ہوئے اس ناپائیدار دنیا سے اٹھ جاتا ہے (نعوذ باللہ)

شیطان کے بال کے ایک راستہ لوگوں سے امیدیں رکھنا ہے، حضرت صفوان بن سلیم فرماتے ہیں کہ شیطان جناب عبد اللہ بن حنظلہ کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ میں تم کو ایک بات بتاتا ہوں، اسے یاد رکھنا انھوں نے کہا مجھے تیری کسی پند و نصیحت کی ضرورت نہیں ہے، شیطان نے کہا تم سنو تو سہی اگر اچھی بات ہو تو یاد رکھا ورنہ چھوڑ دنیا، بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی انسان سے اپنی آرزوؤں کا سوال

نہ کرنا اور یہ دیکھنا کہ غصہ میں تمھاری کیا حالت ہوتی ہے کیونکہ میں غصہ کی حالت میں ہی انسان پر قابو پاتا ہوں۔

شیطان کا ایک راستہ ثابت قدمی کا انسان میں فقدان اور جلد بازی کی طرف اس کا میلان ہے۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "جلد بازی شیطانی فعل ہے اور عمل و بردباری اللہ رب العزت کا عطیہ ہے۔ جلد بازی میں انسان کو شیطان ایسے طریقے سے برائی پر مائل کرتا ہے کہ انسان محسوس ہی نہیں کرتا"۔ روایت ہے کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو شیطان کے تمام شاگرد اس کے یہاں جمع ہوئے اور کہنے لگے آج تمام بت سرنگوں ہوگئے ہیں شیطان نے کہا کہ کوئی عظیم حادثہ رونما ہوا ہے، تم یہیں ٹھرو میں معلوم کرتا ہوں چنانچہ اس نے مشرق و مغرب کا چکر لگایا مگر کچھ بھی پتا نہ چلا یہاں تک کہ وہ حضرت عیسی علیہ سلام کی جائے ولادت پر پہنچا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ملائکہ حضرت حضرت عیسی السلام کو گھرے ہوئے ہیں، وہ واپس اپنے شاگردوں کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ گذشتہ شب ایک نبی کی ولادت ہوئی ہے، میں ہر بچہ کی ولادت کے وقت موجود ہوتا ہوں مگر مجھے ان کی پیدائش کا قطعی علم نہیں ہوا لہذ اس رات کے بعد بتوں کی عبادت ختم ہوجائیگی اس لیے اب انسان پر جلد بازی اور لاپروائی کے وقت حملہ کرو اور ان ہتیاروں سے کام لو۔

ایک راستہ زر اور زمین کا ہے کیونکہ جو چیز انسان کی حاجت سے زائد ہو وہ شیطان کا مسکن بن جاتی ہے۔ حضرت ثابت البنانی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب اللہ تعالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو شیطان نے اپنے شاگردوں سے کہا آج کوئی اہم واقعہ رونما ہوا ہے جاؤ دیکھو تو کیا ماجرا ہے؟ وہ سب تلاش میں نکلے مگر ناکام لوٹ کر کہنے لگے ہمیں تو کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ شیطان نے کہا تم ٹھہرو میں ابھی تمہیں آکر بتاتا ہوں، شیطان نے واپس آکر بتلایا کہ اللہ تعالی نے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے۔ چنانچہ شیطان نے اپنے تمام شاگروں چیلوں کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پیچھے لگایا کہ ان لوگوں کو گمراہ کریں مگر واپس جاکر کہتے ہیں اے استاذ! اہم نے آج تک ایسی ناکامی کا منہ نہیں دیکھا، جب یہ نماز شروع کرتے ہیں تو ہمارا سب کیا دھرا خاک میں مل جاتا ہے۔ تب شیطان نے کہا گھبراؤ نہیں ابھی کچھ اور انتظار کرو عنقریب ان پر دنیا ارزاں و فراواں ہو جائے گی اور اس وقت ہمیں اپنی امیدیں پورا کرنے کا خوب موقع مل جائیگا۔

روایت ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام ایک دن پتھر سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، شیطان کا وہاں سے گزر ہوا، اس نے کہا اے عیسیٰ (علیہ السلام) تم نے دنیا کو مرغوب سمجھا ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑ لیا اور اس کی گدی میں مکّا رسید کر کے فرمایا یہ لے جا، یہ تیرے لیے دنیا ہے۔

ایک ریاست فقر و فاقہ کا ڈر اور بخیلی ہے کیونکہ یہ چیزیں انسان کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے روکتی ہیں اور اسے مال و دولت جمع کرنے اور عذاب الیم کی دعوت دیتی ہیں۔ بخیلی کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بخیل مال و دولت حاصل کرنے کے لیے بازاروں کے چکر لگاتا ہے جو کہ شیطان کی آماجگاہیں ہیں شیطان اپنی جگہوں پر گھات لگائے بیٹھا ہوا ہوتا ہے۔

ایک راستہ مذہب سے نفرت، خواہشات کی پیروی، اپنے مخالفین سے بغض و حسد اور انہیں حقارت سے دیکھنا ہے اور یہ پھر خواہ وہ عابد ہو یا فاسق سب کو ہلاک کر دیتی ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ شیطان نے کہا میں نے امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گناہوں کی بھول بھلیوں میں بھٹکایا مگر انھوں نے استغفار سے مجھے شکست دے دی، تب میں انہیں ایسے گناہوں کی طرف لے گیا جن کے لیے وہ کھلی استغفار نہیں کرتے ہیں اور وہ ان کی ناجائز خواہشات ہیں اور ملعون کی یہ بات حقیقتاً صداقت پر مبنی ہے کیوں کہ عام طور پر لوگ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ یہ خواہشات ہی اصل میں گناہوں کی طرف راغب کرتی ہیں لہذا وہ اللہ سے استغفار کریں۔

ایک راستہ مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی کا ہے لہذا اس سے اور بد بختوں کی تہمتوں سے بچنا چاہیے، اگر آپ کبھی کسی ایسے انسان کو دیکھیں جو لوگوں کے عیب ڈھونڈتا ہے اور بدگمانیاں پھیلاتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ وہ شخص خود ہی بد باطن ہے اور یہ امر اس کی بد باطنی کے اظہار کا ایک طریقہ ہے لہذا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ شیطان کے داخلے کے ان تمام راستوں کو مسدود کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اپنے دل کو ایک محفوظ قلعہ بنالے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو شیطان کے شر محفوظ رکھے اور اس کے غلیظ وسوسوں سے بچائے۔ اے رب ذوالجلال ہمیں ہر وہ کام کرنے کی توفیق عطا فرما جس میں تیری رضا شامل ہو اور ہمیں ہر وہ کام کرنے سے دور رکھ جو تیری ناراضگی کا باعث بنے اور ہمیں دارین کی سعادتوں سے مالا مال کر آمین بجاہ سید المرسلین۔ ✻✻✻✻✻

یاد رفتگاں

قاضی سید محمد ایوب ہمدانی
متنوع شخصیت

خالد ایوب مصباحی شیرانی

زندگی کا یہ انجام بیان کرتے ہوئے کلیجہ بیٹھا جارہا ہے کہ اب ہمارے درمیان ناگور ضلع کی لاڈنوں تحصیل کے چیف قاضی حضرت مولانا سید ایوب اشرفی ہمدانی صاحب نہیں رہے۔

چند روز قبل اچانک جب یہ خبر ملی کہ قاضی صاحب شدید علیل ہیں اور انھیں لاڈنوں سے بیکانیر شفٹ کیا گیا ہے، تبھی ایک جھٹکا سا لگا اور آج ان کے وصال پر ملال کی جان کاہ خبر نے رہی سہی کسر پوری کر دی جبکہ کورونا کی وجہ سے جنازے میں عمومی شرکت نہ کرنے دینے کی حکومتی بے وفائی نے اس نڈھال کر دینے والے غم پر زندگی بھر کے لیے مہر لگا دی ہے۔ کیا دنیا کی حقیقت یہی ہے کہ عمر بھر کی محبتوں کا فرضی صلہ دینے کے لیے میت کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑے ہو کر دو کلمات خیر بھی نہ پڑھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ پوری دنیا کو اس وبا سے نجات بخشے اور ہمیں اپنی آخرت کا شعور دے۔

کون دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لیے آیا ہے اور کسے دیر سویر اس دار فانی کو الوداع نہیں کہنا لیکن کچھ ہستیاں وہ ہوتی ہیں جو اپنے نقش چھوڑ جاتی ہیں، قاضی صاحب ایک ایسے ہی مصور اور نقاش تھے، جنھوں نے سماجی، مذہبی اور سیاسی ہر تینوں میدانوں میں اپنے اثرات چھوڑے۔

قاضی صاحب ان لوگوں میں سے تھے، جن سے چھوٹے بڑے، خواندہ ناخواندہ، اہل مذہب، ارباب سیاست اور اہل معاشرت ہر طبقے کے لوگ ملتے، راہ و رسم رکھتے، مشورے اور ہدایات حاصل کرتے اور سب ان سے تاثر لیتے تھے۔ جس طرح قدرت نے انہیں قد کاٹھی کی وجاہتوں سے نوازا تھا، اسی طرح انھیں حسن اخلاق بھی وافر مقدار میں مرحمت ہوا تھا۔

فقیر خالد ایوب مصباحی سے ان کے کوئی سات آٹھ سال مراسم رہے۔ یہ تو یاد نہیں کہ ان سے پہلی ملاقات کہاں اور کیوں کر ہوئی؟ البتہ اتنا یاد ہے کہ انھوں نے ہر ملاقات میں اپنی بزرگی کا احساس دلائے رکھا۔ خاندانی وجاہت کے ساتھ وہ تعلقات نبھانے میں ہمیشہ غالب رہے اور یہ ان کا وہ وصف ہے جس کی ان سے ملنے والے پاگل بھی گواہی دے سکتے ہیں۔

ان کے حکم پر لاڈنوں شہر کے لیے فقیر نے علما/ائمہ کا انتظام کیا۔ مسائل شریعت کے لیے تقریباً ہر دو چند دنوں کے بعد رجوع کر ہی لیتے۔ کچھ تحریری فتاوی بھی لیے۔ ملی مسائل پر تبادلہ خیال کرتے۔ اپنے علاقے کی اجتماعی قربانیاں فقیر کے حوالے کرتے۔ حساب و کتاب میں شفافیت رکھتے۔ جب سے تحریک علمائے ہند بنی پہلے دن سے شریک سفر رہے اور تنظیمی ڈھانچے کے متعلق ہمیشہ مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ اپنے حلقہ ارادت میں فقیر کا تعارف کرواتے اور بااثر لوگوں کو وابستہ کرتے۔ اپنے خانگی مسائل میں بھی فقیر سے مشاورت کرتے۔ تقریباً دو سال پہلے سعودی عرب میں ان کے داماد کا انتقال ہو گیا تھا، جس کے بعد وہ اپنی شہزادی کے مستقبل کو لے کر کافی فکر مند رہا کرتے تھے۔ ایک دن فون آیا اور مشاورت کے بعد فرمانے لگے:

میرے پاس کچھ پیسے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ کے حوالے کر دوں، آپ اپنی صواب دید کے مطابق کسی دیانت دار تاجر کو دے دیں اور وہ تاجر ہمیں ماہ بماہ منافع کا خاص فیصد دیتا رہے تاکہ ہمارا کام چلتا رہے۔ در اصل وہ اپنی شہزادی کے لیے مستقل ذریعہ آمد کا انتظام کرنا چاہتے تھے۔

ان سے آخری گفتگو جو شاید میرے سینے میں راز کی حیثیت رکھتی ہے، بیکانیر ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہونے کے بعد ہوئی۔ ہوا یوں کہ جب سے ان کی بیماری کی خبر ملی، میں مسلسل رابطے میں تھا اور جس شام انھیں بیکانیر کے فورٹس ہاسپٹل میں ایڈمٹ کیا گیا، میں نے انھیں فون لگایا لیکن بات نہ ہو سکی مگر دوسرے دن علی الصباح ان کا فون آیا، آواز میں بھراہٹ اور درد کی کراہ تھی، علیک سلیک کے بعد ان کا پہلا جملہ تھا: مفتی صاحب! اب زندگی کا کوئی بھروسا نہیں۔

میں نے تسلی کے الفاظ کہے اور دل بھرائی کی ناکام کوشش کی۔
کچھ اور باتیں ہوئیں، اس موقع پر انھوں نے پہلی بار دبے لفظوں میں بتایا: چھوٹا موٹا کورونا ہی ہے
اس کے بعد انھوں نے کہا:
آپ سے گزارش یہ ہے کہ آپ میرے نام سے وصیت لکھ دیں۔ اتنا سننا تھا کہ میں نے اس بات کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہوئے پھر تسلی کے الفاظ کہے اور پھر میں نے خود ہی پوچھا:
جو آپ فرمائیں گے، میں کر دوں گا، بتائیں کس بابت؟ قضات کے متعلق؟ انھوں نے ہاں میں جواب دیا اور کہا میرے چھوٹے بیٹے مدنی کے نام لکھ دیں۔ اتنی بات بولنے کے بعد وہ کہنے لگے میں آپ کو ریکارڈ کر کے بھیجتا ہوں اور پھر سلام کے ساتھ ہی فون کٹ ہو گیا۔
کچھ دیر بعد انہیں کے فون سے ان کے کسی بھتیجے کا فون آیا اور انھوں نے بتایا:
قاضی صاحب بہت گھبرائے ہوئے ہیں، مسلسل رو رہے ہیں، ان کے پاس فون رہ گیا تھا اور انھوں نے آپ سے بات کر لی اور پھر اتنا کہنے کے بعد انھوں نے بھی فون کٹ کر دیا۔
اس کے بعد بھی انھی کے فون سے کئی بار ان کے بھتیجے سے باتیں ہوئیں لیکن آٹھ سالہ دوستی کے یہ وہ آخری کلمات ہیں، جو ہمیشہ کانوں میں گونجتے رہیں گے اور جب جب ان کی گونج تیز ہوگی، دل کا سکون اچاٹ ہوئے بنا نہیں رہ سکے گا۔
آج جب وہ ہمارے درمیان نہیں رہے، یکے بعد دیگرے ان کی رفاقتیں، کرم نوازیاں اور ان کے ساتھ بیتے لمحات کی ایک طویل فہرست ہے، جو حاشیہ خیال پر مسلسل دستک دے رہی ہے:
* جب ملک میں تین طلاق کا مسئلہ چھڑا اور بہت ساری ملی و مذہبی تنظیمیں سیاسی مصلحتوں کا شکار تھیں، فقیر نے بنا کسی بڑے پلیٹ فارم کے اپنے ماہنامہ احساس کے تحت جے پور کے کربلا میدان میں شریعت بچاؤ کانفرنس کے نام سے ریاستی سطح کی کانفرنس بلائی، جس کی صدائے بازگشت پورے ملک میں سنی گئی اور ہر جگہ کے دردمندوں کی طرف سے حوصلہ افزائی ہوئی جبکہ یاران حسد نے اس ٹھیٹھ شرعی مسئلے میں بھی میر جعفری مزاج سے کام لیا، قاضی صاحب اس موقع پر بذات خود تشریف لائے، اپنے ساتھ کچھ اور علما کو بھی لائے، مجمع کو اپنے تاثرات و خیالات سے مستفید کیا اور کانفرنس سے پہلے اور بعد میں بھی بھرپور حوصلہ افزائی اور دل بھرائی کی۔
* یکم فروری 2018 کو ملک کے مستقبل کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے فقیر نے دیار قدس اجمیر شریف میں ہم خیال، دردمند اور حالات کے رحم و کرم سے اوپر اٹھ کر اپنے بل بوتے پر کچھ کر گزرنے کا جذبہ رکھنے والے علمائے کرام کی ایک بیٹھک بلائی، جس میں بیشتر تعداد نوجوان یا ادھیڑ عمر علما کی تھی لیکن قاضی صاحب اپنی طبیعت کے مطابق اس گروہ میں بھی اتنے ہی فٹ تھے، جتنے وہ بزرگوں کے درمیان فٹ ہوا کرتے تھے۔ تشریف لائے، مشوروں سے نوازا، آگے کی پلاننگ کا حصہ بنے انجام کار جب وہ میٹنگ تحریک علمائے ہند کی شکل میں تبدیل ہو گئی تو آپ بیکانیر ژون کے صدر، نیشنل باڈی کے رکن رکین اور تحریک کے سب سے بزرگ ساتھی ٹھہرے، جس عہدہ رکنیت پر وہ بیکانیر ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہونے تک مسلسل بنے رہے اور اس پورے دورانیے میں اپنے بڑکپن میں کوئی کمی نہیں آنے دی۔
* تحریک نے گزشتہ دنوں ان کی سرپرستی میں لاڈنوں میں واقع جینیوں کے سب سے بڑے مرکز جین وشو بھارتی کے منیوں سے ملاقات کی۔ اس ملاقات کے لیے انھوں نے ہی وقت لیا، انھوں نے ہی خطوط طے فرمائے اور انھوں نے ہی ڈیلی گیشن کی اگوائی کی۔ اس وفد نے ملک کے وزیر داخلہ امت شاہ جی کے نام ان جینی رہ نماؤں کو ایک میمورنڈم دیا، جس میں ان جینی مذہبی رہ نماؤں کے واسطے سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ امت شاہ جینی ہیں اور جین مذہب اپنے دعووں کے مطابق اہنسا کا مذہب ہے جبکہ امت شاہ جی کی کوششوں سے سی اے اے اور این آر سی کے قانون سے بلاواسطہ ملک کی سب سے بڑی اقلیت نہ صرف یہ کہ شدید متاثر ہو رہی ہے بلکہ اس ملک میں ان کا وجود ہی چیلنج بنتا جا رہا ہے، ایسے میں جینی مذہب کے مذہبی رہ نماؤں کو چاہیے کہ اپنے اس فولور کو پابند کریں کہ وہ اپنے متشددانہ نظریات سے باز آئے۔
اس وفد اور میمورنڈم کا ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ ملک بھر میں یہ میسیج وائرل ہو کہ وزیر داخلہ ہندومت کا فولور نہیں، بلکہ جینی ہے، تاکہ ذات پات اور محض مذہبی جنون میں کسی کی اندھی حمایت کرنے والے احمق ہوش کے ناخن لیں۔
ہم نے اس وفد کے دوران واضح طور پر نوٹ کیا کہ قاضی صاحب نے اپنی زندگی میں دولت بھلے نہ کمائی ہو لیکن الحمد للہ اپنوں اور غیروں کے درمیان یکساں عزت بہت کمائی ہے۔

* ہمارے عزیز دوست عبداللہ جنھوں نے عیسائیت سے توبہ کر کے اسلام قبول کیا اور پھر اسلام میں آنے کے بعد کئی سال کئی مسلکوں کی ہوا کھاتے رہے، ان کا اپنے اہل حدیث ہونے کے زمانے میں لاڈنوں سے گہرا تعلق رہا، کیوں کہ لاڈنوں جین منیوں کی طرح اس نو پید فتنے کی بھی بڑی پر فتن آماج گاہ ہے۔ اسی دوران ایک روز ان کی ملاقات قاضی صاحب سے ہوئی، قاضی صاحب نے یہ سننے کے بعد کہ انھوں نے اسلام قبول کیا ہے، ان سے غیر معمولی محبت کا اظہار کیا اور انھیں 500 روپے کی نذر بھی پیش کی۔ عبداللہ قاضی صاحب کے اس رویے سے اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ آج تک ان کا گن گان کرتے ہیں۔

* کچھ وقت پہلے لاڈنوں سے تھوڑے فاصلے پر واقع قصبہ نمبی جودھا میں پروگرام تھا، فقیر کا عزیز مکرم حضرت مولانا قاری عرفان برکاتی صاحب کے ساتھ حاضر ہونا ہوا۔ بس اسٹینڈ سے لے کر جلسہ گاہ تک اور پھر وہاں سے روانگی تک قاضی صاحب اپنی تمام بزرگانہ شان کے ساتھ یوں خاطر داری کر رہے تھے، جیسے ہم کسی اور کے نہیں بلکہ خود قاضی صاحب کے مہمان ہوں۔

* ایک موقع پر ان کے صاحب زادے جے پور آئے ہوئے تھے، قاضی صاحب کی ترغیب پر ملنے کے لیے حاضر ہوئے اور ادھر مجھے تاکید تھی کہ میں کچھ نصیحت کروں۔

* جب سے وہ اسپتال میں ایڈمٹ ہوئے، تحریک علمائے ہند کی طرف سے دعاؤں اور دعاؤں کی گزارشات کا سلسلہ جاری رہا۔ اسی سے متاثر ہو کر حضرت مولانا شاہد رضا بیکانیری کے صاحب زادے حضرت مولانا خالد رضا نجمی، جو دونوں باپ بیٹے یوروپ میں رہتے ہیں، نے فقیر سے تفصیل لے کر اپنے بھتیجے عبید الرضا کو ملنے کے لیے بھیجا۔ عبید الرضا بیکانیر کے ایک ہاسپٹل میں جاب کرتے ہیں اور ابھی کورونا کے مریضوں اور ڈاکٹرز کے درمیان برج کا کام کرتے ہیں۔ انھوں نے طبیعت میں قدرے خوش گواری دیکھ کر یہ گزارش کی:

حضور! فورٹس بڑا مہنگا ہاسپٹل ہے، آپ یہاں سے میرے ہاسپٹل میں شفٹ ہو جائیں، ان شاء اللہ دیکھ ریکھ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ یہ سن کر مزاحاً فرمانے لگے:

اگر مہنگا ہے تو کیا ہوا، مولانا شاہد صاحب تو کرم فرما ہیں۔ عبید الرضا نے 500 روپے کی نذر بھی پیش کی اور جانے لگے تو قاضی صاحب نے انھیں جاتے ہوئے وصیت کی: بیٹا! میرے کفن دفن کا اسلامی اصولوں کے مطابق اہتمام کروا دینا۔

انتقال کی شب دیر رات فون کر کے یہ وصیت مولانا خالد رضا نے فقیر کو بتائی اور فقیر نے قاضی صاحب کے اہل خانہ تک پہنچانے کی کوشش کی۔

* دوران علاج چار مقامی علما پر مشتمل تحریک علمائے ہند اور تنظیم الائمہ بیکانیر کے ایک وفد نے ہاسپٹل میں تیمار داری بھی کی جس میں حضرت حافظ منیر، حضرت مولانا جاوید نظامی، حضرت مولانا ممتاز نعیمی اور حضرت مولانا اسماعیل امجدی شریک تھے۔

* کل رات بیکانیر کے دارالعلوم سلیمانیہ رحمانیہ کے منتہی درجات کے متعلم مولانا حسین رضا گھڑسانہ نے یہ میسیج کیا:

پرسوں حضرت کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے کا موقع ملا تھا، اس وقت آپ اپنے بستر علالت پر تشریف فرما تھے۔ اسی ہاسپٹل میں میرے ماموں بھی تھے تو میں ان سے ملنے جایا کرتا تھا۔ ماموں کے ساتھ دامولائی کے ایک حافظ صابر صاحب تھے۔ ان کو قاضی صاحب نے بلا کر کہا: قرآن کی کوئی سورت سناؤ! تاکہ روح کو کچھ آرام ملے تو انھوں نے سورہ ملک سنائی اور چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر بلایا اور کہا: حافظ صاحب! سورہ یاسین سنا دو تو انھوں نے سورہ یاسین شریف سنائی تو چہرے پر کچھ رونق سی نظر آنے لگی اور پھر اسی دوران سو گئے۔ ماشاء اللہ قرآن سے کافی محبت کرنے والے تھے۔ اللہ اپنے خاص فضل کا حصہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ (مولانا حسین، گھڑسانہ)

قاضی صاحب قبلہ کے یہ وہ اوصاف و الطاف ہیں، جو کسی ایک خالد ایوب کے ساتھ خاص نہیں، ان سے ملنے جلنے والے لگ بھگ ہر شخص کا اسی سے ملتا جلتا تاثر سننے کو ملے گا۔ کیوں کہ یہ اخلاق و مروت ان کے ہاں کوئی رسم نہ تھے، جو چہرے دیکھ کر برتے جاتے بلکہ ان کی طبیعت کا حصہ تھے۔

ملی مسائل کے تعلق سے کوئی بیٹھک ہوتی، ہر جگہ اپنی نمائندگی درج کرواتے اور معنی خیز تاثرات یا مشوروں سے نوازتے۔ جو تعلقات میں آجاتا، اس سے خوش خلقی کے ساتھ پوری وفاداری برتتے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جانے والے میں بڑی خوبیاں تھیں، اللہ رب العزت ہمیں ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور انھیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار قدس میں جگہ دے۔ آمین۔

*****

انوار حیات

مولانا محمد امام الدین قادری مصباحی
احوال وآثار

توفیق احسن برکاتی

ملک کی عظیم دینی دانش گاہ ”جامعہ اشرفیہ، مبارک پور“ کے قدیم فارغین اور جلالۃ العلم حافظ ملت علیہ الرحمہ کے شاگردوں میں حضرت مولانا محمد امام الدین قادری مصباحی علیہ الرحمہ کا نام کئی جہتوں سے نمایاں ہے۔ وہ علم وعمل میں پختہ کار، دین داری میں کامل، مخلص، بے ریا، بزرگانہ چال ڈھال کے مالک، اعلیٰ دماغ مدبر، دعوتی شعور کے حامل، جید مصنف وقلم کار، دیانت دار تاجر، صوفی منش، سلجھی ہوئی طبیعت کے مالک اور ایک اچھے انسان تھے۔ انھوں نے اپنی معیشت کے لیے کپڑوں کی تجارت کو چنا لیکن اپنے دینی مشن کو کبھی فراموش نہ کیا، نہ اپنے عالمانہ وقار پر آنچ آنے دی۔ مسجد نوری میں پنج وقتہ امامت اور اشرفی جامع مسجد میں جمعہ کی امامت وخطابت ان کا مشغلہ رہا اور مختلف ذرائع سے بھی دین وسنیت کو فروغ دیا۔ معاصر علما ومشائخ سے ہمیشہ رابطہ استوار رکھا، مدارس کا تعاون کرتے رہے، مذہبی اجلاس میں ایک ذمہ داری عالم کی حیثیت سے شرکت کرتے۔ بہ وقت ضرورت ان کا مالی تعاون بھی کرتے، مدارس کے اساتذہ سے خود کو جوڑ کر رکھا، اپنے تمام بچوں کو دینی تعلیم دلائی، گھر کا ماحول خالص اسلامی رکھا، دنیا کمائی لیکن دنیا دار نہ ہوئے، بچوں کی تربیت بھی اسی مزاج کے مطابق کی۔ جب جب بسکھاری واطراف میں بدمذہب عناصر نے اپنی جڑیں مضبوط کرنے کی کوشش کی تو آپ میدان میں آئے اور ان ناپاک پودوں کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا۔ ضرورت پیش آئی تو ان کی تردید وابطال میں کتب ورسائل تصنیف کیے، پمفلٹ شائع کیے، قرب وجوار کی مسجدوں میں اعلانات بھجوائے اور بدعتوں اور بُری رسموں سے مسلمانوں کو بچانے کی پوری کوشش کی اور آج دین وسنیت کی جو بہاریں بسکھاری واطراف میں نظر آرہی ہیں ان میں آپ کی قربانیوں کی چکا چوند ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ ان کی زندگی کی یہ سچائیاں اہل بسکھاری وکچھوچھہ کے عوام الناس اور خواص اہل سنت کی زبانی سنی جاسکتی ہیں اور علما ومشائخ سے ان کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔

سراپا: حضرت مولانا محمد امام الدین قادری علیہ الرحمہ نورانی شکل وشباہت کے مالک تھے، میانہ قد، گندمی رنگ، بارعب چہرہ، سراپا بزرگی کے نشانوں سے سجا ہوا، گھنی داڑھی، ترشی ہوئی مونچھ۔ لباس میں سفید کرتا پاجامہ، سفید دوپلی ٹوپی اور ناگرہ جوتے کا استعمال کرتے۔ باہر جاتے تو عصا ہاتھ میں ہوتا، موسم سرما میں چیسٹر کا استعمال کرتے۔ چلتے وقت نگاہیں نیچی رکھتے یا سیدھ میں، سنجیدہ طبیعت اور صلح جو مزاج کے مالک تھے، اپنوں کے لیے کشادہ ظرف اور دشمنان خدا ورسول کے سامنے سخت رو۔ منافقانہ روش سے یکسر دور، انتہائی غیور، پاک طینت، اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کامل، ضرورت مندوں کے مسیحا، بڑوں کے نگراں ومشیر اور بچوں، پوتوں، نواسوں پر بے پناہ محبتیں نچھاور کرنے والے باپ، دادا، اور نانا۔ علم وادب کے قدر دان، ادب آگاہ، سخن آموز، ایک بڑے خاندان کے سرپرست اور ایک خوش حال زندگی کے مالک۔ نہ کسی کا احسان، نہ کسی کا دباؤ، اپنی زندگی، آسان اور سادہ زندگی۔

احوال زندگی: مولانا محمد امام الدین قادری علیہ الرحمہ کی تاریخ پیدائش 19/ صفر المظفر 1355ھ مطابق 11/ مئی 1936ء روز دوشنبہ ہے۔ آبائی وطن ”مبارک پور، ٹانڈہ“ تھا، لیکن کچھ وجوہ سے ”بسکھاری“ نقل مکانی ہوئی اور آپ کے والد گرامی مستقل طور پر یہاں سکونت پذیر ہوگئے۔ آپ کی پرورش وپرداخت یہیں ہوئی، یہ مردم خیز خطہ دیار مخدوم سمناں کے جوار میں واقع ہے، جہاں پہنچ کر ہر شخص ایک روحانی سرور محسوس کرتا ہے۔ آپ نے ناظرۂ قرآن مقامی مکتب میں مکمل کیا اور رسمی تعلیم کی تکمیل کے بعد قصبہ جلال پور، امبیڈکر نگر کے ایک مدرسہ ”کرامتیہ“ میں داخلہ لیا اور تقریباً سات سال تک ابتدائی عربی وفارسی سے متوسطات تک کی کتب وہیں پڑھیں اور اعلیٰ

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔ taufiqahsan92@gmail.com

تعلیم کے لیے ملک کی عظیم دینی درس گاہ "الجامعۃ الاشرفیہ" مبارک پور کا رخ کیا، جہاں ابوالفیض حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ کی سربراہی میں علم وادب کے اساطین طالبانِ علوم کی علمی تشنگی بجھارہے تھے اور میخانۂ عزیزی پر ملک بھر کے تشنہ کام اکٹھا تھے۔ یہاں آپ نے ڈھائی برس کی مختصر مدت گزاری لیکن انہی دنوں کو وہ اپنی زندگی کا سب سے قیمتی وقت شمار کرتے ہیں۔

مولانا محمد امام الدین قادری محنتی تھے، طلبِ علم کا شوق وذوق دیدنی تھا، باکمال اساتذہ کا وجودِ مسعود اور ان کی بے مثال تعلیم وتربیت ان سب پر مستزاد۔ ایسا ماحول ملے تو گونگے کو بولنا آجائے، بولنے والا کیوں نہ اچھا بولنے لگے۔ چند سالوں کی تراش خراش کے بعد یہ علمی جوہر ایسا نکھرا کہ اس کی بیش بہا شعاعیں ذات سے کائنات کا سفر کرنے لگیں۔ یہاں علم وادب کی دولت بھی ملی اور کردار وعمل کا جوہر بھی ہاتھ آیا، صرف عالم دین نہ بنے اخلاقی اعتبار سے پختہ کار بھی ہوئے، بالآخر مشاہیر اساتذہ اور علما ومشائخ کے مقدس ہاتھوں 1958ء میں دستارِ علم سے نوازے گئے۔

اساتذہ میں حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے علاوہ بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی، شیخ محقق علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی، ادیب شہیر مولانا مظفر حسن ظفر ادیبی، مولانا قاضی محمد شفیع اعظمی، شیخ القراء مولانا قاری محمد یحیٰ مبارک پوری وغیرہم شامل ہیں۔ یہ وہ اعاظم زمانہ ہیں جو علومِ شرعیہ وادبیہ پہ کامل دست گاہ رکھتے تھے اور میدانِ تدریس کے شہ سوار تھے۔ موجودہ عہد کے جو علما ومشائخ اپنے علمی تبحر اور کمال فن کی بنیاد پر فائق الاقران تسلیم کیے جاتے ہیں وہ ان اساتذۂ ذوی الاحترام کے ممتاز شاگرد ہیں اور آج استاذ الاساتذہ ہیں۔

دیارِ محبت: تارکِ سلطنت، محبوبِ یزدانی حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ کا دیارِ پاک "کچھوچھہ شریف" پوری اسلامی دنیا میں شہرت رکھتا ہے۔ یہ انتہائی روح افزا اور نورانی مقام ہے، جہاں سالہاسال روحانی مریضوں کا جمگھٹا لگا رہتا ہے اور اشرفی شفاخانے سے دنیا فیض یاب ہوتی ہے۔ شیاطین واجنہ جہاں قید کیے جاتے ہیں اور برسوں کا ستایا ہوا جہاں اپنے دکھ دفن کرجاتا ہے۔ مولانا محمد امام الدین قادری علیہ الرحمہ اسی دیارِ محبت کے جوار میں سکونت پذیر تھے، بسکھاری بازار کے ایک بڑے مکان میں ان کی رہائش تھی اور روڈ پر کپڑوں کی دکان۔ اور ان کا دعوتی دائرۂ کار پورا علاقہ تھا، بسکھاری اوراطراف کے تمام گاؤں، ان کے دیارِ محبت میں آنے والا ہر مسافر، ان کی دکان پر پہنچنے والا ہر کسٹمر، ان کا مہمان بھی اور دوسرا رشتہ دار بھی۔

اخلاق وکردار: مولانا محمد امام الدین قادری بلند اخلاق وکردار کے مالک تھے، احکام شرع کے پابند، سنت نبوی کے متبع اور عملی طور پر انتہائی پختہ کار تھے۔ انسانی اخلاقیات اور ایمانی جمالیات کی رنگینیاں ان کی ذات میں موجود تھیں اور اخلاقی عظمت کے کئی رنگ منعکس کرتی تھیں۔ انتہائی شریف الطبع، متواضع، سلجھی ہوئی طبیعت کے مالک، غرور ونخوت سے دور، اپنی ذات کے عرفان میں کوشاں اور عرفانِ ذات سے عرفانِ خدا کی جانب محوِ سفر، شہرت وناموری سے گریزاں اور صلہ وستائش سے بے پروا ہوکر خدمت دین میں ہمہ دم مشغولیت کا شوق فراواں رکھنے والے ایک مرد قلندر تھے۔ ان کے تمام تذکرہ نگاروں نے متفقہ طور پر چشم دید حقیقت بیان کی ہے کہ ان کی زندگی کی کائنات میں شریعت پر عمل اور اخلاق وکردار کی عظمت کا ہر رنگ دیکھنے کا ملا، ان کے مشاغل میں فضول کچھ بھی نہ تھا، وہ زندگی بھر ایک مشن کے تحت کام کرتے رہے۔ انھیں اپنے استاذ حافظ ملت علیہ الرحمہ کے یہ اقوال ازبر تھے: زندگی نام ہے کام اور بے کاری موت ہے۔ کام کے آدمی بنو، کام ہی آدمی کو معزز بناتا ہے۔ زمیں کے اوپر کام اور زمین کے نیچے آرام۔

مولانا محمد امام الدین قادری علیہ الرحمہ کے افادات میں یہ نکتہ اور نصیحت بھی موجود ہے، فرماتے ہیں:

"ہر عمل کو صرف حصولِ ثواب اور رضائے الٰہی کی نیت سے کرے کہ ریاکاری اور نام ونمود سے اعمال برباد ہوجاتے ہیں۔"

نام ونمود کی غرض سے کیا جانے والا کام وقتی خوش فہمی اور ذہنی سرور تو دیتا ہے۔ یہ ایک مالیخولیائی کیفیت ہوتی ہے، جو شہرت کی تمنا رکھنے والے شخص پر طاری ہوتی ہے اور اسے ذہنی مریض بناڈالتی ہے اور جب اس کی سوچ کے مطابق کوئی اس کی عزت افزائی اور حوصلہ افزائی نہیں کرتا تو یہ مرض بڑھتا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف جو کام نام ونمود سے بے نیاز ہوکر کیا جاتا ہے اس میں برکت بھی ہوتی ہے، تاثیر کا رنگ بھی اور وہ کام دیرپا بھی ہوتا ہے اور ایک زمانے تک اسے یاد بھی رکھا جاتا ہے، بلکہ کام کرنے والا دنیا سے چلا جاتا ہے تب بھی اس کا کام زندہ رہتا ہے اور اس کی یادیں فراموش نہیں کی جاتیں۔

اخلاص ان کی طاقت تھا اور خدا کی ذات پر اعتماد ان کی شناخت، ان کی دنیا بھی دین دار تھی، بہ قول مولانا محمد صدیق خاں شاہ جہاں پوری:

”انھوں نے دنیا کو آخرت کی کھیتی بنالیا تھا، ہر لمحے کو غنیمت سمجھا، ہر وقت کا صحیح استعمال کیا، زندگی کے ہر قدم سے نیکی کمانے کی کوشش کی۔“ ان کی معیشت کبھی ان کی دین داری کی راہ میں حائل نہ ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی دکان پر حد درجہ مصروفیت اور خریداروں کی بھیڑ کے باوجود مسجد میں پہنچ کر نماز باجماعت ادا کرتے تھے اور بزنس میں رتی بھر بھی جھوٹ کے قائل نہ تھے۔ جس نے بھی ان کا تجربہ کیا بے حد مخلص پایا، وہ اپنا ہر کام مکمل اخلاص و دیانت داری کے ساتھ انجام دیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اس میں بے پناہ برکت نظر آتی تھی۔ اشرف العلما حضرت علامہ سید حامد اشرف جیلانی علیہ الرحمہ روح آباد درگاہ کچھوچھہ میں اشرف المساجد ٹرسٹ کے زیر انتظام ”مسجد سمناں“ نام کی ایک مسجد تعمیر کرا رہے تھے جس کی نگرانی کا ذمہ مولانا محمد امام الدین قادری کو دیا تھا، وہ کام ان کے سوچ سے کہیں زیادہ اچھے انداز میں مولانا قادری نے انجام دیا تو اس کا تذکرہ اپنی ایک تعارفی تحریر ”اشرف المساجد ٹرسٹ کا مختصر تعارف“ میں یوں کرتے ہیں: ”محب صادق و مکرم مولانا محمد امام الدین صاحب [صانہ اللہ عن شر کل حاسد و عین] امام و خطیب جامع مسجد بسکھاری جواں سال و جواں ہمت نے رہنمائی کی اور آں موصوف ہی کو تعمیری نگرانی سونپ دی گئی۔ مولانا موصوف کے خلوص نے تعمیر میں نئی روح بخش دی۔“ (صحائف اشرفی، حصہ اول، ص:274، مطبوعہ: ادارہ فیضان اشرف، دار العلوم محمدیہ، ممبئی، 1984ء)

سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی ان کی کتاب ”حافظ ملت کا فیضانِ نظر“ کی تقریظ میں اپنا تاثر یوں پیش کرتے ہیں:

”ہم مقالہ نگاروں [مولانا محمد امام الدین قادری، مولانا محمد علی فاروقی، مولانا عبد المبین نعمانی] سے بہ خوبی واقف ہیں۔ یہ حضرات دیانت و تقویٰ کے نمونہ ہیں اور جو کچھ ان حضرات نے لکھا ہے بجا ہے۔ خدائے پاک ان کی عمروں میں برکتیں عطا فرمائے، آمین۔“ (حافظ ملت کا فیضانِ نظر، مطبوعہ نوری لائبریری، بسکھاری، 2003ء، ص:7)

ان کے داماد حضرت مفتی بدر عالم مصباحی [صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور] لکھتے ہیں:

”اخلاقی رواداری بھی بہت معیاری اور بلند رکھتے، نہایت پر تپاک انداز میں سلام یا سلام کا جواب، پھر خوب صورت طریقے پر مزاج پرسی۔ تبصرہ سے بہت دور، اپنے سامنے کسی کی شکایت، شکوہ پر خوب صورتی سے دل جوئی اور حسن ظن کا درس دیتے اور صبر شکر کی تلقین کرتے۔ اپنے قدیم معمول کے مطابق ضیافت کا اہتمام بھی کرتے اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کرتے۔ اہتمامِ ضیافت میں امیر، غریب، اقارب اور غیر اقارب کا فرق بہت کم کرتے، ہاں علما و صالحین کے لیے کچھ معیار بلند رکھتے۔ سادات کا غایت درجہ احترام کرتے، ان کی شکایت سننا ہر گز پسند نہیں کرتے بلکہ خوب صورت توجیہ و تاویل کرتے۔“ (مولانا قادری اربابِ علم و دانش کی نظر میں، ص:10)

مولانا دستگیر عالم مصباحی [استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور] رقم طراز ہیں:

”اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آپ کو اخلاص اور جذبۂ ایثار کے ساتھ مال و زر سے بھی نوازا تھا۔ آپ نے جہاں اپنے علم و فضل سے سنیت کو فروغ دیا وہیں اپنی حلال و پاکیزہ کمائی سے بھی اسے عام کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔“ (مولانا قادری اربابِ علم و دانش کی نظر میں، ص:18)

علمی عظمت: ایسے باکمال عالم اور جید مبلغ و قلم کار کی علمی عظمت پر یہ ہیچ مداں کیا خامہ فرسائی کر سکتا ہے۔ جو جامعہ اشرفیہ کا فارغ التحصیل ہو، مسلم الثبوت اساتذہ کا شاگرد رشید ہو، محنت سے پڑھا ہو، شرعی اصول پر زندگی گزاری ہو اس کا علمی وجود اور روحانی سراپا لفظوں کے حصار میں مقید نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں چند لکیریں کھینچ کر سامع و قاری کو سمجھانے کی ادنیٰ سی کوشش کی جا سکتی ہے۔ یہ چند سطری بیانیہ اسی نیت سے حاضر ہے۔

مولانا محمد امام الدین قادری کو اللہ عزوجل نے اعلیٰ دماغ اور عمدہ سوچ عطا فرمائی تھی، ذہن صاف ستھرا تھا، جو علم و فن کے انوار کو محفوظ کر لیتا تھا۔ ایک دنیا دار آدمی رسمی اسناد تو حاصل کر لیتا ہے لیکن فیضانِ علم سے اس کا سینہ خالی رہتا ہے۔ لیکن جو دین دار ہو، احکام شرع کا پابند اور سنت نبوی کا پیرو ہو، گناہوں سے حتی الامکان پرہیز کرنا جس کا شیوہ ہو حقیقت میں وہی ”عالم ربانی“ کہلانے کا مستحق ہے۔ حضرت مولانا محمد امام الدین قادری بجا طور پر ایک عالم ربانی تھے، ان پر علما و مشائخ کا فیضان جاری تھا، ان کے لوحِ قلب پر بزرگوں کے نصیحتوں کے نقوش ثبت تھے اور زندگی ان کا ثبوت فراہم کرتی تھی۔

ان کی کتابوں اور مضامین کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ان کی ذات میں علمی رسوخ اور فکری ارتقاع کی جلوہ آرائی تھی اور یقیں محکم، عمل پیہم اور محبت فاتح عالم کی رنگینوں سے ان کا کشتِ عمل لالہ زار تھا۔ تقویٰ و طہارت، خوش اطواری اور اعلیٰ گفتاری اس پر مستزاد تھی۔ یہی

وجہ ہے کہ لوگ ان کا دل سے احترام کرتے تھے اور غائبانہ ان کی تعریف ہوتی تھی۔ مولانا محمد صدیق خان شاہ جہاں پوری [استاذ و شیخ الحدیث دارالعلوم محبوبِ یزدانی، بسکھاری] رقم طراز ہیں:

”یوں تو حضرت مولانا محمد امام الدین مصباحی رحمۃ اللہ علیہ بہت ساری خوبیوں کے جامع ہیں، جیسے حسن اخلاق، تواضع، انکساری، تحمل مزاجی، تقویٰ اور پرہیزگاری، مہمان نوازی، اکرام علما، محبت سادات، حق گوئی، احقاقِ حق وابطالِ باطل وغیرہ، لیکن آپ کا وہ وصف جو ان تمام اوصاف کا منبع ہے وہ آپ کو تمام اصحاب میں نمایاں کر دیتا ہے وہ تفقہ فی الدین ہے۔“ (مولانا قادری اربابِ علم ودانش کی نظر میں، ص:20)

”احکامِ شرع کا علم“ اللہ عزوجل کی بخشی ہوئی ایک عظیم دولت اور بیش قیمت انعام ہے۔ اور جسے یہ دولت مل جاتی ہے وہ قابل رشک ہو جاتا ہے۔حضرت مولانا محمد امام الدین قادری حقیقی معنوں میں عالم دین تھے، شریعت پر عمل، سنت نبوی کے اتباع، اخلاقی عظمت، حق گوئی وبے باکی وغیرہ اوصاف حمیدہ میں ممتاز بھی تھے۔ ان کی ذات قابل رشک تھی اور ان کا علم پختہ۔ ان کی تحریروں، تقریروں اور کتابوں میں دلائل وشواہد کے اجالے صاف دیکھے جاسکتے ہیں جو ان کی علمی عظمت کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

میدانِ عمل: ابھی رسمی تعلیم کا آخری سال تھا کہ جامعہ عربیہ اظہار العلوم [نیابازار، جہانگیر گنج، فیض آباد] کے ذمہ داروں نے مبارک پور آکر حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ سے اپنے مدرسے کا حال بتایا اور ایک اچھا مدرس مانگا، جو دارالعلوم کی گرتی حالت کو سنبھالا دے سکے اور اس کے نظم ونسق کو بحال کر سکے، ساتھ ہی قرب وجوار میں پنپ رہی دیوبندیت اور وہابیت کے جراثیم سے وہاں کے سادہ لوح مسلمانوں کی حفاظت کر سکے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ نے آپ کو طلب فرمایا اور جہانگیر گنج جانے کا حکم دیا، آپ نے عرض کیا: حضور! یہ فضیلت کا سال ہے، میری تعلیم کا کیا ہوگا؟ فرمایا: ”وہیں سے تیاری کر کے امتحان میں شریک ہو جانا۔“ عرض کیا: وہاں کتابیں کہاں؟ فرمایا: ”یہاں سے لیتے جانا۔“ اس کے بعد کا حال انہی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں، ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

”بہرکیف مجھے تعلیم کے درمیان سال ہی جہانگیر گنج جانا پڑا، وہاں جانے کے بعد میں نے مدرسہ کے نظم وضبط اور تعلیم وتربیت کا جائزہ لیا تو حالات بہت ابتر پائے۔ نہ تو مدرسہ کا کوئی نظم وضبط تھا اور نہ ہی تعلیم وتربیت کا کوئی معقول انتظام۔ اور جب میں نے قرب وجوار کی آبادیوں کا جائزہ لیا تو دل کو بڑا دھچکا لگا۔ کیوں کہ وہابیت اپنی پوری شیطنت کے ساتھ ان اطراف کے اندر پنپتی ہوئی نظر آئی اور بڑے منظم اور بڑی عیاری وخاموشی سے وہابیت کی ترویج واشاعت میں وہابی مصروفِ عمل نظر آئے، جس کے نتیجے میں اطراف کی ایک پرانی بستی وہابیت کی تبلیغ واشاعت کے لیے مرکزی حیثیت اختیار کر چکی تھی۔ اس کے برعکس اہل سنت وجماعت کا نہ تو کوئی عالم ہی نظر آتا تھا اور نہ ہی مذہب حق اہل سنت کی تبلیغ واشاعت کے لیے کوئی کام ہو رہا تھا۔ جس کے نتیجے میں سنی عوام اپنی لاعلمی اور سادگی کے باعث وہابیت کا شکار ہو رہے تھے۔ ایسے تاریک، پُرخطر اور غیر مانوس ماحول میں پہنچ کر خدائے قادر وقیوم پر مکمل بھروسا اور اس کے پیارے حبیب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے نظر کرم کے سہارے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے زیر نگرانی کام شروع کر دیا۔“

(مضمون ”حافظ ملت کی نظروں کا فیضان“، مشمولہ: مولانا قادری اربابِ علم ودانش کی نظر میں، مطبوعہ: نومبر 2020ء، نوری لائبریری، بسکھاری)

اس طویل اقتباس کے کئی حقائق واشگاف ہوتے ہیں، ایک جانب مولانا قادری علیہ الرحمہ کی مثبت سوچ، دعوتی نقطۂ نظر، جذبۂ دروں اور کام کرنے کا مزاج ومنہاج سمجھ میں آتا ہے تو دوسری جانب جہانگیر گنج اور اطراف کے مذہبی ماحول سے آشنائی ہوتی ہے۔

سنہ 1958ء کے چند ماہ، 1959ء مکمل سال اور 1960ء کے کچھ ماہ آپ نے یہاں گزارے اور تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ مدرسہ کی تعمیر وترقی اور یہاں کے مسلمانوں میں تعلیمی شعور بیدار کرنے کی پوری کوشش کی، وہابیت کے اثر سے انھیں بچایا، قوم مسلم کو تعلیم کا احساس دلایا، مدرسہ کا تعلیمی معیار بڑھا، شرح جامی تک تعلیم ہونے لگی۔ 1960ء میں شعبۂ حفظ قائم کیا اور اس تعلیم گاہ کو ”مکتب“ سے ایک مستقل ”دارالعلوم“ کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ اسی برس انھیں کچھ گھریلو پریشانیاں لاحق ہوئیں اور جامعہ عربیہ سے مستعفی ہو کر بسکھاری میں مستقل طور پر کپڑوں کی تجارت کرنے لگے۔

اس مختصر سی مدت میں ان کے تربیت یافتہ جو تلامذہ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور آکر یہاں سے فارغ ہوئے ان میں مولانا محمد معین الدین مصباحی، سابق ناظم اعلیٰ جامعہ اظہار العلوم، مولانا محمد نذیر احمد مصباحی، سکریٹری، مولانا محمد صلاح الدین مصباحی، مولانا بشیر احمد

مصباحی وغیرہم کا نام شامل ہے۔

آپ نے جامعہ عربیہ کو جس مقام پر لاکھڑا کیا تھا اور ترقی کی جو رفتار اسے دی تھی بعد میں اختلاف کی بنا پر اس کا نہ وہ معیار باقی رہا، نہ وہ عروج۔ اکتوبر 1978ء میں جب استاذ گرامی حضرت مولانا محمد کوثر خان نعیمی علیہ الرحمہ کی باضابطہ تقرری ہوئی تب انھوں نے اپنی فطری صلاحیتوں اور جاں فشانیوں سے جامعہ کو دوبارہ اس کا کھویا ہوا وقار واپس دلایا اور پھر وہ ترقی کی شاہراہ پر پہنچ گیا۔ ان سالوں میں بھی حضرت مولانا محمد امام الدین قادری علیہ الرحمہ جامعہ کا خصوصی مالی تعاون کرتے رہے اور جامعہ سے خود کو جوڑ کر رکھا۔

گویا جامعہ عربیہ کے ارباب حل وعقد اور یہاں کے مقامی مسلمانوں سے اخیر عمر تک ان کی وابستگی رہی۔ کیوں کہ یہ سرزمین آپ کی زندگی کی پہلی جولان گاہ تھی اور کام کا پہلا میدان بھی۔ جامعہ پاکٹ جنتری 1985ء کے اوراق میں "جامعہ کا ماضی، حال اور مستقبل" کے عنوان سے ایک تاریخی مضمون شامل ہے جس میں بڑی وضاحت کے ساتھ مولانا محمد امام الدین قادری علیہ الرحمہ کی خدمات اور ان کی قربانیوں کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔

جب مستقل طور پر بسکھاری رہنے لگے تو انھوں نے خود کو کپڑوں کی تجارت تک محدود نہ رکھا بلکہ مختلف ذرائع سے دین حق کے فروغ اور باطل قوتوں کی بیخ کنی کرتے رہے۔ آپ نے محسوس کر لیا کہ یہاں کے حالات دگرگوں ہیں اور سنی عوام کا ایک بڑا طبقہ اپنی سادہ لوحی، لاعلمی اور ناتجربہ کاری کی بنا پر باطل پرستوں کی دسیسہ کاری کا شکار ہو چکا ہے، رافضیت پاؤں پسار چکی ہے، بدمذہبی کا عفریت لوگوں کے ذہن و دماغ میں زہر گھول رہا ہے۔

ایسے نازک ماحول میں آپ نے چند ہمنواؤں کے ساتھ "تنظیم اہل سنت" کی بنیاد ڈالی اور اس کے زیر اہتمام کام کا آغاز کیا۔ اس تحریک نے کافی بیداری پیدا کی اور یہاں کی آبادی میں خوش گوار تبدیلی آئی، مسجدوں میں نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی، اور بدمذہبی کا اثر زائل ہونے لگا۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی۔ مولانا قادری نے اپنے مضمون "حافظ ملت کی نظروں کا فیضان" میں یہ حقائق درج کیے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ انھی دنوں استاذ گرامی حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنے آخری ایام میں یہاں تشریف فرما ہوئے، ان کے گھر ایک شب قیام فرمایا، مسجدوں میں نمازیوں کی کثرت دیکھ کر اور تنظیم اہل سنت کی کارکردگی جان کر کافی خوشی کا اظہار فرمایا اور خوب خوب دعاؤں سے نوازا۔

آپ کی اخلاقی عظمت اور جذبۂ اخلاص کو دیکھتے ہوئے حضرت مولانا حکیم سید عبدالحئی اشرف علیہ الرحمہ نے بسکھاری کی "اشرفی جامع مسجد" کا منصب امامت وخطابت ان کے سپرد کر دیا، جس میں تاحین حیات اعزازی طور پر امامت وخطابت کی ذمہ داری نبھاتے رہے۔ مولانا سید عبدالحئی اشرف علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ان کے شہزادگان کو گھر جا کر دینی تعلیم دینا شروع کیا اور زندگی کی آخری سانس اس خاندان سے تعلق استوار رکھا۔

حضرت مولانا سید عبدالحئی اشرف علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ان کے خلف اکبر مولانا سید ظفرالدین اشرف عرف بابو میاں سجادہ نشیں ہوئے، جو اس وقت دارالعلوم منظر حق ٹانڈہ میں زیر تعلیم تھے، لیکن والد گرامی کے وصال کے بعد گھر اور آستانہ عالیہ کی ذمہ داری ان کے کاندھوں پر آ گئی تو تعلیمی سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ جس کا انھیں اور دیگر اہل خاندان کا بڑا قلق تھا۔ حضرت مولانا محمد امام الدین قادری علیہ الرحمہ نے اس درد کو محسوس کیا اور ان کے گھر جا کر بابو میاں اور دیگر شہزادوں کو تعلیم دینے لگے۔ فخر المشائخ حضرت مولانا سید شاہ فخرالدین اشرف علیہ الرحمہ نے اپنی مختصر تحریر میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ "مولانا قادری علیہ الرحمہ سے میں نے تقریباً ایک سال تک فارسی وعربی کی بہت سی کتابوں کا درس حاصل کیا۔ آپ خود میرے گھر آ کر درس دیا کرتے تھے۔"

رشتۂ ازدواج: تقریباً 1960ء میں نیک سیرت رابعہ خاتون بنت الحاج حافظ محمد رمضان کچھوچھوی سے ان کا نکاح ہوا۔ جن کے بطن سے کل دس اولاد ہوئی۔ پانچ اولاد ذکور اور پانچ اولاد اناث۔ جن میں ایک بیٹی کا زمانۂ طفولیت میں ہو گیا، بقیہ نو کے اسماء درج ذیل ہیں:

(1) مولانا انوار احمد مصباحی (2) مولانا غفران احمد برکاتی (3) مولانا محمد جلال الدین قادری (4) مولانا محمد فرید الدین مصباحی (5) الحاج محمد نور الدین قادری (6) صالحہ خاتون (7) آمنہ خاتون (8) عارفہ خاتون (9) ام حبیبہ۔ الحمد للہ، سب شادی شدہ اور خوش حال زندگی بسر کر رہے ہیں۔

شرف بیعت: شہزادۂ امام احمد رضا، مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی علیہ الرحمہ اپنے وقت کے عالم ربانی، باکمال

مفتی، جید مصنف، مسلم الثبوت مقتدا، عاشق رسول، قادرالکلام شاعر اور عوام اہل سنت کے ساتھ خواص علما وارباب کمال کے مرشد وپیر تھے۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ ان کا بڑا ادب کرتے تھے اور ان کی علمی وروحانی عظمتوں کا والہانہ انداز میں چرچا کرتے تھے۔ اپنے شاگردوں کے روبرو ان کے زہد وتقویٰ اور اخلاص وللہیت اور جذبۂ دروں کی تحسین فرمایا کرتے تھے اور جب بھی اشرفیہ مبارک پور تشریف لاتے تو ان کی خدمت میں بچھے جاتے، کوئی مرید ہونے آتا تو ان کے پاس بھیج دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ملت علیہ الرحمہ کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئی اور نوری فیضان سے بہرہ ور بھی۔

1972ء میں منعقدہ پہلی تعلیمی کانفرنس میں سید العلماء مفتی سید آل مصطفیٰ مارہروی علیہ الرحمہ اور دیگر علما ومشائخ کے ساتھ حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ خصوصی طور پر شریک ہوئے تھے اور حافظ ملت علیہ الرحمہ اور اشرفیہ کے لیے خصوصی دعا فرمائی تھی۔ تاریخ اشرفیہ میں یہ کانفرنس جلی حرفوں میں مرقوم ہے۔ حضرت مولانا محمد امام الدین قادری نے اسی موقع پر اس نوری سلسلے میں خود کو جوڑنے کا ارادہ کیا اور حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے شرفِ بیعت حاصل کیا اور نوری فیضان سے مالامال ہوئے۔ اس عظیم اور بابرکت نسبت پر ہمیشہ نازاں رہے اور نوری برکتوں کا تذکرہ کرتے رہے۔ گویا استاذ پایا تو حافظ ملت جیسا اور پیر پایا تو مفتی اعظم جیسا۔ دونوں اپنے اپنے میدان کے باکمال شہ سوار اور تقویٰ وپرہیزگاری میں بے مثال۔ مولانا قادری علیہ الرحمہ کے پاس ان کے مرشد کریم کا "سلوکا شریف" [صدری نما ایک خرقہ] بھی محفوظ رہا جو کسی موقع پر انھیں حاصل ہوا تھا۔ یہ آج بھی بہ حفاظت موجود ہے۔

وصال سے چند سال پہلے مرشد گرامی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے خلیفہ حضرت مولانا مفتی انوارالحق نوری [بریلی شریف] نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ نوریہ کی اجازت وخلافت سے نوازا۔ یہ بھی بہت بڑا اعزاز ہے۔

سفر حرمین شریفین: آپ دو مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ پہلی بار 1976ء میں اپنی اہلیہ اور فرزند گرامی مولوی نورالدین قادری کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ دوسری بار 2001ء میں دیارِ حرم میں باریابی کا شرف پایا۔

تحریری ذوق اور تصانیف: دین کے فروغ کا ایک انتہائی اہم میدان "تحریر وقلم" ہے۔ مشہور عربی جملہ ہے: القلم أحد اللسانین یعنی قلم بھی انسان کی ایک زبان ہے۔ ایک قلم کار تو دنیا سے چلا جاتا ہے لیکن اس کی تحریر زندہ رہتی ہے اور تحریر کے بطن میں وہ بھی زندۂ جاوید رہتا ہے۔ تقریر وخطابت عوام الناس تک اپنی بات پہنچانے کا ذریعہ ہے، جس کے لیے سنجیدہ لہجہ، ادب آمیز اسلوبِ بیان اور عمدہ تفہیم کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تدریس دینی علوم اور ادبی فنون کو باضابطہ ایک نظام الاوقات اور متعین نصابِ تعلیم کے ساتھ ذہن وفکر میں منتقل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اور تحریر وتصنیف عوام وخواص کے قلوب واذہان تک کسی بھی علمی واصلاحی موضوع کو پہنچانے کا سب سے موثر مشغلہ ہے۔ بہت کم اربابِ کمال ان تینوں ذرائع سے بیک وقت خدمت علم وفن اور فروغ اسلام کا فریضہ نبھاتے ہیں، ہاں جنھیں توفیق الٰہی میسر آتی ہے وہ تینوں میدانوں کے شہ سوار بنتے ہیں اور ان کی قربانیاں، جاں فشانیاں اور دل سوزیاں قابل رشک ہوتی ہیں، ایسے افراد اپنی ذات میں ایک انجمن ہوتے ہیں اور خود کو ہمہ وقت دینی مشاغل میں مصروف رکھتے ہیں۔

مولانا محمد امام الدین قادری علیہ الرحمہ کو زمانۂ طالب علمی سے تحریر وقلم کا شوق رہا ہے، انھوں نے مختلف اوقات میں بہت سے علمی مضامین لکھے جو موقر ماہ نامہ نوری کرن [بریلی]، ماہ نامہ اشرفیہ [مبارک پور] اور سہ ماہی پیغام نورالعین [کچھوچھہ شریف] وغیرہ رسائل ومجلات میں شائع ہو چکے ہیں۔ مضامین کے علاوہ کئی مستقل کتابیں بھی ان کے قلم سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئیں، ان کتابوں نے باذوق قارئین سے داد وتحسین بھی وصول کیا ہے۔

مطبوعہ تصانیف تین ہیں: (1) حافظ ملت کا فیضانِ نظر (2) وہابی دھرم کی حقیقت (3) طریقۂ نماز عاشورا

"حافظ ملت کا فیضانِ نظر" پہلی بار 1424ھ مطابق 2003ء میں نوری لائبریری، بسکھاری کے زیر اہتمام منظر عام پر آئی۔ اس کا دوسرا ایڈیشن 2006ء میں شائع ہوا۔ 64 / صفحات پر مشتمل اس کتاب میں حضرت مولانا محمد امام الدین قادری علیہ الرحمہ کا ایک انٹرویو، مولانا قادری پر مرتب کتاب مولانا محمود اختر مصباحی کا تحریر کردہ سوانحی مضمون، عنوانِ کتاب "حافظ ملت کا فیضانِ نظر" پر مولانا قادری کا تفصیلی مقالہ شامل ہے۔ ساتھ ہی مولانا محمد علی فاروقی کا ایک مضمون

"حضور حافظ ملت کا انداز تبلیغ"، رئیس القلم علامہ ارشد القادری کا مضمون "حافظ ملت کے عشق کے فتح مبین" اور حضرت مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری کا مضمون "باتیں حافظ ملت کی" موجود ہے۔ کتاب پر سراج الفقہاء مفتی محمد نظام الدین رضوی [صدر شعبۂ افتا و شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ] نے تقریظ رقم فرمائی ہے۔ "حافظ ملت کا فیضانِ نظر" میں مولانا محمد امام الدین قادری نے اپنے استاذ گرامی ابوالفیض حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ کے چشم دید مختصر احوال و کوائف قلم بند کیے ہیں اور ان کی بلند پایہ شخصیت کا خاکہ لکھا ہے۔ گویا یہ خاکہ نما ایک طویل مضمون ہے جس میں ایک شاگرد اپنے استاذ کے امتیازات پر بحث کرتا ہے اور اس کی زندگی کا ایسا نقشہ کھینچتا ہے کہ قاری کا ذہن صاحبِ خاکہ کے تمام جلی نقوش محفوظ کرلیتا ہے اور پردۂ احساس پر ایک جلیل الشان استاذ کی تصویر ثبت ہوجاتی ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ حافظ ملت کون تھے اور فروغِ علوم اور اشاعتِ حق میں ان کا کردار کیسا رہا ہے۔ یہ مضمون بڑا اہم ہے اور اس کی استنادی حیثیت پر کلام کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

"وہابی دھرم کی حقیقت" کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ بد مذہبیت کے جراثیم سے پاک بسکھاری کی سرزمین پر جب دیوبندیوں نے ایک مدرسہ اور مسجد تعمیر کرائی اور مدرسہ کی سالانہ روداد میں اہل بسکھاری و کچھوچھہ کے خوش عقیدہ مسلمانوں کو گمراہ لکھا تو اس فریب کاری اور الزام کے جواب میں مولانا محمد امام الدین قادری نے یہ کتاب لکھی، جس میں ان دیوبندیوں کے مکر و فریب کا کچا چٹھا پیش کیا گیا ہے اور ان کے ہفوات کا ترکی بہ ترکی جواب دیا گیا ہے۔ 192/ صفحات کو محیط یہ کتاب مجلد طبع ہوئی ہے۔

"طریقۂ نمازِ عاشورا" 32/ صفحے کی ایک مختصر کتاب افادۂ عام کی غرض سے لکھی گئی ہے جس کی ابتدا میں مولانا محمد امام الدین قادری کے کچھ اہم اقوال درج ہیں، پھر اصل موضوع پر آسان پیرایے میں گفتگو کی گئی ہے۔ نیز اس میں یومِ عاشورا کے معمولات بھی بیان ہوئے ہیں تاکہ عوام الناس اس دن کو خلافِ شرع کاموں میں نہ برباد کردیں بلکہ جائز و مستحسن امور کو بجالائیں اور دارین کی سعادتوں سے مالامال ہوں۔

ان کے علاوہ انھوں نے مروجہ تعزیہ داری سے متعلق آٹھ اشتہار شائع کیے جو جواب الجواب کے طور پر تھے۔ جو حامیان تعزیہ داری کے لیے سوہان روح ثابت ہوئے اور عوام و خواص اہل سنت میں ان کا کافی چرچا رہا۔ ان منتشر جواہر پاروں کو اگر کتابی شکل میں جمع کردیا جائے تو ایک بڑا کام ہوجائے۔

غیر مطبوعہ کتب: ان کی مزید پانچ کتابیں ہنوز غیر مطبوعہ ہیں جو ان شاء اللہ عن قریب شائع ہوں گی۔

(1) فیضان اشرف و رضا (2) مسلک اہل سنت اور تعزیہ داری (3) انوار غوث اعظم (4) عظمت درود و سلام (5) خونی دیو۔

ان کے فرزند گرامی مولانا محمد فرید الدین مصباحی نے بتایا کہ ان پانچ کتابوں کے مسودوں کو انھوں نے سنبھال کر رکھا ہے اور ان شاء اللہ مناسب اوقات میں ترتیب وار ان کتابوں کو کمپوزنگ اور اصلاح کے بعد شائع کیا جائے گا۔ ان میں "مسلک اہل سنت اور تعزیہ داری" کا مسودہ راقم سطور کی نگاہ سے گزر چکا ہے، فقیر برکاتی نے اس کی تصحیح کی ہے اور ایک چار صفحاتی تحریر بھی رقم کی ہے، امید ہے کہ جلد ہی یہ کتاب طبع ہوگی۔ یہ کتاب تعزیہ داری کے جواز میں لکھی جانے والی ایک کتاب "مسلک صوفیہ اور تعزیہ شریف" کا رد ہے۔ کتاب کافی تحقیقی ہے اور انتہائی مفید بحثوں پر مشتمل ہے۔

خطابت کی منفرد آواز: مولانا محمد امام الدین قادری علیہ الرحمہ کو اللہ عزوجل نے خطابت کا ملکہ عطا فرمایا تھا، سنجیدہ خطابت ان کی پہچان تھی، خوش گفتاری ان کا شیوہ تھی، ان کے مواعظ بڑے مؤثر ہوتے تھے اور ان کی تقریر بڑی جان دار ہوتی تھی۔ ان کا ہر خطاب فی سبیل اللہ ہوتا تھا اور اخلاص کے جیتا جاگتا نمونہ۔ اس لیے ان کی زبان میں بڑی تاثیر تھی۔ کل وقتی مقرر نہیں تھے، کپڑوں کی تجارت ان کا ذریعہ معاش تھا، اس لیے دکان سنبھالنا ان کی ذمہ داریوں میں شامل تھا۔ ایسے لوگوں کی مجبوری ہے کہ وہ اکثر ایام اپنے گھر پر، اپنے شہر میں گزاریں۔ اس لیے انھوں نے اپنے دعوتی خطابات کو ملک گیر نہ کیا بلکہ بسکھاری، کچھوچھہ اور اطراف و اکناف تک محدود رکھا تاکہ معیشت بھی پروان چڑھتی رہے اور دعوتی کاز بھی ہوتا رہے۔ انھوں نے جہاں بھی خطاب فرمایا ایک علمی و دینی شناخت چھوڑ گئے، عوام و خواص ان کے گرویدہ ہوئے اور تقریر کا اثر بھی دیکھا گیا۔ حضرت مولانا محمد محمود اختر مصباحی لکھتے ہیں:

"حضرت کا اصل مشغلہ اگرچہ تجارت ہے لیکن آپ باکمال عالم دین اور بہترین تاجر کے ساتھ بلند پایہ خطیب بھی ہیں۔ بسکھاری اور اس کے قرب و جوار میں بارہا آپ کی تقریر سننے کا موقع نصیب ہوا ہے۔ آپ موضوع کی مناسبت سے قرآن و حدیث، اقوالِ صحابہ و آثارِ

سلف سے استدلال کرتے ہوئے برجستہ تقریر کرتے ہیں۔...آپ کی تقریر نے تعلیمات اسلامیہ سے بے گانہ افراد کو اسلامی افکار وعقائد اور اسلامی تہذیب وثقافت سے روشناس کرانے میں بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔"(تعارفی مضمون، حافظ ملت کا فیضان نظر، مطبوعہ نوری لائبریری، بسکھاری، 2003ء، ص:21)

ذیل میں ان خاص مقامات کا ذکر ہے جہاں خصوصی طور پر آپ خطاب کرتے تھے:

(1) درگاہ شریف بھدہڑ کی عیدگاہ میں نمازِ عیدین سے قبل زبردست علمی ودعوتی خطاب۔

(2) مزار حضرت سید مخدوم اشرف سمنانی کے غسل اور عرس کے موقع پر صحنِ آستانہ سے خطاب۔

(3) اشرفی جامع مسجد میں نمازِ جمعہ سے قبل علمی واصلاحی خطابات۔

(4) 11/ربیع الاول کو بعد نماز عشا حضرت صاحب سجادہ کے مکان کے دروازے پر منعقدہ جشن میلاد النبی میں دلائل وبراہین سے لبریز خطاب۔

(5) 12/ربیع الاول کو بعد نماز عشا عظیم الشان جلسہ عام میں ایمان افروز خطاب۔

(6) ہر اسلامی مہینے کے پہلے جمعہ کو بعد نماز عشا نوری مسجد میں ایمانی واصلاحی بیان۔

(7) شبِ براءت، شب معراج اور شب قدر کی مبارک ومسعود گھڑی میں نوری مسجد کی نوری محفل میں خطاب۔

(8) مدعو کیے جانے پر عام مذہبی اجلاس میں شرکت اور بیان۔

افسوس کہ ان کے یہ تمام خطبات محفوظ نہ ہو سکے، لیکن جو چھ سات تقریریں محفوظ ہیں ان کی کتابی شکل میں اشاعت ہونی چاہیے۔ انھوں نے اپنے بیانات سے دین حق کی جو خدمات انجام دی ہیں اور اخلاص کے ساتھ عوام الناس کے عقائد واعمال کی اصلاح فرمائی ہے وہ قابل قدر ہے۔

دانش گاہوں کی امداد اور مساجد کی تعمیر وتوسیع:

حضرت ممدوح گرامی کو مبدءِ فیض نے دنیاوی مال ومنال کے ساتھ جذبۂ سخا اور بڑا دل عطا فرمایا تھا۔ وہ خود ایک عظیم دینی دانش گاہ کے فارغ التحصیل عالم دین تھے اور انھیں ان تعلیمی اداروں کی اہمیت معلوم تھی کہ یہ عوامی چندوں سے زندہ ہیں اور فروغ علوم میں ان مدارس ومکاتب کا کردار کلیدی ہے۔ نیز عبادت الٰہی کا مرکز "مسجد" کتنی ضروری ہے اور ان کی تعمیر وتوسیع کس قدر اہمیت وفضیلت کی حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان امورِ خیر میں اپنی دولت کا ایک بڑا حصہ خرچ کرتے تھے۔ مدارس اسلامیہ کو اچھا چندہ دیتے تھے اور مساجد کی تعمیر میں گراں قدر تعاون کرتے تھے۔ ان مدارس میں اپنے مادر علمی "الجامعۃ الاشرفیہ" کو ترجیحی بنیاد پر یاد رکھتے تھے۔ اسی طرح اشاعتی اداروں میں المجمع الاسلامی، مبارک پور کا تعاون بھی کرتے تھے۔

مساجد کی تعمیر وتوسیع میں بھی اپنے بھائیوں [الحاج محمد شکر اللہ مرحوم، الحاج نظام الدین اشرفی مرحوم، الحاج معین الدین قادری مرحوم] کے ساتھ براہ راست یا بالواسطہ تعاون کرتے تھے۔ جن مساجد کی تعمیر وتوسیع کرائی ان کا مختصر تذکرہ یوں ہے:

(1) اشرفی جامع مسجد کی توسیع جدید: یہ تین شاہی گنبدوں اور دو میناروں پر مشتمل ایک بڑی دیدہ زیب جامع مسجد ہے جس میں صرف ایک درک تھا اور باقی صحن کا حصہ۔ یہ تقریباً سو برس پہلے کی تعمیر شدہ ہے۔ جمعہ میں نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے مسجد تنگ ہو جاتی تھی۔ اس لیے اس کی توسیع ضروری قرار پائی۔ ایک مشورہ اس کو شہید کرکے نئی مسجد کی تعمیر کا آیا لیکن آپ نے اسے قبول نہ کیا۔ کیوں کہ تین گنبد اور دو مینارا اس کی شناخت تھے اور دوبارہ اس جیسی تعمیر نہیں ہو پاتی۔ اس لیے قدیم طرز تعمیر کو باقی رکھتے ہوئے اس کی توسیع کا منصوبہ بنا، جو بحمدہ تعالیٰ 1394ھ مطابق 1974ء آپ کی نگرانی میں پورا ہوا۔ اس جامع مسجد میں آپ مستقل طور پر جمعہ کے امام وخطیب تھے۔

(2) نوری مسجد کی تعمیر جدید: نوری مسجد جو کھپریل کی تھی، آپ نے اپنے جملہ برادران کے مشورے اور تعاون سے اس کی تعمیر جدید کرائی۔ 1397ھ مطابق 1971ء میں اس کی تعمیر دو بلند میناروں کے ساتھ مکمل ہوئی اور اس کا نام "نوری مسجد" رکھا گیا۔

(3) یزدانی مسجد کی تعمیر: ایک مخلص آدمی نے ایک ایسی مسجد کی نشان دہی کی جس کا نام ونشان مٹ چکا تھا، بس ایک معمولی چھپر ڈال دیا گیا تھا۔ آپ نے اس جانب توجہ فرمائی اور اس مسجد کی دو دروں کی پختہ تعمیر 1393ھ مطابق 1973ء میں مکمل ہوئی اور پنج وقتہ نمازوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

(4) سبحانی مسجد کی تعمیر: سوناروں کے محلے میں آباد ایک

بوسیدہ مسجد تھی اور اس کا کوئی پُرسان حال نہ تھا۔ اس جانب توجہ ہوئی تو ایک درکی کھپریل کی مسجد بن کر تیار ہوئی اور اس کا نام "سبحانی مسجد" رکھا گیا۔

(5) قناتی مسجد کی تعمیر: بسکھاری سے درگاہ کچھوچھہ شریف جانے والی سڑک پر لب روڈ بائیں جانب مشرف نگر قبرستان میں ایک چھوٹی سی قناتی مسجد تعمیر کرائی اور اس کے ساتھ ایک کنواں بھی کھودوایا۔

کچھ یادیں: راقم الحروف 1996ء تا 2000ء جامعہ عربیہ اظہار العلوم، نیا بازار جہانگیر گنج، ضلع امبیڈکر نگر میں زیر تعلیم تھا، اس دوران جب بھی جامعہ میں کوئی جلسہ منعقد ہوتا تو پوسٹر میں حضرت مولانا محمد امام الدین قادری کا نام ضرور رہتا۔ لیکن اس وقت نہ شعور اتنا پختہ تھا کہ ان سے ملاقات کی کوشش کی جاتی، نہ کوئی ضرورت پیش آئی، نہ کبھی بسکھاری میں یہ موقع میسر آیا۔ اشرفیہ آنے کے بعد بھی ایسا کوئی اتفاق نہ ہوا کہ یہاں یا وہاں بسکھاری آتے جاتے ملاقات ہوئی ہو۔ چہرہ تو کئی بار سامنے آیا تھا لیکن شناسائی کی کوئی صورت نہ تھی۔ جہاں تک مجھے یاد ہے حضرت مولانا محمد امام الدین قادری علیہ الرحمہ سے دو ایک بار ہی ملنے کا موقع ملا لیکن ان کے علمی و دعوتی کام کی اطلاع برابر ملتی رہی، ان کی کتابیں اور ان کے شائع کردہ علمی و دینی موضوعات پر پوسٹر نگاہ سے گزرتے رہے، مسجدوں میں انھیں دیکھا، پڑھا تو دل غائبانہ ان کی عظمتوں کا قائل رہا۔ ان کے فرزند گرامی حضرت مولانا فرید الدین قادری مصباحی سے کئی بار ملاقات میں ان کے احوال سننے کا موقع ملا۔ ان کے وصال کے بعد ان کے فرزند گرامی مولانا فرید الدین قادری مصباحی اور نبیرہ مولانا شہاب الدین نوری نے جب حضرت کے احوال و کوائف کے جمع و ترتیب کا کام شروع کیا تو راقم سطور کو شریک کار رکھا اور یوں ان کی زندگی کے بہت سے اَن دیکھے حقائق جاننے کی صورت نکلی۔ اور اب کچھ لکھنے کی طبیعت ہوئی تو یہ بے ربط سی باتیں سپرد قلم ہوئی ہیں۔

انتقالِ پُرملال: اس دنیا میں کوئی ہمیشہ رہنے نہیں آیا، آنے والا یقیناً ایک دن جانے والا ہے۔ 13/ محرم الحرام 1442ھ مطابق 2/ ستمبر 2020ء بروز چہار شنبہ، تقریباً ساڑھے تین بجے ممدوح گرامی نے 84/ سال کی عمر میں اس دار فانی کو الوداع کہا۔ وصال سے ٹھیک آدھا گھنٹہ پہلے نماز ظہر بیٹھ کر ادا فرمائی، اس کے بعد ایک ملاقاتی آیا، اس سے باتیں کیں اور کچھ دیر بعد روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اللہ عزوجل ان کی قبر پر رحمت و غفران کی بارش برسائے، آمین۔ [23/ صفر المظفر 1445ھ مطابق 10/ ستمبر 2023ء]- ❋❋❋❋

(ص: 80 کا بقیہ)-

ایسا لباس زیب تن کرو جس سے تمھارے جسم کی نمائش نہ ہو، جس سے تمھارا حسن، تمھاری زینت ظاہر نہ ہو، اور تمھارے عصمت و عفت کو کوئی داغدار نہ کر سکے۔

ٹھنڈے دل سے غور کیجیے موجودہ دور میں جس طرح عورتیں بن ٹھن کر راستوں اور بازاروں پر گھومتی پھرتی ہیں کیا ان کے ملبوسات سے دور جاہلیت کی نشاندہی نہیں ہوتی۔ اس آیت مبارکہ میں جلباب اوڑھنے یا پہننے کی غرض وغایت بھی بتادی کہ عورت پہچانی نہ جا سکے، عربوں میں جلباب اوڑھنے یا پہننے کی رسم کہاں سے آئی؟ یہ بازنطی تہذیب کی صدائے بازگشت تھی اس قدیم تہذیب میں پردہ نیک اور بد عورت میں تمیز کرتا ہے پردہ کی وجہ سے مرد جان لیتا ہے کہ کون سی عورت نیک ہے اور کون سی عورت فاحشہ ہے لہذا تمام خواتین سے مودبانہ گذارش ہے کہ وہ گھر سے باہر نکلیں تو سر اور سینہ ضرور ڈھانپ لیں، صرف برائے نام نہیں بلکہ مکمل طور سے کیونکہ جو چیز ظاہر کرنے کی نہیں بلا وجہ اس کا اظہار کیوں کریں۔ آج کل ایک فیشن بن گیا ہے کہ مختصر دوپٹہ شانوں پر ڈال لیا جاتا ہے جس سے بآسانی نہ سر ڈھکتا ہے اور نہ ہی سینہ چھپتا ہے اس پر بالائے ستم یہ کہ جہاں آذان کی آواز کانوں میں پڑتی ہے وہاں دوپٹے کا ایک سرا فوراً سر پر رکھ لیا جاتا ہے اور آذان ختم ہوتے ہی وہی دوپٹہ سرک کر پھر دوبارہ شانوں پر آجاتا ہے، یہ ایک ناشائستہ حرکت ہے اس سے گریز کرنا لازمی ہے باریک مہین دوپٹہ استعمال کرنے کے بجائے ایسی چادر استعمال کرنی چاہئے جو ہمہ وقت سر کو ڈھانکے رکھے اور جسم کے نمایاں حصے کو چھپائے رکھے، قرآن مجید یہی کہتا ہے یہی اس کی ہدایت ہے اس ہدایت پر عمل کرنا ہر مسلم مرد و عورت کا فرض اولین ہے۔

نیم عریاں چست لباس اور ایسا پتلا لباس جس کے پہننے سے پہننے والا ننگا دکھائی دے، سختی سے قرآن و حدیث میں منع کیا گیا ہے، غیر محرم مردوں کے ساتھ آرائش و زیبائش کی نمائش کرنے سے سختی کے ساتھ روکا گیا ہے، پہنے ہوئے لباس، زینت آسائش و آرائش و زیبائش کو جلباب کے ذریعے چھپانا فرض اولین ہے، مہین باریک دوپٹے کا چادر کا استعمال ممنوع ہے سر کو دوپٹے سے ڈھانکنے کی غرض وغایت بہترین اور بدترین عورت میں تمیز کے سوا کچھ نہیں ہے۔

❋❋❋❋❋

آئینۂ وطن

حلال گوشت اور بھارت کی اتر پردیش سرکار

حرام سے نہیں بچو گے تو حلال پر پابندی لگا دی جائے گی

محمد ظفر الدین برکاتی

اصل مسئلہ یہ ہے کہ سیاسی انتقام کہیے یا ہماری سیاسی کمزوری کہیے یا حلال کے نام پر نفرت کی سیاست کہیے لیکن یہ بات واضح ہے جو ہمارے لیے براہ راست ایک پیغام ہے کہ اگر ہم حرام چیزوں سے نہیں بچیں گے تو ایک دن ایسا آئے گا کہ ہمارے اوپر حلال چیزیں بھی حرام کر دی جائیں گی اور جواز، اِباحت اور ضرورت و حاجت کی شرعی پناہ تلاش کرتے کرتے ہم اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور ہمارے دشمن بھی یہی چاہتے ہیں یعنی حرام چیزوں سے پرہیز نہ کرنا ہمیں اپنے دشمن کی حمایت کرنا ہوا۔

دوسرے ممالک میں گوشت اور کھانے پینے کی چیزوں کو فراہم کرنے والی کمپنیوں کو بھارت کے تین ادارے حلال انڈیا آف چنئی، جمعیت علمائے ہند حلال ٹرسٹ دہلی اور حلال کونسل آف انڈیا ممبئی حلال مصنوعات ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری کرتے ہیں جس کے بدلے میں انھیں طے شدہ رقم ملتی ہے جسے وہ رفاہی اور فلاحی کاموں میں استعمال کرتے ہیں۔ کمپنیوں کے لیے حلال سرٹیفکیٹ لینے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ ہماری مصنوعات میں خنزیر کے اجزا، الکوحل، نجس اور حرام چیزوں کا استعمال نہیں ہوا ہے، اس میں دوائیں اور کھانے پینے کی چیزیں بھی شامل ہیں۔ اسی طرح ان چیزوں کے تیار کرنے کے عمل میں بھی نجس اور گندی چیزیں اور طریقہ استعمال نہیں کیا گیا ہے، بقول ایڈووکیٹ نیاز احمد فاروقی نمائندہ جمعیت علمائے ہند ان سبھی چیزوں سے واقف ہونے کے بعد ہی حلال ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے۔

17 نومبر کو لکھنؤ کے حضرت گنج تھانے میں بی جے پی یووا مورچہ کے سابق صدر شلندر کمار گپتا کی شکایت پر اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ آدتیہ ناتھ یوگی نے دوسرے ہی دن 18 نومبر کو حلال ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری کرنے والے تینوں اداروں کے خلاف مقدمہ درج کرنے اور فوری طور پر جانچ کرنے کا حکم جاری کر دیا جس کے نتیجے میں پورے اتر پردیش میں میڈیکل اسٹور، کاسمٹکس کی دوکانوں اور شاپنگ مالس پر چھاپے ماری شروع ہو گئی حالاں کہ مقدمہ کی بنیاد پر جانچ کی ذمے داری اے ٹی ایس کو دی گئی تھی اور جانچ پڑتال اور حلال ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری کرنے والی تنظیموں سے پوچھ تاچھ کا سلسلہ ابھی شروع نہیں ہوا تھا لیکن یوپی کی پولیس نے ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ جانچ حکم نامہ کے ذریعے اے ٹی ایس کو یہ بھی ذمے داری دی گئی ہے کہ مذکورہ اداروں کی آمدنی کے دیگر ذرائع اور اخراجات کے مواقع کی تفصیلات بھی طلب کی جائے تاکہ معلوم کیا جا سکے کہ ان کی آمدنی ملک مخالف سرگرمیوں میں استعمال تو نہیں ہوتی ہے؟

جانچ حکم نامہ کے تحت جن چیزوں اور مصنوعات میں حلال ہونے کا ذکر ہوتا ہے، ان کی پیداوار، تقسیم، ذخیرہ اندوزی اور خرید و فروخت پر بھی پابندی عائد کر دی گئی ہے، حکم نامہ جاری کرنے کے بعد وزیر اعلیٰ اور دیگر سیاسی بازی گروں کا یہ مضحکہ خیز بیان سامنے آیا ہے کہ حلال سرٹیفکیٹ جاری کرنے کا مقصد، بازار پر مسلمانوں کا کنٹرول کرنا ہے حالاں کہ حلال ہونے کا سرٹیفکیٹ جن کمپنیوں کو ملتا ہے یہ فائدہ براہ راست انھیں حاصل ہوتا ہے یعنی بازار پر کنٹرول کا فائدہ اُن بڑی کمپنیوں کا ہوتا ہے جن میں اکثر غیر مسلموں کی ہیں لیکن سیاسی طور پر پس ماندگی کا نتیجہ یہ ہے کہ حلال ہونے کی سند جاری کرنے والے اداروں کو سزا دینے کی کوشش کی جا رہی ہے اور تاجروں کی نیند حرام کر دی گئی ہے۔

بیرونی ممالک میں گوشت اور خوردنی مصنوعات بر آمد کرنے والی کمپنیوں کے ساتھ ہندوستان میں میڈیکل کے سامان، طبی آلات، پاؤڈر، کریم، شیمپو، کولڈ ڈرنکس اور خشک میوہ جات کے دوکان دار بھی یوگی جی کے حکم نامے سے پریشان ہیں کیونکہ گزشتہ دس پندرہ

z.barkati@gmail.com

دنوں میں اتر پردیش کے اکثر شہروں میں ان سبھی چیزوں کی جانچ پڑتال چل رہی ہے جن کے پیکٹ اور ڈبوں پر حلال ہونے کا ذکر ہے۔ 26 نومبر کو مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ کی وضاحت کے بعد کہ مرکزی حکومت کی جانب سے حلال سند یافتہ مصنوعات کے فروخت پر کسی طرح کی پابندی لگانے کا کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا ہے، ایک اچھی خبر یہ آئی ہے کہ اتر پردیش کی پولیس نے کسی بھی دوکان اور شاپنگ مال سے حلال سند یافتہ چیزوں کے برآمد ہونے پر مقدمہ درج کرنے اور جیل بھیجنے کی وکالت اور کسی بھی طرح کی سخت کارروائی سے انکار کیا ہے، البتہ ایسی چیزوں کے ذخیرہ کرنے پر جرمانہ عائد کیا جاسکتا ہے یعنی دوکان داروں اور تاجروں کے خلاف الگ سے کوئی کارروائی نہیں ہوگی۔

یہ حکم نامہ جاری ہونے اور پولیس کی وفاداری کو دیکھنے کے بعد گودی میڈیا نے ایک عجیب سی بحث شروع کردی ہے کہ حلال ہونے کی سند حاصل ہوجانے کا واضح مطلب یہ ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں کو تیار کرنے اور جانوروں کو حلال کرنے کا عمل خالص اسلامی قانون کے مطابق ہورہا ہے اور ہر طرح سے شرعیہ کے ادارے یہ جانچ پڑتال کر لیتے ہیں کہ ایسی چیزیں جن میں حرام اجزا شامل نہیں، انھی کے لیے حلال ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری کرتے ہیں یعنی بھارت میں اسلامی قانون نافذ کرنے کی تیاری چل رہی ہے بلکہ برسوں سے حلال ہونے کی سند کے نام پر اسلامی کرن کا یہ سلسلہ جاری ہے جس پر آدتیہ ناتھ یوگی جی جیسے باہمت ہندو نیتا ہی پابندی عائد کرکے روک لگا سکتے ہیں اور بھارت کو اسلامی راشٹر بنانے سے روک سکتے ہیں۔ ایسی اندھ بھکتی کے نمونے صرف ہمارے دیش میں ہی دیکھے جاسکتے ہیں کہ رائی کو پہاڑ بنا دیتے ہیں اور جھوٹ کو سچ بنا دیتے ہیں اور جلتی آگ پر گندی سیاست کا گھی ڈال کر نفرت کی آگ بھڑکا دیتے ہیں۔

یہ سب چل ہی رہا تھا کہ ہندو سینا کے قومی صدر وشنو گپتا نے دہلی کے کمشنر سے ملاقات کی اور حلال چیزوں کے خلاف پابندی مہم میں شدت لانے کی شکایت پیش کی لیکن دہلی کمشنر نے شکایت قبول کرتے ہوئے کارروائی کی یقین دہانی کے علاوہ اب تک کوئی اقدام نہیں کیا ہے کیونکہ مرکزی حکومت کی جانب سے ہری جھنڈی نہیں ملی ہے۔

ہندو سینا نے اپنی شکایت میں چار بڑے دعوے پیش کیے ہیں:

پہلا: بڑی رقم کے عوض غیر قانونی طور پر حلال سرٹیفکیٹ تقسیم کرتے ہیں اور حاصل شدہ رقم کو ملک مخالف سرگرمیوں میں استعمال کرتے ہیں اور دہشت گردوں کی مالی مدد کی جاتی ہے۔

دوسرا: حاصل شدہ رقم، لو جہاد کو فروغ دینے اور ملک میں فسادات بھڑکانے اور تشدد پھیلانے کے لیے بھی خرچ کرتے ہیں۔

تیسرا: حلال سرٹیفکیٹ کا استعمال اب کاسمٹکس، چینی، پیپر منٹ آئل، خوردنی تیل، سوجی اور بیکری کی چیزوں میں بھی ہونا شروع ہوگیا ہے جو غیر قانونی ہے۔

چوتھا: حلال سرٹیفکیٹ دینے کے لیے ہندوستان میں کوئی سرکاری ادارہ نہیں، متعدّد نجی ادارے الگ الگ چھوٹی بڑی کمپنیوں کو حلال سرٹیفکیٹ فراہم کرتی ہیں اور یہ بھی غیر قانونی ہے۔

الزامات کی صورت میں ہندو سینا کی جانب سے یہ چار دعوے پیش کیے گئے ہیں لیکن ساتھ میں غیر شعوری طور پر اُس نے ایک سچی بات بھی شکایت نامے میں بیان کر دیا ہے کہ حلال سرٹیفکیٹ کی ضرورت کیوں ہے؟

اطمینان بخش جواب بھی ہندو سینا نے لکھ دیا ہے کہ ہندوستانی کمپنیوں سے تیار گوشت اور کھانے پینے کی چیزوں کی بڑی مقدار سنگاپور، ملیشیا، خلیجی ممالک، عرب ممالک اور کئی بین الاقوامی فوڈ منڈیوں کو برآمد کی جاتی ہیں جہاں مسلمانوں کی بڑی تعداد موجود ہے، اس لیے کمپنیوں کو اپنی مصنوعات کو فروخت کرنے کے لیے حلال سرٹیفکیٹ کی ضرورت پڑتی ہے اور ساری کمپنیاں بھارت کی ہیں۔

سیاسی انتقام کا پیغام:

یہ سبھی تفصیلات اپنی جگہ ایک خبر کی حیثیت رکھتی ہیں، اصل مسئلہ یہ ہے کہ سیاسی انتقام کہیے یا ہماری سیاسی کمزوری کہیے یا حلال کے نام پر نفرت کی سیاست کہیے لیکن یہ بات واضح ہوجاتی ہے جو ہمارے لیے براہ راست ایک پیغام ہے کہ اگر ہم حرام چیزوں سے نہیں بچیں گے تو ایک دن ایسا آئے گا کہ ہمارے اوپر حلال چیزیں بھی حرام کردی جائیں گی اور جواز، اباحت اور ضرورت وحاجت کی شرعی پناہ تلاش کرتے کرتے ہم اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور ہمارے دشمن بھی یہی چاہتے ہیں یعنی حرام چیزوں سے پرہیز نہ کرنا ہمیں اپنے دشمن کی حمایت کرنا ہوا، نتیجہ واضح کرنے کی اب ضرورت نہ رہی۔ ❁❁

آئینۂ عالم

یہ کیا، دشمن کے ہی آلۂ کار بن گئے

ڈاکٹر یامین انصاری

غزہ میں صیہونی افواج کی تباہ کاریاں جاری ہیں۔ عام شہری زندگی کی جدو جہد میں بھٹک رہے ہیں۔ غذا، دوا، بجلی، پانی اور ضروریات زندگی سے پوری طرح محروم ہو چکے ہیں۔ غزہ میں تقریباً 70 سے 80 فیصد آبادی بے گھر ہو چکی ہے۔ عالمی ادارے بے بس اور عرب حکمراں ہنوز تماشائی ہیں۔ جنوبی افریقہ نے اتنا تو کیا کہ ظالم اور غاصب اسرائیل کو عالمی عدالت انصاف میں کھینچ لیا۔ اب میکسیکو اور چلی جیسے ملکوں نے بھی اسرائیلی مظالم کے خلاف عالمی عدالت سے رجوع کیا ہے۔ دونوں ملکوں نے عالمی عدالت انصاف سے کہا ہے کہ وہ اپنے دائرہ اختیار کے تحت غزہ کی پٹی میں اسرائیل کے جرائم کے ارتکاب کی تحقیقات کرے۔

اگر چہ ان کوششوں کا انجام بھی وہی ہونا ہے جواب تک اقوام متحدہ کی قراردادوں کا ہوا ہے۔ امریکہ بظاہر بھلے ہی فلسطین کے دو ریاستی حل کی بات کرے، عام شہریوں کی ہلاکت پر تشویش ظاہر کرے، یا پھر جنگ بندی کا ڈھنڈورا پیٹے، مگر حقیقت میں غزہ میں تباہی کا جتنا بڑا مجرم اسرائیل ہے، امریکہ بھی اتنا ہی قصوروار ہے۔ اب تو ایسا لگتا ہے کہ اس نے حسب روایت دوسرے محاذ پر بھی کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ یعنی مسلم ملکوں میں باہمی اختلافات کو ہوا دینا اور انھیں جنگ کے میدان تک لے جانا۔ اس سے ایک تو غزہ کی تباہ کاریوں اور اسرائیل کے جنگی جرائم سے دنیا کی توجہ ہٹے گی اور پھر دنیا کی چودھراہٹ کے نام پر اس خطہ میں اپنی مداخلت کو مزید وسعت دی جا سکے گی۔ اب یہ تو ان عرب اور مسلم حکمرانوں کی صوابدید پر ہے کہ وہ امریکہ کے ان ناپاک منصوبوں کا کب تک حصہ بنے رہنا۔ چاہتے ہیں۔ ان میں کئی ملک پس پردہ تو کچھ براہ راست امریکہ کے آلہ کار بنتے رہے ہیں۔ حالیہ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں عرب اور مسلم۔ ملکوں میں ہونے والے انتشار، اختلاف یا جنگ و جدال کے تار کہیں نہ کہیں امریکہ سے ضرور ملتے ہیں۔

اس وقت ایران مسئلہ فلسطین کے محور میں ہے۔ کیونکہ فلسطین کے تعلق سے ایران نے جو رخ اختیار کیا ہے، خطہ کا کوئی دوسرا ملک اتنا واضح موقف اختیار نہیں کر سکا۔ یہی وجہ ہے امریکہ اور اسرائیل سے وغیرہ اس کو دوسری جانب الجھانا چاہتے ہیں۔ جس طرح ایران کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ امریکہ اور اسرائیل کے خلاف پراکسی وار لڑ رہا ہے، اسی طرح امریکہ اور اس کے حواری بھی ایران کے خلاف درپردہ محاذ کھولے ہوئے ہیں۔ پچھلے کچھ عرصہ کے دوران مختلف مقامات پر ایران کے اہم کمانڈروں کو نشانہ بنایا گیا، وہاں دہشت گردانہ واقعات کو انجام دیا گیا۔ حال ہی میں بم دھماکوں کے تاکہ ذریعہ 100 ر سے زائد افراد کو لقمۂ اجل بنایا گیا، حکومت مخالف آوازوں کو ہوا دی گئی۔ یہ سب ایران کے خلاف درپردہ جنگ کا ہی حصہ ہے۔

اب بات کافی آگے بڑھ چکی ہے۔ پورا خطہ پراکسی وار کی زد میں ہے۔ یہاں تک کہ پاکستان بھی اس کی زد میں آ گیا ہے۔ ویسے بھی غزہ جنگ بحیرۂ احمر میں داخل ہو چکی ہے۔ بحیرہ احمر اہم ترین بحری تجارتی گزر گاہ ہے۔ یہ پوری طرح اس وقت یمنی حوثیوں کے حملوں کی زد میں ہے۔ امریکہ اور اسرائیل سے تعلق رکھنے والے بحری بیڑے اور تجارتی جہاز حوثیوں کو نشانہ بن رہے ہیں۔ ایران، عراق اور دوسرے خلیجی ممالک سے پوری دنیا کو ایکسپورٹ ہونے والے تیل کا 35 فیصد خلیج فارس یا آبنائے ہرمز سے جاتا ہے۔

دنیا کی اہم ترین تجارتی اور تزویراتی گزر گاہوں، خلیج عدن، بحرۂ احمر اور سوئیز نہر میں کشیدگی اسرائیل، امریکہ اور مغربی طاقتوں کے لیے مشکلات کا سبب ہے۔ یہاں جنگ کی صورت میں دنیا میں بہت بڑا اقتصادی بحران پیدا ہو سکتا ہے۔ امریکہ کسی بھی قیمت پر یہاں

اپنا کنٹرول کھونا نہیں چاہتا ہے۔ یہاں سے گزرنے والے تمام جنگی یا تجارتی بحری بیڑے آج اس وقت فلسطین کی حمایت میں کھڑے یمن کے حوثیوں کی زد میں ہیں۔ پوری دنیا اس سے متاثر نظر آرہی ہے۔

دوسری جانب حماس اور اس کی مختلف بریگیڈس نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے اور اپنی ماہرانہ حکمت عملی سے اسرائیل کی تاریخ میں پہلی بار صہیونیوں کو خون کے آنسو رلا دیا۔ ساڑھے تین ماہ سے اسرائیل غزہ کی چھان رہا ہے، بے گناہ بچے بوڑھوں کا قتل عام کر رہا ہے، مگر اسے وہ کامیابی نہیں ملی جس کے بارے میں سوچ کر وہ غزہ میں اترا تھا۔ امریکہ اور اسرائیل نے اس کے لیے براہ راست ایران کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ کیوں کہ حماس ساڑھے تین مہینوں سے اسرائیل اور اس کے پیچھے کھڑی طاقتوں کو ناکوں چنے چبوا رہی ہے، تو کہیں نہ کہیں اس کا کریڈٹ ایران کو ہی جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ایران حزب اللہ، حوثی یا انصار اللہ، اخوان المسلمین یا شام میں حکومت کا دفاع اور امریکہ کے خلاف ہر مزاحمتی تحریک میں مددگار رہا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ ایران امریکہ اور مغربی طاقتوں کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑا رہتا ہے، ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ خطہ میں اپنا اثر و رسوخ قائم رکھنا اس کا ایک اہم مقصد ہے۔ کئی دوسرے مسلم ممالک جیسے فلسطین، یمن، شام، عراق اور لبنان میں مزاحمتی تحریکوں اور حکومت سازی میں اس کا رول کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہیں دوسری جانب خطہ کی دوسری اہم طاقت سعودی عرب کو مانا جاتا ہے، جس کے سبب مسلم دنیا شیعہ اور سنی میں تقسیم ہو جاتی ہے۔

لیکن جب مارچ 2023 میں چین کی ثالثی کے نتیجے میں سعودی عرب اور ایران کے درمیان تاریخی معاہدے کے بعد سفارتی تعلقات بحال ہوئے تو امریکہ اور اسرائیل بے چین ہوا تھے۔ انھیں یہ دوستی برداشت نہیں ہوئی۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ سنی اکثریتی سعودی عرب اور شیعہ اکثریتی ایران کے درمیان کافی کشیدگی پائی جاتی تھی اور مشرق وسطیٰ میں بالادستی کے لیے مقابلہ کرنے والے یہ دونوں ممالک ایک دوسرے کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے رہے لیکن ایران اور سعودی عرب کے درمیان اس پیش رفت نے اسرائیلی وزیر اعظم نتن یاہو کی ان کوششوں کو مشکل میں ڈال دیا جن کے تحت وہ خطے میں ایران کو سفارتی طور پر تنہا کرنا چاہتے تھے۔ غزہ میں اسرائیل کی یلغار کو اسی نقطہ نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔

فلسطین میں جاری تباہی و بربادی کے درمیان ایران اور دوسرے ملکوں میں پیش آنے والے واقعات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ اب اس قضیہ سے دھیان ہٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے امریکہ، اسرائیل اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کا شکار ہو رہے ہیں اور کہیں نہ کہیں ایک بار پھر دشمنوں کے آلہ کار بن رہے ہیں۔ وہ تو اچھا ہوا کہ وقت رہتے مسلم حکمرانوں نے ہوش کے ناخن لے لیے، ورنہ کئی ملک اس ناپاک منصوبے کی زد میں آگئے ہوتے۔ ایک طرف جب غزہ کے لوگ مسلم دنیا کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ ایسے وقت میں مسلم ممالک کا باہم دست و گریباں ہونا اور ایک دوسرے پر گولہ بارود برسانا ناقابل یقین اور ناقابل قبول امر ہے۔

غنیمت ہے کہ ایران اور پاکستان نے مل بیٹھ کر کشیدگی ختم کرنے پر اتفاق کیا اور غلط فہمیوں کو دور کرنے میں کافی حد تک کامیاب ہوئے گزشتہ 20 سال کے دوران افغانستان، عراق، لیبیا، شام، مصر، یمن میں جو کچھ بھی ہوا۔ اس میں امریکی کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس وقت بھی وہ یہی چاہتا ہے کہ ایران، عراق، یمن، شام اور پاکستان وغیرہ آپس میں الجھے رہیں اور خطہ کے تیل پر قبضہ اور اسرائیل کے تحفظ کا اس کا مقصد پورا ہوتا رہے۔ لہٰذا مسلم حکمرانوں کو امریکہ کی ان ریشہ دوانیوں کو سمجھنا ہوگا اور اسے خطہ سے راندۂ درگاہ کرنا ہوگا۔ اس پورے خطے میں اسی وقت ہی امت و سکون قائم ہوگا جب یہاں کے کسی بھی قضیہ سے امریکہ کو باہر رکھا جائے گا۔

*****

بہار میں مصباحی علما کی بہار

ماشاء اللہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے تقریباً 60 فارغین نے بہار BPSC امتحان میں کامیابی حاصل کی اور سرکاری ٹیچر بنے، نیز اردو اور فارسی میں ٹاپ کرنے والے بھی مصباحی حضرات ہیں۔ تمام کو مبارکباد۔

جو ابر یہاں سے اٹھا ہے وہ سارے جہاں پر برسا ہے
جو ابر یہاں سے اٹھے گا وہ سارے جہاں پر برسے گا

ذکرِ جمیل

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

ام المومنین سیدہ ماریہ قبطیہ بنت شمعون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی تھیں، بعض محققین نے کہا ہے کہ آپ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔

اسم گرامی: ماریہ، **کنیت:** ام ابراہیم، قبطیہ ان کی قومی نسبت تھی۔

بارگاہ رسالت مآب میں: سنہ 7ھ میں رسول اللہ ﷺ نے دعوتِ اسلام کے لیے شاہانِ وقت کو جو خطوط لکھے تھے، اُن میں ایک خط مُقَوقِس عزیزِ مصر کے نام بھی تھا، جس کو حضرت حاطب ابن بلتعہ رضی اللہ عنہ لے کر مصر گئے تھے۔ مکتوب کا مضمون حسب ذیل ہے:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم! یہ خط محمد بن عبداللہ کی طرف سے قبط کے عظیم بادشاہ مقوقس کی طرف ہے۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے۔ امابعد! میں تمھیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لے آو، بچ جاؤ گے۔ اور اللہ تمھیں دو اجر عطا فرمائے گا۔ اور اگر روگردانی کرو گے تو قبط کا گناہ تجھ پر ہو گا اے اہل کتاب، آؤ اس بات کی طرف۔ جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائے۔

شاہ مُقَوقِس نے اسلام تو قبول نہ کیا لیکن حضور ﷺ کے پیغام اور قاصد کی بڑی پزیرائی کی اور تحریر جواب کے ساتھ حضور کی خدمت میں قیمتی سازوسامان کے علاوہ دولڑکیاں جن کے ساتھ اُن کے بھائی مابور بھی تھے، تحفۃً بھیجیں۔

اس نے اپنے کاتب کو بلا کر نامہ مبارک کا جواب تحریر کروایا:

”امابعد! میں نے آپ کا خط پڑھا اور جسے آپ نے ذکر کیا ہے اسے اور آپ کی دعوت کو سمجھ گیا۔ میری معلومات کے مطابق جو نبی باقی ہے وہ شام سے نکلے گا۔ میں نے آپ کے قاصد کا اکرام کیا ہے اور آپ کے لیے دو باندیاں بھیج رہا ہوں جو قبطیوں میں بڑے مقام و رتبے کی مالک ہیں۔ کپڑے اور سواری بھی ہے۔ والسلام۔

ان دو باندیوں کے علا اس نے آپ کی خدمت میں ایک ہزار مثقال سونا۔ مصر کے بنے ہوئے کپڑے اور ایک خوبصورت خچر دلدل نامی بھیجا۔ اِن لڑکیوں میں ایک تو سیرین رضی اللہ عنہا تھیں دوسری یہی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

اسلام: حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا مصر سے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئی تھیں، اس لیے وہ ان سے بہت زیادہ مانوس ہو گئی تھیں، حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اس انس سے فائدہ اُٹھا کر اُن کے سامنے اسلام پیش کیا، حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اور اُن کی بہن حضرت سیرین رضی اللہ عنہا نے تو اسلام قبول کر لیا؛ لیکن اُن کے بھائی مابور اپنے قدیم دین عیسائیت پر قائم رہے۔

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں بہنوں کو ایک ساتھ اپنی غلامی میں جمع کرنا پسند نہ فرمایا اور ان دونوں میں سے کسی ایک کے اِنتخاب کے لیے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: اے اللہ! اپنے نبی کے لیے ایک کو منتخب فرما چنانچہ حضرت سیّدتنا ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اللہ پاک نے اپنے حبیب کے لیے یوں منتخب فرمایا کہ جب آپ علیہ السّلام نے دونوں کنیزوں پر اسلام پیش فرمایا تو حضرت سیّدتنا ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نے فوراً اسلام قبول کر لیا جب کہ آپ کی بہن حضرت سیّدتنا سیرین رضی اللہ عنہا نے کچھ دیر بعد اسلام قبول کیا۔ پھر حضرت سیّدتنا سیرین رضی اللہ عنہا کو آپ علیہ السّلام نے حضرت سیّدنا حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا جن سے حضرت سیّدنا عبدالرحمٰن بن حسان رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

حضور کی کرم نوازیاں: حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ وسلم حضرت سیّدتنا ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو بہت پسند فرماتے، آپ رضی اللہ عنہا پر کرم نوازی فرماتے ہوئے علیحدہ مکان عطا فرمایا۔ آپ

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

صلّی اللہ علیہ وسلم مختلف اوقات میں آپ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جایا کرتے۔ ذوالحجۃ الحرام 8 ہجری میں انہیں سے شہزادۂ رسول حضرت سیّدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔

حضرات صدیق وفاروق کے عہد مبارک میں:

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا گو ازواجِ مطہرات میں نہیں تھیں؛ لیکن رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ازواجِ مطہرات ہی کے جیسا سلوک کرتے تھے، آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے اعزاز واحترام کو باقی رکھا اور ہمیشہ ان کے نان ونفقہ کا خیال کرتے رہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے ساتھ یہی سلوک روا رکھا۔

فضائل و مناقب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی اور اس وجہ سے اُن کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ورفت بہت زیادہ رہتی تھی؛ گو وہ کنیز تھیں (جاریات، یعنی کنیزوں کے لیے پردہ کی ضرورت نہیں) لیکن ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح اُن کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ میں رہنے کا حکم دیا تھا۔

اُن کے فضل کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ مبارک کافی ہے کہ:

استوصوا بالقبط خيرا فإن لهم ذمة ورحما قال ورحمهم أن أم إسماعيل بن إبراهيم منهم وأم إبراهيم بن النبي صلى الله عليه وسلم منهم.

ترجمہ: قبطیوں کے (مصر کے عیسائی) ساتھ حسنِ سلوک کرو، اس لیے کہ اُن سے عہد اور نسب دونوں کا تعلق ہے، اُن سے نسب کا تعلق تو یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (حضرت ہاجرہ) اور میرے لڑکے ابراہیم دونوں کی ماں اسی قوم سے ہیں۔

وكانت مارية هذه من الصالحات الخيرات الحسان.

ترجمہ: اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نہایت صالح، پاکیزہ اور نیک سیرت تھیں۔

اولاد: 6 ہجری میں سیدہ ماریہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں اس کے دوسرے سال ماہ ذوالحجہ 8 ہجری میں ان کے بطن سے حضور علیہ السلام کے صاحب زادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے، ساتویں روز سرکار نے عقیقہ فرمایا، عقیقہ میں دو مینڈھے ذبح ہوئے، سر منڈا کر بال برابر چاندی کا صدقہ کیا گیا اور بال زمین میں دفن کیے گئے۔ سرکار اپنے بیٹے سے بے پناہ محبت فرماتے لیکن حضرت ابراہیم آپ کے درمیان زیادہ دنوں باحیات نہیں رہے صرف 17 یا 18 ماہ بقیدِ حیات رہ کر داغِ مفارقت دے گئے۔ آپ کی وفات کے موقع پر حضرت ماریہ بے اختیار رونے لگیں۔

ابراہیم رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اشکبار ہوگئے۔ آپ نے فرمایا: بخدا! ابراہیم رضی اللہ عنہ ہم تمھاری موت سے نہایت غمگین ہیں۔ آنکھ رو رہی ہے اور دل غمزدہ ہے۔ مگر ہم ایسی کوئی بات زبان سے نہیں کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی نہ ہو۔

جب رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اس روز اتفاق سے سورج گرہن تھا۔ قدیم زمانے سے لوگوں کا اعتقاد تھا کہ یہ سورج گرہن اور چاند گرہن کسی بڑے آدمی کی موت سے ہوا کرتے ہیں۔ اس اعتقاد کے تحت مدینے کے مسلمان بھی کہنے لگے کہ یہ سورج گرہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے کے انتقال کی وجہ سے ہوا ہے۔ آپ کو یہ بات بہت ناپسند لگی۔ آپ نے لوگوں کو اکٹھا کر کے فرمایا: ”سورج اور چاند کو کسی انسان کی موت سے گرہن نہیں لگتا۔ بلکہ وہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جب تم ایسا دیکھو تو نماز پڑھو۔ اور اللہ تعالی کے حضور جھک جاؤ۔“

وصال: حضرت سیّدتنا ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا وصال عہدِ فاروقی میں محرّم الحرام 16 ہجری کو ہوا۔

امیر المومنین حضرت سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ پڑھائی جنّتُ البقیع میں تدفین ہوئی۔

ماخذ: طبقات، اصابہ، شرح زرقانی، اسد الغابہ وغیرہ

☼☼

چراغِ خانہ

عورت کی عفت اور پردہ کی فطری ضرورت

محمد قمر انجم قادری فیضی

اس دنیا کی معاشرتی زندگی میں مرد اور عورت ایک دوسرے کا زوج ہیں ایک دوسرے کا لباس ہیں ایک دوسرے کی آنکھوں کی نیند ہیں، دونوں ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں، دونوں میں چولی دامن کا رشتہ ہے دونوں ایک دوسرے کے معاون اور مددگار ہیں، اس ناطے نہ مرد کو عورت پر برتری حاصل ہے اور نہ عورت کو مرد پر۔ آئیے اب دیکھتے ہیں کہ جب خاندان یا گھر کی معاشی ذمہ داری کا جو مرد کے بجائے عورت کے کاندھوں پر آتا ہے یا جو خواتین خاندان یا گھر کی معاشی یا اقتصادی حالات کو بہتر بنانے کے لیے مردوں کے ساتھ ساتھ خود بھی معاشی اور اقتصادی میدان میں کود پڑتی ہیں اس وقت مرد اور عورت کو قرآن کریم نے کیا ہدایات اور اصول مرتب کیے ہیں۔

[وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ] ترجمہ۔ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔ (سورہ الاحزاب آیت 33)

قرآن حکیم کا عورتوں کے کے لیے پہلا حکم یہ ہے کہ حتی الامکان اپنے گھروں میں رہو، اگر حالات گھروں میں رہنے کی اجازت نہیں دیتا تب گھر سے باہر نکلتے وقت دور جاہلیت کی طرح اپنے حسن و جمال اپنی آرائش وزیبائش کی نمائش نہ کرو۔

اس آیت کریمہ میں " وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ " کے الفاظ آئے ہیں، یعنی اپنے گھروں میں قرار و سکون سے رہو، قرن 'ق رر' سے مشتق ہے مفردات القرآن حصہ دوم میں راغب نے لکھا ہے کہ 'قرنی مکانہ یقر قرارً' کے معنی کسی مقام پر جم کے ٹھہرنا، اصل میں یہ 'قرٌ' سے ہے جس کے معنی ہیں سردی، کے، یعنی جو سکون چاہتی ہے تو اپنے گھروں میں رہو، سردیوں میں ہر چیز ساکن ہو جاتی ہے جم جاتی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے گھروں میں جم کے رہو، عورتیں گھروں میں جم کے اس لیے رہیں تا کہ ان سے گھر والوں کو دلی سکون و قرار اور طمانیت حاصل ہو،

آیت کریمہ کے اس چھوٹے سے حصے پر ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ قرآن پاک عورتوں کو گھر میں جم کے رہنے کے لیے کیوں کہہ رہا ہے، دوپہر کا وقت ہے تیزی سے لُو چل رہی ہے سورج اپنی تمازت کی کرنوں سے زمین کو جھلسا رہا ہے بچے اسکول سے اِس تلملاتی دھوپ میں گھر آتے ہیں، ماں گھر میں نہیں ہوتی ہے بچوں کے ذہن پر ان کی زندگی پر ماں کی اس غیر حاضری کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ انہیں یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں۔

شام کا وقت ہے شوہر دن بھر کا تھکا ماندہ گھر میں داخل ہوتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ بیوی گھر میں موجود نہیں ہے تب اس کی ذہنی کیفیت کا عالم کیا ہوگا، اس کیفیت کو وہی محسوس کر سکتے ہیں جنھوں نے کڑوے گھونٹ پیئے ہیں، لہذا وہ خواتین جو اپنے گھروں میں آسودہ حال ہیں جن پر معاشی ذمہ داریاں عائد نہیں ہیں انہیں اپنے گھر والوں کو زیادہ وقت دینا چاہیے۔ کیوں کہ بازار سے سودہ سلف لانے کے لیے خادم ہوتے ہیں، لہٰذا تفریح طبع کے لیے ہر روز گھر سے نکلنا ایسی عورتوں کو زیبا نہیں دیتا۔ اگر خدانخواستہ کسی ضروری کام سے باہر جانا پڑے تو اس صورت میں شوہر کو فون کر کے بتا دیں یا بچوں کے لیے گھر میں ہدایت لکھ کر رکھ دیں تا کہ وہ مایوس نہ ہوں۔

اب وہ خواتین جو کسی نہ کسی مجبوری کے تحت گھر سے کام کرنے پر باہر نکلنے پر مجبور ہیں، یا وہ لڑکیاں جو اسکول اور کالج اور یونیورسٹی میں پڑھنے یا پڑھانے کی غرض سے جاتی ہیں، ان کے ساتھ وہ عورتیں جو گھروں میں جم کے رہتی ہیں مگر کسی نہ کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلتی ہیں ان تمام خواتین کو گھر سے باہر نکلنے کے آداب سکھائے جا رہے ہیں۔

سورہ احزاب کی آیت کریمہ 33 کا دوسرا حصہ ہدایات دیتا ہے۔ جب کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلو تو دور جاہلیت کی طرح اپنے حسن و جمال آرائش وزیبائش کی نمائش کرتے ہوئے راستے پر مت چلو پھرو۔

ایڈیٹر مجلہ جام میر بلگرام شریف

اس آیت کریمہ میں لفظ تبرج کا استعمال ہوا ہے اس لفظ کا اردو مفہوم ہے کہ تکلفات سے ان جسمانی محاسن کو ظاہر کرنا جنکے اظہار سے قرآن پاک روکتا ہے۔ کیونکہ ایسا تبرج یا ایسا جسمانی اظہار مرد کی شہوت کو اکساتا ہے دور جاہلیت میں عورتیں راستے پر باریک اور چست لباس پہن کر نکلتیں، اس پہنے ہوئے لباس میں سے ان کا نہ صرف جسم جھلکتا بلکہ چھلکتا تھا وہ جسم کے ان حصوں کو کھلا رکھتیں جنہیں دیکھ کر مرد ان کی طرف راغب ہوتے اس پر طرہ یہ ہے کہ بناؤ سنگھار کرتیں، پھر ستم ظریفی یہ کہ اترا کر چلتیں، اور اپنی چال ڈھال سے راستہ چلنے والے نوجوانوں کو رجھاتیں، مزید برآں دور جدید کا ماحول بھی یہی چل رہا ہے۔

قرآن حکیم کی مذکورہ آیت مقدسہ کے ذریعے دور جاہلیت کے اس طور وطریقے پر پابندی عائد کردی کہ گھر سے اس طرح نہ نکلو جس طرح دور جاہلیت میں عورتیں نکلا کرتی تھی۔

عورت گھر کی زینت ہے اور عربی زبان میں لفظ عورت کا مطلب ہی چھپاکر رکھنے کے ہیں اور انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنی قیمتی متاع کو چھپاکر رکھتا ہے نہ کہ اس کی نمائش کی جائے۔ اسلام عورت کے بننے سنورنے یا فیشن کرنے پر قدغن نہیں لگاتا، بلکہ پردے اور حدود میں یہ سب کچھ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ زیب و زینت کی جائے مگر حجاب کا خیال رکھا جائے، نامحرموں کے سامنے اس کی نمائش سے پرہیز کیا جائے، تاکہ معاشرے کے دیگر افراد کو گناہوں اور گمراہی سے بچایا جائے۔ شرم وحیا ہی تو دراصل عورت کا حقیقی زیور ہے، افسوس کہ ہم اسلام کی تعلیمات کو بُھلا چکے ہیں اسی وجہ سے تو ذلیل ورسوائی کی طرف چلتے جارہے ہیں۔

قرآن مجید میں مرد و زن کے مابین احکامات حجاب کے بارے میں کئی آیت کریمہ شاہد ہیں۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالی نے مرد وزن کے درمیان حجاب اور پردے داری کا واضح حکم فرمایا ہے۔ مسلمان مردوں کو حکم دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے، بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے، اور مسلمان عورتوں کو حکم دیجیے اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں مگر جتنا خود ظاہر ہو اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر۔ (کنزالایمان، ترجمہ سورہ النور۔ آیت 30)

نگاہوں کو جھکا کر رکھنے کا حکم یہ ثابت کرتا ہے کہ نامحرم مرد و زن کے مابین سب سے پہلا جو عمل بے حیائی کو فروغ دیتا ہے وہ اجنبی مرد وزن کا ایک دوسرے کو دیکھنا یا تکنا ہے۔ گویا نگاہوں کے راستے حیا کا پردہ چاک ہوتا ہے اور بے حیائی پھیلتی ہے۔ مغربی تہذیب وتمدن کی تقلید میں مگن روشن خیال افراد ہمارے معاشرے میں ان رجحانات کی تقلید کرتے نظر آتے ہیں کہ پردہ وحجاب بے معنی اور فرسودہ نظام کا حصہ ہیں جب کہ حقیقی پردہ نگاہوں کا ہوتا ہے۔ بے شک یہ بات درست ہے کیونکہ گناہ کی ترغیب سب سے پہلے آنکھ کے ذریعے سے ہی ہوتی ہے اور نگاہوں کا پردہ برقرار رکھنے کے لیے اس بات کو تسلیم کرنے کی اشد ضرورت ہے کہ مرد و زن کا اختلاط، وقار سے عاری لباس، بناؤ سنگھار، اپنی آرائش وزیبائش اور خوبصورتی کا کھلے عام اظہار نگاہوں کو دعوت نظارہ پیش کرتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت حکم فرماتا ہے کہ: اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں اور مسلمان عورتوں سے فرمادیجئے کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔ (سورالاحزاب/آیت 54 کنزالایمان)

آیت مبارکہ میں 'جلابیبھن' مذکور ہے یہ: ج، ل، ب: سے مشتق ہے۔ ابن فارس نے لکھا ہے کہ جلب کے بنیادی معنی کسی ایسی چیز یا جگہ کے ہیں جو دوسری چیز کو ڈھانپ لیں، این معنی تناظر میں اس کپڑے یا لباس کو جلباب کہتے ہیں جو عورت کے زیب تن کیے ہوئے لباس، آرائش، زیبائش کو ڈھانپتا ہے اس کے جسم کے نشیب و فراز وادیوں کہسار کو چھپاتا ہے ظاہر ہونے نہیں دیتا ہے۔

المنجد میں جلباب کے معنی، قمیص یا چادر کے ہیں اس کی جمع جلابیب ہے، جلباب ڈوپٹے سے تھوڑا بڑا ہوتا ہے جس سے سر اور سینہ بآسانی چھپایا جاسکے۔ اسی بنیاد پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آخری خطبے میں فرمایا تھا: لوگو دور جاہلیت کا ہر اَمر میں اپنے قدموں تلے روندتا ہوں، آج کل کی فیشن زدہ ماڈرن لڑکیوں اور عورتوں کو قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ایک عظیم الشان نصیحت ہے کاش وہ سمجھیں اور اس سے سیکھیں، کالج اور یونیورسٹی جانے کے لیے دفتر جانے کے لیے خرید وفروخت کرنے کے لیے بازار جانے سے قرآن کریم منع نہیں کرتا ہے مگر قرآن حکیم کہتا ہے کہ............ **(باقی ص:72 پر)**

شبِ برات

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

مارچ 2024 کا عنوان — زکاۃ کے چند مسائل ❋ اپریل 2024 کا عنوان — دنیا میں اسلام کی مقبولیت

فضائل شب برات اور بعض شبہات کا ازالہ

از: ڈاکٹر فیض احمد چشتی

شب برات کو احادیث مبارکہ میں "ليلة النصف من شعبان" یعنی شعبان کی 15 ویں رات کو شب برات قرار دیا گیا ہے۔ اس رات کو براۃ سے اس وجہ سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ اس رات عبادت کرنے سے اللہ تعالیٰ انسان کو اپنی رحمت سے دوزخ کے عذاب سے چھٹکارا اور نجات عطا کر دیتا ہے۔

نزاعی مسئلہ میں قرآن و سنت کی طرف رجوع کا حکم:

شریعتِ اسلامیہ کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ دین کے جس معاملے میں بھی تنازع ہو جائے تو اُسے کتاب اللہ عزوجلّ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹایا جائیں پھر اگر دونوں کا یا کسی ایک کا اس مسئلہ کے جواز میں حکم ثابت ہو جائے تو شرعی طور پر اس کی اتباع کرنا واجب ہے اور مخالف ہونے کی صورت میں چھوڑنا ضروری ہے۔

(1) اللہ رب العزت نے قرآن میں متعدّد مقامات پر اس کو صراحت سے بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا. (القرآن، النساء، 4:59)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہلِ حق) صاحبانِ امر کی، پھر اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حتمی فیصلہ کے لیے) اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، (تو) یہی (تمھارے حق میں) بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

(2) اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. (القرآن، النساء، 4:65)

ترجمہ: پس (اے حبیب!) آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان واقع ہونے والے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم بنالیں پھر اس فیصلہ سے جو آپ صادر فرما دیں اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور (آپ کے حکم کو) بخوشی پوری فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔

(3) اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو ایک مقام پر یوں بیان فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ. (القرآن، الانفال، 8:20)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی مت کرو حالاں کہ تم سن رہے ہو۔

(4) ایک جگہ اطاعت خدا اور رسول کو یوں بیان کیا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ. (القرآن، محمد، 33:47)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال (اپنی نادانی یا نافرمانی) سے ضائع نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت پر بکثرت آیات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نزاعی اور اختلافی مسائل صرف انہی دو بارگاہوں سے حل ہو سکتے ہیں اور بندوں کی دنیاوی اور اخروی بھلائی صرف انہی سے وابستہ ہیں۔ لہٰذا شب برات کی شرعی حیثیت جاننے کے لیے ہم انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس حوالے سے مروی احادیث مبارکہ کی حجیت اور ثقاہت کا جائزہ لیتے ہیں۔

شب برات کی فضیلت اور اس میں اہتمامِ عبادت پر احادیثِ مبارکہ کا تحقیقی مطالعہ:

امت مسلمہ کے جمیع مکاتبِ فکر کے فقہاء وعلماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو مسئلہ بھی قرآن و سنت دونوں یا صرف قرآن یا سنت سے ثابت ہو جائے اس پر عمل واجب ہوتا ہے۔ وہ احادیث جو اس رات کی فضیلت کو اجاگر کرتی ہیں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں ان میں حضرات سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا مولیٰ علی المرتضیٰ، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ، عبد اللہ بن عمرو بن العاص، معاذ بن جبل، ابوہریرہ، ابو ثعلبہ الخشنی، عوف بن مالک، ابوموسیٰ اشعری اور عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہم کے نام شامل ہیں۔ سلف صالحین اور اکابر علماء کے احوال سے پتہ چلتا ہے کہ اس رات کو عبادت کرنا ان کے معمولات میں سے تھا۔ لیکن بعض لوگ اس رات عبادت، ذکر اور وعظ و نصیحت پر مشتمل محافل منعقد کرنے کو بدعت ضلالۃ کہنے سے بھی نہیں ہچکچاتے جو سراسر احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ ذیل میں شب برات کی فضیلت اور اس میں اہتمام عبادت کا احادیث مبارکہ کی روشنی میں جائزہ لیا جاتا ہے، اس کے ساتھ ان احادیث مبارکہ کی اسانید کا مطالعہ کرتے ہوئے ان کی ثقاہت بھی واضح کی جائے گی ان شاء اللہ۔

(1) سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حدثنا عمرو بن مالك، قال: حدثنا عبد الله بن وهب، قال: حدثنا عمرو بن الحارث، قال: حدثني عبد الملك بن عبد الملك، عن مصعب بن أبي ذئب، عن القاسم بن محمد، عن أبيه أو عمه، عن أبي بكر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: إِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يَنْزِلُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِعِبَادِهِ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ مُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ لِأَخِيهِ.

ترجمہ: جب ماہِ شعبان کی پندرہویں رات ہوتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان دنیا پر (اپنے حسب حال) نزول فرماتا ہے پس وہ مشرک اور اپنے بھائی سے عداوت رکھنے والے کے سوا اپنے سارے بندوں کی بخشش فرمادیتا ہے۔

بزار اپنی المسند، 1:206، رقم: 80 میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ہم اس حدیث کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی صرف اسی طریق سے جانتے ہیں اور یہ حدیث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ سے بھی مروی ہے۔ سب سے اعلیٰ اسناد سے حضرت ابوبکر روایت کرتے ہیں اگرچہ اس اسناد میں کچھ ہو، پس ابوبکر کی جلالت نے اسے حسین بنا دیا ہے۔ اگرچہ عبد الملک بن عبد الملک معروف راوی نہیں ہے۔

مزید فرماتے ہیں: وقد روى هذا الحديث أهل العلم ونقلوه و احتملوه فذكرنا لذالك.

ترجمہ: اہلِ علم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، نقل کیا ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے لہٰذا ہم نے اس کو ذکر کیا۔

امام ابو بکر احمد بن عمرو المعروف بزار کی تاریخ وفات 292ھ ہے۔ ان کے اس قول سے معلوم ہوا کہ شعبان کی پندرہویں شب کی فضیلت و خصوصیت تسلیم کرنا اور اس کو بیان کرنا اہل علم کا ابتدائی ادوار سے طریقہ رہا ہے۔ لہٰذا موجودہ دور میں کوئی شخص بھی اگر شبِ برات کی غیر معمولی فضیلت کا انکار کرتا ہے تو در حقیقت وہ احادیث مبارکہ اور سلف صالحین کے عمل سے ناواقفیت کی بناء پر ایسا کر رہا ہوتا ہے۔

ہیثمی نے مجمع الزوائد، 8: 65 میں کہا ہے کہ عبد الملک بن عبد الملک کو ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب الجرح والتعدیل میں ذکر کیا ہے اور اس کو ضعیف نہیں کہا (جو اس کے حجت ہونے پر دلالت کرتا

ہے) جبکہ اس کے باقی رواۃ ثقہ ہیں۔

(2) سیدنا علی بن ابی طالب ص سے مروی حدیث۔

حضرت علی کرم للہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَقُومُوا لَيْلَهَا وَصُومُوا نَهَارَهَا فَإِنَّ اللهَ يَنْزِلُ فِيهَا لِغُرُوبِ الشَّمْسِ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ: أَلَا مِنْ مُسْتَغْفِرٍ لِي فَأَغْفِرَ لَهُ؟ أَلَا مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَهُ؟ أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ؟ أَلَا كَذَا؟ أَلَا كَذَا؟ حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ.

ترجمہ: جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو تم اس کی رات کو قیام کیا کرو اور اس کے دن روزہ رکھا کرو، بے شک للہ تعالی اس رات اپنے حسبِ حال غروبِ آفتاب کے وقت آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے تو وہ کہتا ہے: کیا کوئی مجھ سے مغفرت طلب کرنے والا نہیں ہے کہ میں اسے بخش دوں؟ کوئی رزق طلب کرنے والا نہیں ہے کہ میں اسے رزق دوں؟ کوئی بیماری میں مبتلا تو نہیں ہے کہ میں اسے عافیت دوں؟ کیا کوئی ایسا نہیں؟ کیا کوئی ویسا نہیں؟ یہاں تک کہ طلوعِ فجر ہو جاتی ہے۔(ابن ماجه، السنن، 1: 444، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في ليلة النصف من شعبان، رقم: 1388)

اس حدیث میں "ابن ابی سبرۃ" کے علاوہ تمام راوی ثقہ ہیں۔

(3) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی للہ عنہا سے مروی حدیث۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی للہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (بستر مبارک پر) نہ پایا پس میں آپ کی تلاش میں باہر نکلی تو دیکھا کہ آپ آسمان کی طرف اپنا سر اٹھائے ہوئے جنت البقیع میں تشریف فرما ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تجھے ڈر ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول تجھ پر ظلم کرے گا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے گمان ہوا کہ آپ کسی دوسری زوجہ کے ہاں تشریف لے گئے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعَرِ غَنَمِ كَلْبٍ.

ترجمہ: یقینا اللہ تبارک وتعالی (اپنی شان کے لائق) شعبان کی پندرہویں رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، پس وہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ لوگوں کو بخش دیتا ہے۔

(احمد بن حنبل، المسند، 6:238)

حجاج بن ارطاۃ کو محدثین نے مدلس کہا ہے لیکن اس سے حدیث لینا جائز قرار دیا ہے۔(معرفۃ الثقات، 1:284، عجلی)

سیوطی نے اس کو بعض رواۃ سے احادیث لینے کی بنا پر حافظ شمار کیا ہے۔(طبقات الحفاظ، 1:88)

یحییٰ بن ابی کثیر کو عجلی اور ابنِ حبان نے ثقہ اور ایوب نے زہری کے بعد اہل مدینہ میں سے حدیث کو سب سے زیادہ جاننے والا یحییٰ کو قرار دیا ہے۔ عروہ بن زبیر سے اس کی سماعت پر اختلاف کیا گیا ہے۔ یحییٰ بن معین نے اس کی سماعت کو عروہ سے ثابت کیا ہے۔

(جامع التحصیل، 1:299)

اہلِ اصول اور فقہاے کرام نے ایک متفقہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ: المثبت مقدم علی النافی.

"مثبت، منفی پر مقدم ہوتا ہے۔(ابن دقیق العید، شرح عمدۃ الأحکام، 1:230)(عسقلانی، فتح الباری، 1:27)

لہٰذا ابنِ معین کے قول پر عمل کرتے ہوئے یحییٰ کی سماعت کو عروہ سے درست کہا جائے گا۔

اس حدیثِ پاک کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل مبارک سے شبِ برات میں عبادت کرنا اور قبرستان جانا ثابت ہوا۔

(4) حضرت عبدللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث:

حَدَّثَنَا حَسَنٌ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ حَدَّثَنَا حُيَيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ: يَطَّلِعُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى خَلْقِهِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَيَغْفِرُ لِعِبَادِهِ إِلَّا لِاثْنَيْنِ: مُشَاحِنٍ وَقَاتِلِ نَفْسٍ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ماہِ شعبان کی نصف شب (یعنی پندرہویں رات) کو اللہ تعالی اپنی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے، پس وہ اپنے بندوں کو معاف کر دیتا ہے سوائے دو لوگوں کے: سخت کینہ رکھنے والا اور قاتل۔(احمد بن حنبل، المسند، 2:176، رقم: 63533)

امام منذری نے الترغیب والترہیب، 3:308 میں کہا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے لیِّن (قلیل ضعف) سے روایت کیا ہے۔

امام ہیثمی نے مجمع الزوائد، 8: 65 میں کہا ہے کہ اس روایت میں ابن لہیعۃ ہے جو کہ لین الحدیث ہے۔

عبداللہ بن لہیعۃ بن عقبہ المصری کو سیوطی نے طبقات الحفاظ، 1: 107 میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ امام احمد وغیرہ نے اسے ثقہ اور یحیٰی بن سعید القطان وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔

محدّثینِ کرام اس حدیث کے بقیہ رواۃ کے بارے میں فرماتے ہیں:

(1) حسن بن موسی تابعی ہے۔ یحیٰی بن معین، علی بن مدینی اور ابن حبان نے انہیں ثقہ شمار کیا ہے۔ (عسقلانی تہذیب التہذیب، 2:279)

(2) حیی بن عبداللہ ثقہ ہے۔ (ابن حبان، الثقات، 6:236)

(3) ابو عبدالرحمن عبداللہ بن یزید الحبلی شامی تابعی ثقہ ہے۔ (عجلی، معرفۃ الثقات، 2:66)

(5) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث:

أخبرنا محمد بن المعافى العابد بصيدا وابن قتيبة وغيره قالوا: حدثنا هشام بن خالد الأزرق قال حدثنا أبو خليد عتبة بن حماد عن الأوزاعى وابن ثوبان عن أبيه عن مكحول عن مالك بن يخامر عن معاذ بن جبل عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: يَطَّلِعُ للّٰه إِلٰى خَلْقِهِ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَيَغْفِرُ لِجَمِيْعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ.

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ماہِ شعبان کی نصف شب (پندرھویں رات) کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے، پس وہ مشرک اور بغض رکھنے والے کے سوا اپنی تمام مخلوق کو بخش دیتا ہے۔ (ابن حبان، الصحیح، 12: 481، رقم: 5665) (طبرانی، المعجم الاوسط، 7:36، رقم: 6776) (طبرانی، المعجم الکبیر، 20:108 رقم: 215)

امام ہیثمی نے مجمع الزوائد، 8:65 میں کہا ہے کہ اس روایت کو طبرانی نے المعجم الکبیر اور الاوسط میں روایت کیا ہے اور ان کے رجال ثقہ ہیں۔

(1) مالک بن یخامر السکسکی تابعی ثقہ ہے، انھوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف، معاذ بن جبل اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے اور ان سے مکحول شامی نے روایت کیا ہے۔

(مزی، تہذیب الکمال، 27:167، چشتی)

(2) ابو عبداللہ مکحول شامی ثقہ ہے۔

(عسقلانی، تقریب التہذیب، 1:545)

اس حدیث مبارکہ کی ثقاہت سے پہلی حدیث بھی قوی ہو گئی ہے اور اس کا ضعف ختم ہو گیا ہے۔

(6) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث۔ ان ہی الفاظ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، يَغْفِرُ للّٰه لعباده إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ.

ترجمہ: جب ماہِ شعبان کی نصف شب (پندرھویں رات) ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ شرک کرنے والے اور بغض رکھنے والے کے سوا اپنے تمام بندوں کی بخشش فرما دیتا ہے۔

بزار، المسند، 2:435-436، امام ہیثمی نے مجمع الزوائد، 8: 65 میں کہا ہے کہ اسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی ہشام بن عبدالرحمن کو میں نہیں جانتا، اس کے باقی رُواۃ ثقہ ہیں۔

(7) حضرت ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث:

حدثنا أحمد بن نضر العسكرى ثنا محمد بن آدم المصيصى ثنا المحاربي عن الأحوص بن حكيم عن حبيب بن صهيب عن مكحول عن أبي ثعلبةأن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: يَطَّلِعُ اللهُ عَلٰى عِبَادِهِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَيَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ يُمْهِلُ الْكَافِرِيْنَ، وَ يَدَعُ أَهْلَ الْحِقْدِ بِحِقْدِهِمْ حَتّٰى يَدَعُوْهُ.

ترجمہ: حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ رب العزت شعبان کی پندرھویں رات کو اپنے بندوں پر مطلع ہوتا ہے، پس وہ مومنوں کی مغفرت فرماتا ہے اور کافروں کو مہلت دیتا ہے اور وہ اہل حسد کو ان کے حسد میں چھوڑ دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے ترک کر دیں۔ (طبرانی، المعجم الکبیر، 22: 223، رقم: 590) (ابن ابی عاصم، السنۃ، 1: 223، رقم: 511)

ہیثمی نے مجمع الزوائد، 8:65 میں اس کے ایک راوی احوص بن حکیم کو ضعیف کہا ہے۔ شیخ محمد ناصر الدین البانی (غیر مقلدین کے امام) نے اپنی کتاب "ظلال الجنۃ فی تخریج السنۃ لابن ابی عاصم، 1: 223" میں اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اور احوص بن حکیم جو کہ ضعیف الحفظ ہے کہ سوا تمام رواۃ ثقہ ہیں جیسا کہ "التقریب" میں ہے۔ پس اس کی مثل سے استشہاد کیا جائے گا کیونکہ وہ اپنے بعد وغیرہا کے طرق کے سبب قوی ہو جاتا ہے۔ دارقطنی نے احوص بن حکیم کے بارے میں کہا ہے کہ "اس پر اس صورت میں اعتبار کیا جائے گا جب کوئی ثقہ راوی اس سے روایت کرے۔" اور ابن عدی نے کہا ہے کہ "اس سے بہت سی روایات مروی ہیں اور وہ ان رواۃ میں سے ہیں جن کی احادیث لکھی جاتی ہیں اور ثقہ رواۃ کی ایک جماعت نے اس سے حدیث لی ہے اور اس میں کوئی منکر چیز نہیں ہے جس کا وہ رد کرتے مگر یہ کہ وہ ایسی اسانید بیان کریں جن کی اتباع نہیں کی جا سکتی۔

(مزی، تہذیب الکمال، 2:293.294، چشتی)

(8) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَطْلُعُ اللهُ عَلَى خَلْقِهِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ كُلِّهِمْ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ.

ترجمہ: ماہِ شعبان کی نصف شب (یعنی پندرہویں رات) کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف توجہ فرماتا ہے، پس وہ شرک کرنے والے اور کینہ رکھنے والے کے سوا ہر ایک کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

(1) بزار، المسند، 7: 186، رقم: 2754، ہیثمی نے مجمع الزوائد، 8:65 میں کہا ہے کہ اسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس میں عبدالرحمن بن زیاد بن انعم ہے، احمد بن صالح نے اسے ثقہ اور جمہور ائمہ نے ضعیف کہا ہے اور ابن لہیعۃ کمزور راوی ہے باقی اس کے رجال ثقہ ہیں۔

(2) ابن شاہین نے تاریخ اسماء الثقات، 1: 147 میں عبدالرحمن بن زیاد بن انعم کا ذکر کیا ہے اور یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ اس سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں اگرچہ اس میں ضعف ہے۔

(9) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ لَيَطَّلِعُ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ.

ترجمہ: بے شک اللہ رب العزت ماہ شعبان کی نصف شب (پندرہویں رات) کو (اپنی مخلوق کی طرف) متوجہ ہوتا ہے، سو وہ مشرک اور کینہ پرور کے سوا اپنی تمام مخلوق کو معاف کر دیتا ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، 1:445، رقم:1390، چشتی)

(1) امام ابن ماجہ کی بیان کردہ یہ روایت مرفوع منقطع ہے کیونکہ اس میں ضحاک بن عبدالرحمن بلاواسطہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے حدیث نہیں لیتے۔ لیکن یہی حدیث ابن ماجہ نے اور ہبۃ اللہ بن حسن لالکائی نے شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ، 3:447، رقم:763 میں ذکر کی ہے جس کے مطابق: ابن لہیعۃ نے زبیر بن مسلم، انھوں نے ضحاک، انھوں نے اپنے والد عبدالرحمن بن عزرب اور انھوں نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

(2) مزی نے تہذیب الکمال، 9:308، رقم:1964 میں یہی حدیث ایک بہت اعلیٰ سند سعید بن عفیر سے ابن لہیعۃ انھوں نے زبیر بن سلیم کے واسطہ سے بیان کی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کے صحیح مرفوع متصل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

(10) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَإِذَا مُنَادٍ: هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَهُ؟ هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَأُعْطِيَهُ؟ فَلَا يَسْأَلُ أَحَدٌ إِلَّا أُعْطِيَ إِلَّا زَانِيَةٌ بِفَرْجِهَا أَوْ مُشْرِكٌ.

ترجمہ: جب شعبان کی پندرہویں رات ہوتی ہے تو منادی ندا دیتا ہے: کیا کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں؟ کیا کوئی سوال کرنے والا ہے کہ میں اسے عطا کروں؟ پس زانیہ اور مشرک کے سوا ہر سوال کرنے والے کو عطا کر دیا جاتا ہے۔

(بیہقی، شعب الایمان، 3:383، رقم:3836، چشتی)

اس بحث کو درج ذیل نکات میں سمیٹا جا سکتا ہے:

(1) تمام احادیثِ مبارکہ سے شبِ برات کی فضیلت اور خصوصیت اجاگر ہوتی ہے اور اس شک و شبہ کا قلع قمع ہوتا ہے کہ اس باب میں تمام احادیث ضعیف ہیں۔ ہر حدیث کے ضعیف راوی پر سیر حاصل گفتگو سے یہ نتیجہ اخذ ہوا ہے کہ تمام احادیث ایک دوسرے سے تقویت پا کر حسن کے درجے پر فائز ہیں۔

(2) سب سے اہم بات یہ ہے کہ شب برات پر احادیث کو روایت کرنے والے صحابہ کرام ث کی سطح تک تعداد حد تواتر تک پہنچتی ہے لہٰذا اتنے صحابہ کا کسی مسئلہ پر احادیث روایت کرنا ان کی حجیت اور قطعیت کو ثابت کرتا ہے۔

(3) اگر بعض احادیث ضعیف بھی ہوں تو محدّثین کرام نے خود اس بات کی تصریح کی ہے کہ ضعیف احادیث متعدّد طرق سے تقویت پا کر حسن کے درجے پر فائز ہوتی ہیں۔

(4) تیسرا اہم قاعدہ محدّثین نے اپنی کتابوں میں یہ درج کیا کہ فضائل میں بالاتفاق ضعیف روایات بھی قابل قبول ہو جاتی ہیں، جبکہ شب برات پر احادیثِ حسنہ مروی ہیں۔

شب برات میں اہتمام عبادت پر سلف صالحین کی آراء اور معمول:

(1) حضرت علی، حضرت عائشہ صدیقہ اور عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہم سے مروی مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور امر سے اس کی حجیت ثابت ہے۔

(2) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہِ شعبان میں رمضان کے علاوہ باقی تمام مہینوں سے بڑھ کر عبادت کرتے تھے، لہذا شبِ برات کو اس سے کس طرح خارج کیا جا سکتا ہے؟ بلکہ یہ رات دوسری راتوں کی نسبت عبادت کی زیادہ مستحق ہے۔

(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

خمس ليال لا ترد فيهن الدعاء: ليلة الجمعة، و أول ليلة من رجب، و ليلة النصف من شعبان، و ليلتي العيدين.

ترجمہ: پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعا رد نہیں کی جاتیں: جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرھویں رات، دونوں عیدوں کی راتیں۔ (عبدالرزاق، المصنف، 4:317، رقم: 7927، چشتی)

(4) غیر مقلدین کے پسندیدہ امام علامہ ابنِ تیمیہ نے اس رات میں عبادت اور قیام پر لکھا ہے:

سئل ابن تيمية عن صلاة نصف شعبان؟ فأجاب: إذا صلى الانسان ليلة النصف وحده أو في جماعة خاصة كما كان يفعل طوائف من السلف فهو أحسن.

ترجمہ: ابنِ تیمیہ سے نصف شعبان میں نفلی نماز ادا کرنے کے بارے سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا: جب کوئی بھی انسان نصف شعبان کی رات کو اکیلا یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھے جیسا کہ سلف میں سے بہت سارے گروہ اس کا اہتمام کرتے تھے تو یہ بہت خوب ہے۔ (مجموع فتاوی ابن تیمیہ، 23:131)

(5) حافظ ابنِ رجب حنبلی لکھتے ہیں: شعبان کی 15 ویں شب کو اہلِ شام کے تابعین خالد بن معدان، لقمان بن عامر اور ان کے علاوہ دیگر اس رات کی تعظیم کرتے اور اس میں بے حد عبادت کرتے۔ وہ اِس رات مسجد میں قیام کرتے۔ اس پر امام اسحاق بن راہویہ نے ان کی موافقت کی ہے اور کہا ہے کہ اس رات کو مساجد میں قیام کرنا بدعت نہیں ہے۔ (لطائف المعارف: 263، چشتی)

شب برات پر اتنی کثیر تعداد میں مروی احادیث صرف اس لیے نہیں ہیں کہ کوئی بھی بندہ مؤمن فقط ان کا مطالعہ کر کے انہیں قصے، کہانیاں سمجھتے ہوئے صرفِ نظر کر دے، بلکہ ان احادیث کے بیان کا مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے مولا خالقِ کائنات کے ساتھ اپنے تعلق کو استوار کرے جو کہ اس رات اور اس جیسی دیگر روحانی راتوں میں عبادت سے باسہولت میسر ہو سکتا ہے۔ اِن بابرکت راتوں میں رحمتِ الٰہی اپنے پورے جوبن پر ہوتی ہے اور اپنے گناہگار بندوں کی بخشش و مغفرت کے لیے بے قرار ہوتی ہے لہٰذا اس رات میں قیام کرنا، کثرت سے تلاوتِ قرآن، ذکر، عبادت اور دعا کرنا مستحب ہے اور یہ اعمال احادیثِ مبارکہ اور سلف صالحین کے عمل سے ثابت ہیں۔ اس لیئے جو شخص بھی اب اس شب کو یا اس میں عبادت کو بدعتِ ضلالۃ کہتا ہے وہ در حقیقت احادیثِ صحیحہ اور اعمالِ سلف صالحین کا منکر ہے اور فقط ہوائے نفس کی اتباع اور اطاعت میں مشغول ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں حق کی راہ پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ***

شعبان المعظم اور شبِ براءت کی رسمیں

حافظ افتخار احمد قادری

شعبان المعظم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ مہینہ ہے۔ یہ ماہ مبارک عبادت کا مہینہ، بالخصوص روزہ کی جسمانی عبادت اس ماہ مبارک کے کل یا بیشتر حصہ سے وابستہ ہے۔ لیکن اس ماہ مبارک کی یہ فضیلت بھی بیحد اہم ہے کہ اس میں چودھویں اور پندرہویں تاریخ کی درمیانی رات انتہائی مقدس ومبارک ہے جسے ہم شب براءت کہتے ہیں۔ اس پندرہویں شب کے متعلق امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ینزل اللہ تعالی الی لسماء الدینا لیلة النصف من شعبان فیغفر لکل مسیء الا رجل مشرك اوفی قبلة شحناء۔ (نزھتہ المجالس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛ شعبان کی پندرہویں شب کو اللہ تعالیٰ سماے دنیا پر ظہور فرماتا ہے اور ہر گناہ گار شخص کو بخش دیتا ہے سوائے مشرک کے اور اس شخص کے جس کے دل میں کینہ وعداوت ہو۔

ایک دوسری جگہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان لیلة النصف من شعبان فقر موالیلها وصو مرانهارها فان اللہ ینزل فیها لغروب الشمس الی السماء الدنیا فینزل الا من مستغفر فاغفرله الا من مسترزق فارزقه الا من مبتلی فاعافیه الا کذ والا کذا. (نزھتہ المجالس)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛ جب شعبان کی پندرہویں شب آئے تو اس رات کو عبادت کرو اور اس دن روزہ رکھو، اس شب کو اللہ تعالیٰ سماء دنیا پر نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے کوئی مغفرت مانگنے والا ہے کہ اس کو بخش دوں، ہے کوئی رزق طلب کرنے والا کہ اس کو رزق دوں، ہے کوئی بیمار کہ اس کو صحت وعافیت عطا کروں اور ہے کوئی ایسا یعنی کیسی ہی حاجت رکھتا ہو اللہ تعالیٰ ہر ایک حاجت مند کی حاجت روا کرے گا۔

شب المعظم کی پندرہویں شب کتنی افضل ومعظم اور کس قدر خیر وبرکت کی شب ہے۔ اگر ہم چاہیں تو اس خیر وبرکت والی شب میں اس کی خیر وبرکت حاصل کر کے اس سے نفع اندوز ہوسکتے ہیں اور اپنے قلب کی درد مندیوں، اپنی روح کے امراض کا مؤثر علاج کر سکتے ہیں۔ کیا اس سے زیادہ بہتر کوئی دوسرا موقع مل سکتا ہے؟

مگر غور طلب امر یہ ہے کہ ایک طرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مقدس ارشادات ہیں اور دوسری طرف شب برآت میں ہمارا طرزِ عمل ہے۔ آپ غور کیجیے کہ دونوں میں کیا کسی قسم کی مطابقت ویکسانیت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛ شعبان المعظم کی پندرہویں شب کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور دن کو روزہ رکھو، اس شب کو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا یعنی آسمان پر نزول وظہور فرماتا ہے اور بندوں کی حاجت روائی کرتا ہے۔ لیکن ہم عبادت کی جگہ آتش بازی کرتے ہیں اور دن کو روزہ رکھنے کے بجائے حلوہ کھاتے ہیں۔ احادیثِ مبارکہ میں اللہ رب العزت اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی ورضاجوئی کے اسباب ہمیں بتلادئے گئے اور صاف طور پر واضح کردیا گیا کہ ماہ شعبان المعظم اور اس کی پندرہویں شب کو ہمیں کن اعمال واشغال میں مشغول ہونا چاہیے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس ماہِ مبارک میں حسبِ ارشادِ نبوی کثرت سے روزے رکھتے ہیں اور شب براءت کو اپنے رب کی اطاعت وعبادت میں بسر کرتے ہیں اور اس کی بندگی میں اس رات کو گزارتے ہیں۔

شعبان المعظم کی پندرہویں شب کے اعمال میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں بھی تشریف لے جاتے تھے۔ اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس رات کو قبرستان میں جانا اور مردوں کے لیے دعاے مغفرت کرنا بھی مسنون ہے۔ اللہ رب العالمین نے خیر وبرکت کا یہ مہینہ شعبان المعظم اور اس کی مبارک ومقدس پندرہویں شب مسلمانوں کو عطا فرمائی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم گناہوں سے اجتناب کریں، اعمال خیر کریں، زیادہ سے زیادہ عمل صالح پورے ماہ کرتے رہیں، نیز شعبان المعظم کی پندرہویں شب بیداری عبادت وریاضت میں بسر کریں اور ان تمام اعمال کو اپنے اوپر لازم کرلیں جو اس مبارک شب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، تاکہ اللہ رب

کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت

العالمین، غفور ورحیم کی مغفرت ورحمت ہماری دستگیری فرمائے اور ہم ان ذلتوں سے محفوظ ہو جائیں جو آج دنیا میں ہمارا حصہ بن چکی ہیں۔ ہمیں دنیا میں اقتدار و وقار واحترام اور امن شعافیت نصیب ہو اور قبر میں ہمیں نور سکون ملے۔ آخرت میں نجات وعیش کی زندگی میسر آسکے۔

لیکن آج حال یہ ہے کہ جیسے ہی شب برآت آئی گھر گھر حلوہ کے سامان کو لے کر فکر لاحق ہے۔ جن کے پاس پیسوں کا انتظام نہیں وہ قرض لے کر اس فکر کو دور کر رہے ہیں، آتش بازی بڑے پیمانے پر تیار ہو رہی ہے، آتش باز خوش ہو رہے ہیں کہ انار، پھلجھڑی، پٹاخے کی خوب بکری ہوگی۔ یہ تیاریاں کہاں ہو رہی ہوں گی؟ ان کے یہاں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، جو اللہ رب العزت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہیں، جن کے لیے اللہ رب العزت نے اسراف کو حرام قرار دیا ہے، جن کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ کا پاکیزہ دامن اس قسم کی تمام لغویات سے یکسر پاک ہے اور جن کے عقائد میں شب برآت کے یہ تمام مراسم جواز کا کوئی پہلو نہیں رکھتے۔ کتنے مسلمان ہے جو حج نہ کرنے کا عذر اپنی ناداری کو بتلاتے ہیں، جو زکوٰۃ نہ ادا کرنے کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ ضروریاتِ زندگی سے اتنی رقم بچ ہی نہیں پاتی اور جو اپنے عزیزوں میں ترکہ کی شرعی تقسیم بھی محض اسی خوف سے نہیں کرتے کہ خود مفلس ہو جائیں گے، ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اپنی قوم کے یتیموں، مسکینوں اور اپاہجوں کی بسر اوقات کا انتظام کرو تو مفلسی کا عذر پیش کیا جاتا ہے، جب کہا جاتا ہے کہ اپنی قوم کی تعلیم وتنظیم کے لیے سرمایہ جمع کرو تو پھر ناداری کے عزر کو دہرایا جاتا ہے، اگر ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تحفظ اسلام کے لیے مالی امداد کی ضرورت ہے تو پھر عذر افلاس ہی کو پیش کر کے اپنے تئیں بچایا جاتا ہے۔ لیکن شب برآت کے آتے ہی اس مفلس قوم کے مفلس اشخاص یک بیک زردار ہو جاتے ہیں، ہر گھر میں حلوہ تیار ہونے لگتا ہے، اسی قوم کے بچے اپنے والدین کی گاڑھی کمائی کو آتش بازی کی نذر کر دیتے ہیں، ہر گھر میں یہ تہوار پوری چہل پہل اور صورت جشن پیدا کر دیتا ہے۔

آپ نے کبھی سوچا کہ ہر سال بھارت میں کتنی کثیر دولت مسلمان آتش بازی کے نام پر پھونک کر خداوند قدوس کے سامنے گنہگار ہوتے ہیں؟ آپ نے کبھی اس کا اندازہ کیا کہ ہر سال ہونے والی اس آتش بازی سے کتنی جانیں ضائع ہوتی ہیں؟ آپ نے کبھی اس کا حساب لگایا ہے کہ ہر سال کتنے اشخاص اس سے زخمی ہوتے ہیں اور کتنوں کی صحت کو اس کا دھواں نقصان پہنچاتا ہے؟ مسلمانوں کی جنتری میں اس مبارک مہینے کا نام شعبان المعظم ہے۔ اسے مبارک اس لیے کہا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک عبادت روزہ کے لیے چن لیا تھا۔

صحیح احادیث میں اس ماہ مبارک کے روزوں کی بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ رمضان المبارک کے فرض روزوں کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس ماہ میں سب سے زیادہ روزے رکھتے تھے وہ یہی ماہ شعبان المعظم ہے۔ اسی کے وسط میں ایک رات ایسی آتی ہے جس کی بابت یہ روایت آئی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اٹھ کر قبرستان تشریف لے جاتے تھے اور مردہ مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت فرماتے تھے۔ یہ عمل تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا، یہ تعلیم تھی ہمارے سب سے بڑے پیشوا کی، لیکن اسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا، اس کے نام کا کلمہ پڑھنے والوں کا، اس کی محبت کا دم بھرنے والے دعوے داروں کا کیا حال ہے؟

کتنے مسلمان ایسے ہیں جو خدا کی خوشنودی کے لیے دن بھر کھانے پینے اور دیگر خواہشات نفس سے اپنے تئیں روکے رہتے ہیں؟ کتنے ایسے ہیں جو اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے حق میں دعاے خیر واستغفار کرتے رہتے ہیں؟ یہ بھی نہ سہی تو کتنے ایسے ہیں جو اپنا روپیہ آگ میں پھونکنے، آتش بازی دیکھنے اور حلوے وغیرہ میں اسراف کرنے سے باز رہتے ہیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 14 شعبان المعظم کے دن حلوہ نوش فرماتے تھے اور اس کی تقسیم فرمایا کرتے تھے؟ کیا صحابہ کرام (نعوذ باللہ) یہ رات آتش بازی کے تماشوں میں بسر کرتے تھے؟ کیا اسلام نے اس نادانی کو، ان فضولیات کو، اس اسراف کو کسی صورت میں بھی جائز رکھا ہے؟ کیا ائمہ فقہ اور اکابر طریقت کی کسی تعلیم سے شب برآت کی ان رسموں کی تائید میں کوئی دلیل پیش کی جاسکتی ہے؟ بہت سے ناواقف لوگ اس خیال میں ہیں کہ شبِ برآت کی تقریب بھی کوئی مذہبی رسم ہے اور اس کا تعلق کسی اہم مذہبی واقعہ یا شخصیت سے ہے۔ لیکن یہ خیال محض ان کی ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ **(باقی ص:100)**

گوشۂ ادب

نعت کا تنقیدی و تخلیقی ڈسکورس

ثاقب قمری مصباحی

لغوی اعتبار سے مدحِ نبوی میں کہا یا لکھا جانے والا ہر لفظ نعت ہے خواہ اس کا تعلق نظم کی کسی صنفِ سخن ہو یا نثر کی کی ہیت سے۔

تنقید عربی زبان میں باب تفعیل کا مصدر ہے جس کا معنی ہے کھرے کھوٹے کی پہچان کرنا۔ یعنی کسی شے کے محاسن و معائب کو ایک دوسرے کے لیے ممیز کر دینا۔ ادبی اصطلاح میں کسی فن پارے کے حسن وقبح پر گفتگو کرنا نقد کہلاتا ہے اور گفتگو کرنے والے کو ناقد، نقاد یا تنقید نگار کہتے ہیں۔

تنقید کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

- تنقید برائے تعمیر و توقیر
- تنقید برائے تضحیک و تحقیر

پہلی صورت میں نقاد کی انتقادی کارروائی میں جذبۂ اخلاص کی کارفرمائی ہوتی ہے اور وہ ایک باغبان کی طرح تخلیقی چمن کے غیر ضروری برگ وبار کو تراش خراش کر اس کی تزئین و آرائش کا کام کرتا ہے۔ نیز صدق و اخلاص، سنجیدگی و شائستگی، جذبۂ ہمدردی اور خوش اسلوبی کے ساتھ وہ فن پارے کا تنقیدی جائزہ لیتا ہے اور اس کے جمالیاتی کینوس کو مقناطیسی رنگ سے ملمع کرتا ہے، تاکہ شعری البم میں کوئی بوسیدہ وفرسودہ نقش باقی نہ رہے۔ اور یہ تمام امور وہ ”تنقید برائے تعمیر“ کے جذبۂ صادق کے تحت سرانجام دے رہا ہوتا ہے۔

دوسری صورت میں نقاد معاصرانہ چشمک یا ذاتی بغض وعناد کے تحت تخریبی میں تنقیدیں لکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے اخلاق سوز احوال وکوائف کو کسی طور پر بھی مستحسن نہیں ٹھہرایا جا سکتا، کیوں کہ اس سے نہ صرف تنقید کا مقصد اصلی فوت ہو جائے گا، بلکہ اس سے ادب کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔

عصر حاضر میں جہاں دیگر ادبی اصناف سخن پر تنقیدی مباحث معرض وجود میں آرہے ہیں وہیں نعتیہ ڈسکورس کو بھی فنی، عروضی، لسانی، اور ادبی کسوٹی پر پرکھے جانے کی شعوری کوشش ہو رہی ہے، جو نہ صرف خوش آئند ہے بلکہ عمودِ نعت کی پائیداری کا منظم اور مستحکم حوالہ ہے۔ ہر چند کہ تنقید نعت کی ااصطلاح بہت قدیم نہیں لیکن اس کی معنویت و افادیت کچھ اس طور پر بھی اہم ہے کہ اس سے بنامِ عقیدت گندم نما جو فروشوں کی بروقت شناخت ہو سکے گی اور دودھ کی آڑ میں پانی کی تجارت کرنے والوں کو حتی المقدور متنبہ کیا جا سکے گا۔

عمومی تناظر میں بات کی جائے تو لسان و ادب سے لے کر حیات وممات تک کے تمام تر شعبوں میں کسی نہ کسی طور پر نقد و جرح کی روایت قائم ہے، جب کہ ان میں بہت ساری صورتیں خالص دنیاوی اور عمومی نوعیت کی ہوتی ہیں، جن میں شرعی امور کی پاس داری لازم و ضروری نہیں سمجھی جاتی۔ اس کے بر خلاف نعتیہ شعر کا ایک ایک آہنگ شرعیات و شعریات کا متقاضی اور تقدیسیت و تطہیریت کا طالب ہوتا ہے۔ اس کے باوجود ہم اس کی لفظیات و اسلوبیات اور محاسن و معایب پر گفتگو کرنے سے کتراتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ ہم نعتیہ شعر کہتے ہوئے ایک ایک لفظ کے صوری اور معنوی راویوں کو خوب اچھی طرح پرکھ لیں لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہو رہا، کیوں کہ لوگوں پر شہرت و ناموری کا ایسا بھوت سوار ہے کہ علم و ادب سے کورے لوگ دنیاے شاعری میں راتوں رات پاپولر ہونے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ اس کے لیے کوئی جادو کی چھڑی تو ہے نہیں کہ ادھر چمکائی اور ادھر اشعار کے الہام شروع ہو گئے۔ اس کے لیے مشق و مزاولت، مطالعہ و مشاہدہ، وعلم و ادب اور سب سے بڑھ کر وفور عشق کا سرمایہ درکار ہے جس کے بغیر تخلیق نعت کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

میری نظر میں تنقید نعت کو شجر ممنوعہ کہے جانے کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ اول تو یہ کہ تنقید کی صحیح معرفت نہ ہونے کے باعث اسے طنز یا اس جیسے دوسرے الفاظ کا مترادف سمجھا جائے، جس میں مثبت معنی کی بہ نسبت منفی معنی غالب ہو۔ دوم یہ کہ عقیدت کے نام پر تخلیق کا ایک ایسا غیر مستحکم ڈھانچا تیار کیا جائے جو انتقادی کارروائی کا متحمل نہ ہو۔ اول الذکر صورت انسان کی ناداستگی پر دال ہے۔ جب کہ دوسری صورت میں انسان اپنی تخلیق کے عیوب و نقائص کے محاسبے سے راہ

qamrisaqib@gmail.com

فرار اختیار کرنا چاہتا ہے، جو نہ صرف مذموم عمل ہے بلکہ تخلیقی ارتقا کے حوالے سے انسداد راہ کا بھی باعث ہے۔

نعتیہ تنقید صرف یہ نہیں کہ وزن کی پیمائش کر لی جائے یا ردیف و قوافی کا نبھاؤ دیکھ لیا جائے، بلکہ اس کے لیے متن، عروض، آہنگ، صحتِ لفظ، مصوتے، مضمون، معانی، اسلوب، جذب و کیف، عشق نبوی اور علوم شریعت و معرفت جیسی کئی اور اہم چیزیں ہیں جو تجزیاتی اسباب و عوامل ہونے کے باعث تنقیحی گفتگو کا تقاضا کرتی ہیں۔ لہٰذا نقد و نظر کے ان تمام بیانیوں پر قدرت کے بغیر نہ تو تنقید تنقید ہو سکتی ہے، اور نہ ہی نعت فہمی کا کوئی اعلیٰ منصب حاصل ہو سکتا ہے۔

تخلیق نعت کے حوالے سے اردو زبان کا یہ سرمایۂ اعزاز و افتخار ہے کہ آج بین الاقوامی سطح پر سب سے زیادہ نعت اسی زبان میں کہی جا رہی ہے، لیکن نعتیہ مضامین و موضوعات کے ان گنت پہلو اب بھی ایسے ہیں جن پر ہنوز کوئی سنجیدہ گفتگو نہیں ہوئی ہے۔ نعت میں مدحیہ عنصر کی اہمیت کا انکار نہیں لیکن حالات حاضرہ کے تقاضے ہم سے کچھ اور کہتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مدحیہ اظہاریہ کو جمال محمدی کے ساتھ ساتھ شمائل نبوی، اسوۂ حسنہ، سیر و تواریخ اور قرآن و احادیث کے ضروری احکام سے مربوط کریں، کیوں کہ اس کے بغیر نعت گوئی کی ماہیت و معنویت کا صحیح ادراک و ابلاغ ممکن نہیں۔

موجودہ اردو نعت گوئی کو ہم دو خانوں میں بانٹ سکتے ہیں:

(1) عقیدت محض (2) عقیدت و ادب

ملک کے دینی اجلاس میں پڑھے جانے والے بیش تر کلام کو پہلی صورت کی مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے، جن میں سنجیدگی، شائستگی، فکری بالیدگی، حسن تفکر، رنگ تغزل، فصاحت و بلاغت اور معیاری لفظیات و اسلوبیات کا افسوس ناک حد تک فقدان رہتا ہے۔ وہ عقیدت کے نام پر محض قافیہ پیمائی کر رہے ہوتے ہیں جس میں نہ تو ادبی چاشنی ہوتی ہے اور نہ ہی فنی لذت کا دور دور تک نام و نشان ہوتا ہے۔ ایسے لوگ نعت گوئی یا نعت خوانی کی آڑ میں لوگوں کے جذبات کو اشتعال انگیز بنا کر یا تو داد و تحسین اولوٹنا چاہتے ہیں یا مال و متاع کے خواہاں ہوتے ہیں۔ نعت گوئی کے نام پر تنگ بندیوں کے فروغ کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمیں کسی ایسی فکری و فنی کسوٹی کا صحیح علم نہیں، جس کے تناظر نعوتِ نبوی کا معیار متعیّن کیا جا سکے۔ یا علم ہے بھی تو ہم اس پر سنجیدگی سے غور و خوض کرنے کی زحمت نہیں کرتے، وقتی طور پر اگر عروضی و لسانی پیچ و خم سے آگے کی بات کی جائے تو بعض اوقات پروگرامی گویوں کے شعر شرعی حدود کو بھی پامال کر جاتے ہیں لیکن مجال ہے کہ اسٹیج پر (الا ماشاء اللہ) کوئی اس کی سرزنش کر دے۔

دوسری صورت میں عقیدت کے ساتھ ساتھ ادبی لوازمات اور اس کے تقاضوں کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ یعنی شعر میں پروئے جانے والے ہر ہر لفظ کی مختلف زاویوں سے جانچ ہوتی ہے کہ کہیں اس میں کوئی ایسا پہلو تو نہیں جو ازروئے شریعت و شعریت قابل گرفت ہو۔ ظاہر سی بات ہے کہ اس صورت حال میں انتہائی جگر کاوی اور ذہن سوزی کی ضرورت ہوتی ہے۔ لفظوں کی بندش سے لے کر استعارات و کنایات اور تلمیحات و تشبیہات تک نیز فصاحت و بلاغت کے اہتمام سے لے کر صنائع و بدائع کے التزام تک ہر ایک چیز میں فن چابک دستی اور ادبی ہنر کاری کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے اور یہ کوئی آسان کام نہیں۔ لہٰذا اس نوعیت کی نعت گوئی کے لیے وفور شوق اور متاع عشق کے ساتھ ساتھ انسان کے لیے کثیر المطالعہ اور وسیع المشاہدہ ہونا ضروری ہے۔ صرف ردیف سمجھ لینے یا قافیہ نبھا لینے سے شاعری اور بالخصوص نعت گوئی کا حق ادا نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے مسلسل مشق و ریاضت، جہد و لگن، محنت و مشقت اور سعی پیہم دکھانی پڑتی ہے تب کہیں جا کر نعت گوئی کا کوئی اعلیٰ منصب حاصل ہوتا ہے۔

میرے کہنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ نعت گوئی میں لسانی پُرکاری اور ادبی جمالیات ہی سب کچھ ہے لیکن جب ہم صنفِ نعت کو دیگر اصناف سخن کے شانہ بہ شانہ رکھنے کی بات کرتے ہیں تو ضمناً ان تمام چیزوں کا تذکرنا گزیر ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ محاسن شعری، معنوی تہ داری، فصاحت و فلاغت، فکری و تقدیسی بالیدگی کے بغیر ایسی شاعری منصۂ شہود پر نہیں آ سکتی جس پر ادبی و فنی لحاظ سے بڑی شاعری کا اطلاق ہو سکے۔

تنقیدی لائحۂ عمل کی تشکیل کے بغیر نعتیہ ادب کا نہ تو فروغ ہو سکتا ہے اور نہ اس کے ارتقائی تخیل کی تجسیم عمل میں آ سکتی ہے۔ کیوں کہ دنیاوی اصول ہے کہ سونے کو اس کی قدر و قیمت تبھی ملتی ہے، جب سُنار اپنی کسوٹی پر رکھ کر اس کے کھرے ہونے کا اطمینان کر لیتا ہے۔ ٹھیک یہی مثال ہیرے کی ہے کہ جب تک جوہری اس کو اپنی ناقدانہ نظر سے گزار نہیں لیتا اس کی حیثیت دو کوڑی کی ہوتی ہے۔ لہٰذا میں انتقادی اہمیت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی شدید ضرورت ہے۔

*****

نقد و نظر

مناصب السادات

اردو ترجمہ کا ایک تاثراتی مطالعہ

مبارک حسین مصباحی

مناقب السادات فارسی-از: ملک العلما شیخ قاضی شہاب الدین دولت آبادی— مناصب السادات اردو ترجمہ از شیخ سید نظامی اشرف الاشرفی جیلانی میرانی۔

192 صفحات پر مشتمل فضائل سادات کا یہ گلدستہ دل و جان کو معطر کر رہا ہے۔10 ابواب کا یہ دلکش مرقع جمیل علوم و معارف کا خزانہ ہے۔کتاب اور مشمولات کتاب پر گفتگو کرنے سے قبل اسباب تالیف پر گفتگو کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔آخر میں16 صفحات پر ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی قدس سرہ کے احوال و آثار ہیں۔

ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی علوم و فنون کے بحر ذخار تھے،بلکہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ اپنے عہد میں وہ علما اور فضلا کے مرجع تھے۔عشق و معرفت کی بلندی کا عالم یہ تھا کہ آپ تارکِ سلطنت مترجم قران مرجع المشائخ حضرت شیخ سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے نامور خلیفہ اور فیض یافتہ تھے۔آپ کے آبا و اجداد ازبکستان کے معروف شہر غزنین کے باشندے تھے،یہ ملک وسیع و عریض ہے جو بلخ اور طخارستان کے جنوب میں واقع ہے۔ماضی میں آپ کے بزرگ ہندوستان آ گئے اور دہلی میں مقیم ہو گئے۔آپ کی ولادت دولت آباد دہلی میں 761 ہجری میں ہوئی۔آپ کے والد حضرت عمر ابوالقاسم شمس الدین نے آپ کی تعلیم و تربیت پر بھرپور توجہ فرمائی،آپ کو صوفی باصفا حضرت علامہ قاضی عبدالمقتدر بن رکن الدین شریحی کندی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ شیخ خواجگی بن محمد حنفی دہلوی (متوفی 809 ہجری) کے حلقۂ درس میں بٹھایا۔ذاتی ذوق و شوق،اعلیٰ ذہانت اور مسلسل محنت نے آپ کو رجلِ علم بنا دیا،اساتذہ بھی آپ پر ناز فرماتے تھے۔بقول صاحب نزہۃ الخواطر "اور علوم معارف کے ایسے امام بن گئے جن کے غبار راہ کو بھی نہیں پہنچا جا سکتا"۔آپ کے علم و فضل کی بالا دستی کے حوالے سے بڑے بڑے علما اور مشائخ نے سر اعتراف خم کیا ہے،سب سے خاص بات یہ ہے کہ آپ کے شیخ سلطان سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی سامانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"در ہندوستان ایں مقدار فضیلت در کسے کم دیدہ ایم۔"

(لطائف اشرفی،ج:1،ص:105)

ہندوستان بھر میں ان جیسے فضل و کمال والا دیکھنے میں کم آیا۔

علوم و فنون کے تاجدار حضرت شیخ قاضی دولت آبادی نے دہلی کی سرزمین پر درس گاہ لگائی،عرب و عجم میں آپ کی علمی عظمتوں کا سورج چمکنے لگا،پھر عارف باللہ حضرت میر سید محمد بن یوسف گیسو دراز علیہ الرحمہ نے خواب دیکھا کہ امیر تیمور لنگ دہلی کو تاراج کر رہا ہے۔آپ نے اپنے خواب کا تذکرہ علما اور عرفا کے درمیان فرمایا۔بہت سے اہل علم دہلی سے ہجرت کرنے لگے۔حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی اپنے استاد گرامی حضرت مولانا خواجگی کے ہمراہ کالپی شریف تشریف لے گئے۔استاذ گرامی نے تو کالپی میں سکونت اختیار فرمائی مگر حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو سلطان ابراہیم شرقی نے انتہائی ادب و احترام سے جونپور مدعو کیا۔آپ نے اپنے استاد و مربی سے اجازت لی اور طلبہ و فضلا کی ایک جماعت کے ساتھ آپ جونپور جلوہ بار ہو گئے۔سلطان ابراہیم شرقی نے اپنی جامع مسجد (اٹالہ مسجد) کے پہلو میں مدرسہ اور شاہانہ رہائش گاہ تعمیر کرا دی۔آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع فرما دیا اور علما و عرفا کے درمیان آپ کے فضل و کمال کا شہرہ ابھرتے سورج کی طرح مسلسل بڑھنے لگا۔

سلطان مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کا فیضان:

سلطان ابراہیم شرقی نیک دل اور اولیاء اللہ کا دل دادہ تھا۔آپ کے دل میں یہ خیال گزرنے لگا کہ اب دنیا میں نہ کوئی حضرت شاہ جنید بغدادی جیسے بزرگ ہیں اور نہ حضرت شبلی جیسے خدا ترس۔ایک شب خواب میں اشارہ ملتا ہے؛ باکمال فقرا اب بھی موجود ہیں۔شوق دل اور طلبِ نگاہ چاہیے۔خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ تارکِ سلطنت سیدنا

مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ اپنے دیوانوں کے ساتھ اٹالہ مسجد جونپور پہنچ گئے۔ آپ کی جلوہ گری کا شہرہ بوئے گل کی طرح ہر طرف پھیل گیا۔ سلطان ابراہیم شرقی اور حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی بھی شرف نیاز حاصل کرنے کے لیے آئے۔ حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی نے بڑی محبتوں کے ساتھ روحانی نوازشوں سے سرشار فرمایا، چند دن کے بعد آپ رخصت ہوگئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی دوسری بار جون پور تشریف لائے اور مسلسل دو ماہ تک مقیم رہے۔ اس بار سلطان ابراہیم شرقی بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ آپ کے روحانی دامن سے وابستہ ہو گئے۔ ملک العلما حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی مخدوم اشرف کی بارگاہ میں ایک دو دن کے ناغے کے ساتھ حاضر ہوتے رہے۔ حضرت شیخ نظام الدین یمنی لکھتے ہیں:

”درآمدن بدیگربار بلدہ جون پور حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی رالباس و خرقہ وکتاب ہدایہ کہ یادگارِ ولایت بود دادند۔“

(لطائف اشرفی، ج:2،ص:106)

جب سید مخدوم اشرف دوسری بار جون پور تشریف لائے تو حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو سلسلۂ ولایت کی نشانی کپڑے، خرقہ اور کتاب ہدایہ عطا فرمائی۔

حضرت قاضی علیہ الرحمہ سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے قریب ترین خلفا میں سے ہیں، آپ کی باہم خط و کتابت بھی رہی، آپ بلند پایہ علمی اور فنی کتابوں کے مرتب اور مصنف تھے، آپ نام ور شاعر اور مقتدائے اہل سنت تھے۔ آپ کی درس گاہ کے فیض یافتگان عرب و عجم میں پھیلے ہوئے تھے۔

مناقب السادات کا پس منظر:

سلطان ابراہیم شرقی کے دور اقتدار میں کثیر علما اور فضلا تھے۔ ممتاز اہل علم میں ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی وغیرہ تھے۔ ایک بار سلطان کے دربار میں نشستوں کے تعلق سے اس وقت کے قاضی حضرت سید اجمل بن سید امجد بن سید علی حسینی جون پوری (متوفی 864ھ) سے شدید اختلاف ہوگیا۔ قاضی شہاب الدین کا دعویٰ تھا کہ میرا علم متیقن ہے اور آپ کا سید ہونا مشکوک ہے، اس لیے ہمیں آپ پر فضیلت حاصل ہے۔ آپ نے اس موضوع پر ایک رسالہ بہ نام ”افضلیتِ عالم بر سید“ تحریر فرمایا ہے:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ”اخبار الاخیار فی اسرار الابرار“ ص:72 پر اس کا ذکر فرمایا ہے، ہم ذیل میں اس کا اردو ترجمہ پیش کرتے ہیں:

ترجمہ: ”قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے استاد کو یہ بات اچھی نہیں لگی اور وہ ان سے ناراض ہو گئے اس لیے قاضی صاحب نے اس سے رجوع کر لیا اور سادات کے مناقب اور ان کی فضیلت کے سلسلے میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور پہلے جو کچھ ہو چکا تھا، اس سے معذرت کرلی۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ قاضی صاحب نے خواب دیکھا کہ سرور کائنات فخر موجودات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات انھیں اس پر تنبیہ فرما رہے ہیں اور سید اجمل صاحب کو راضی کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ قاضی صاحب سید اجمل صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے معافی مانگی اور سادات کرام کی فضیلت میں ”مناقب السادات“ نامی ایک رسالہ لکھا۔“

مناقب السادات کے اردو مترجم:

پیش نظر وقیع کتاب ”مناقب السادات“ فارسی زبان میں تھی، ہمارے ملک میں فارسی زبان کا بھی ایک اہم دور گزرا ہے، اب زمانے نے کروٹ لے لی ہے، اب تو اردو بھی کس مپرسی کے عالم میں ہے، آج ہندی اور ہندتو کا دور دورہ ہے۔ عام طور پر اردو مدارس اور خانقاہوں سے زندہ ہے، دیکھیے آگے کیا ہوتا ہے؟ ضرورت تھی کہ ”مناقب السادات“ کا اردو ترجمہ کیا جائے، بے پناہ مبارکبادیوں کے مستحق ہیں شہزادۂ رئیس ملت حضرت سید شاہ نظامی اشرف اشرفی جیلانی میرانی دام ظلہ العالی کہ آپ نے ”مناصب السادات“ کے نام سے فصیح اردو ترجمہ فرمایا۔ آپ سرکار محبوب سبحانی غوث اعظم جیلانی کی نسل نور کا اجالا ہیں اور غوث العالم سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی کے خانوادے کی تابندہ کرن ہیں۔ ابھی عنفوان شباب کی منزل میں ہیں، دلکش، دراز قد، جاذب نظر، متوسط بدن، کھلے گلاب کی طرح پر نور مسکراتا چہرہ، وسیع تابندہ پیشانی، والنجم کی تنویر لیے ہوئے بڑی بڑی حیادار آنکھیں، خلق و محبت کے حسین پیکر اور شفاف کردار کے حامل ہیں، وجودِ مسعود نور کی تصویر نظر آتا ہے۔

سچ ہی کہا ہے امام احمد رضا محدث بریلوی نے:

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اصل باشندے آپ کچھوچھہ مقدسہ سے متّصل بسکھاری کے

ہیں، برسوں سے گجرات کے شہر کھمبات شریف میں نبیرگان غوث اعظم سرکار شاہ میراں حضرت پیر میراں سید علی وسید ولی کی درگاہ میں خدمت گزار ہیں۔ اس کے پہلو میں جامعہ فیضان اشرف رئیس العلوم ہے، علم روحانیت کے طلبہ کو کتابوں کے جاموں سے حکمت و معرفت کی شراب پلاتے رہتے ہیں۔

روحانیت کے اس پیکر نے ظاہری علوم وفنون کی تکمیل دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی اور کیرالا سے فرمائی۔ آپ کے روحانی فیوض و برکات پر اظہار خیال کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا۔ شعر وسخن کا کامیاب ذوق رکھتے ہیں، آپ کے کلام میں شعر وسخن کی وافر خوبیاں موجود رہتی ہیں، زودگوئی میں بھی اپنی مثال ہیں، آپ کی بعض نعتیں پانچ پانچ سو اشعار پر مشتمل ہیں۔ مناقب مشائخ بھی جی لگا کر بھرپور لکھتے رہتے ہیں۔ آپ نے خود فرمایا کہ آپ غوث العالم سید مخدوم اشرف سمنانی کے فارسی ترجمۂ قرآن کا منظوم ترجمہ فرمارہے ہیں۔ نظم ونثر میں قیمتی سرمایہ آپ کی یادگار بنتا جارہا ہے۔ ہم نے آپ کے والد ماجد رئیس دین وملت ابوالا یتام حضرت علامہ شاہ سید رئیس اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سرکار شاہ میراں کھمبات شریف کی قیادت میں سمنان، ایران اور بغداد شریف کی زیارتیں کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، سرکار غوث اعظم کے مزار اقدس پر حضور رئیسِ دین وملت نے ہمارے سر پر عمامہ شریف باندھ کر خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔ ساتھ میں آپ اور آپ کے برادر گرامی فاضل یمن، خطیب عالم حضرت علامہ سید شاہ جامی اشرف اشرفی جیلانی میرانی دامت برکاتہم العالیہ بھی تھے۔

مناصب السادات:

تصنیف و تالیف بھی بہت اہمیت کا کام ہے مگر ترجمہ نگاری بھی مستقل ایک فن ہے، اس میں مترجم کو دو زبانوں میں مہارت حاصل ہونا ضروری ہوتا ہے وہ زبان جس میں اصل مواد ہے اور جس زبان میں ترجمہ کر رہا ہے۔ ہر زبان کا اسلوب، انداز اور محاورے الگ الگ ہوتے ہیں، پھر مترجم کا کمال یہ ہے کہ جس زبان میں وہ ترجمہ کر رہا ہے وہ ترجمہ نہیں بلکہ اصل کتاب معلوم ہونا چاہیے۔

پیش نظر زرین کتاب آپ کا اولین ترجمہ ہے، سچائی یہ ہے کہ مطالعہ کے دوران یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ یہ کسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ زبان وبیان کی برجستگی اور روانی سے ذوق مطالعہ جھومنے لگتا ہے، جملوں کی ساخت اور لہجے کا بانکپن دامن تھامے رہتا ہے۔ قرآن عظیم، احادیث نبویہ اور دیگر عربی وفارسی عبارتوں کے ترجمے اتنے فصیح کیے ہیں کہ بغیر کسی الجھن کے تمام بخششیں دلوں میں اترتی چلی جاتی ہیں۔ اشعار کے مفاہیم تک پہنچنا بعض اوقات ذرا مشکل ہوتا ہے مگر آپ کے تفہیمی ترجمے کے دلکش رویوں نے ان مشکلات کو بھی آسان فرمادیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ آپ ایک باکمال صوفی، ہنرمند فاضل، مقبول شاعر، فصیح مصنف اور بڑی خوبیوں کے حامل مترجم ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ خانقاہی شخصیات کو معتقدین اور مریدین مسلسل مصروف رکھتے ہیں مگر اس ہوش مند صوفی باصفا اور نوجوان فاضل جلیل کی سوچ کا رخ منفرد ہے۔ آپ اثرانگیز دعا بھی دیتے ہیں، خدمتِ خلق کا وافر جذبہ بھی رکھتے ہیں اور علمی اور دینی کارنامے انجام دینے کا شوق فراواں بھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے روحانی وجود میں خدمت لوح وقلم کا جوشِ جنوں سلامت رکھے بلکہ اس میں مسلسل اضافہ فرمائے، آمین۔

پیش نظر کتاب کا پس منظر آپ پڑھ چکے ہیں، یہ کتاب 10 ابواب پر مشتمل ہے:

باب اول- اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بیان میں
باب دوم- محبان اولاد رسول ﷺ کی خوشخبری کے بیان میں
باب سوم- رعایت اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں۔
باب چہارم- فضیلت اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں۔
باب پنجم- ثبوت نسب علوی کے بیان میں
باب ششم- حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں سادات کی قرابت کو وسیلہ بنانے کے بیان میں
باب ہفتم- سادات کرام کے اسماوالقاب کے بیان میں
باب ہشتم- کوئی سید کفر کی حالت میں نہیں مرتا
باب نہم- سادات کے گیسوئے مبارک کے بیان میں
باب دہم- کیا یزید پر لعنت جائز ہے

قرآن عظیم اور احادیث میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی پرنور نسل پاک کے بے شمار فضائل و مناقب ہیں، مذکورہ ابواب میں بڑی تفصیل سے ذیلی مسائل کی تفہیم فرمائی ہے اور کتاب میں دیگر اہم کتب کے حوالے بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ بڑی حد تک ماخذ و مصادر کی تخریج بڑے سلیقے سے ذیلی حواشی میں پیش کی گئی ہے۔

ترجمے پر نظر ثانی اور تقدیم نگاری کی ذمہ داری محب گرامی حضرت مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ نے انجام دی ہے۔

کتاب میں گوناگوں مدلل مسائل و احکام درج ہیں؛ یزید پلید

کربلا میں موجود نہیں تھا تو وہ قاتل اور توہین کرنے والا کیسے ہو گیا؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت مصنف لکھتے ہیں:

"جواب: لشکر جو بھی کام کرتا ہے وہ اپنے امیر کی اجازت سے کرتا ہے اور اس کے کام کی نسبت امیر لشکر کی طرف کی جاتی ہے، اس وجہ سے امام حسین کے قتل کی نسبت یزید کی طرف کی جاتی ہے۔ جیسا کہ کوئی امیر لشکریوں کو کسی دوسرے امیر کے پاس بھیجے یا قلعہ کے لیے نامزد کرے تو اگر وہ لشکر قلعہ کو یا اس کے لشکریوں پر فتح حاصل کر لے تو اس فتح کا اطلاق عرفاً و استعمالاً لشکر کے امیر اور سردار پر ہوتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ فلاں شہر اور فلاں قلعہ پر فلاں امیر نے قبضہ کر لیا۔ اور جیسے کہتے ہیں کہ سلطان سکندر نے دارا کو قتل کیا اور بیان کرتے ہیں کہ فرعون نے عرب و عجم پر قبضہ کیا، حالاں کہ حقیقت میں ان کے سپاہیوں اور سپہ سالاروں نے قبضہ کیا تھا اور اسی طرح فی الواقع سکندر نے خود دارا کو قتل نہیں کیا تھا یہ عینی بات ہے۔ وضاحت کی ضرورت نہیں ہے، آمر مامور کی طرح ہوتا ہے، اور نائب منوب کی طرح اور لوگوں سے ان کی رعایہ کے بارے میں پوچھا جائے گا، پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ یزید پلید لعین دھتکارا ہوا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دینے والا اور اس پر راضی تھا۔" (ص:149، 150)

"قصص بخاری" میں ہے کہ جس وقت امام حسین کا مبارک سر یزید کے پاس لایا گیا اس وقت وہ موج مستی میں چور اور شراب کے نشے میں تھا۔ امام حسین کے سر کو اپنے سامنے رکھوایا اور اس کی بڑی توہین کی، جب بعض صحابہ کو اس کی خبر پہنچی تو رونے لگے اور کہا کہ اے یزید ملعون! تم نے یہ کیا کر دیا، تو یزید نے ان صحابہ کی بھی گردن اڑادی۔ کہتے ہیں کہ وہاں پر سات صحابۂ کرام موجود تھے، یزید نے سب کو قتل کروادیا اور یہ لوگ بھی شہید ہو گئے۔" (ص:151)

"اور صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دیکھا: حضرت امام حسین کے مبارک سر کو ایک منحوس طشت میں لاکر رکھا گیا اور یزید آپ کی ناک پر نیزے کی نوک سے مارتا اور مذاق اڑاتے ہوئے استہزا کے کلمات بکتا۔ یزید لعین کی طرف سے امام حسین کے سر اقدس کے ساتھ توہین کرنے سے متعلق کثیر روایتیں ہیں جنھیں طوالت کے خوف سے ہم نے نہیں لکھا ہے۔ انھیں میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت قطب المحققین شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی رضی اللہ عنہ نے رسالہ فلاح میں بیان کیا ہے کہ جس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس یزید لعین کے پاس لایا گیا تو یزید خوشی میں جھوم کر یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

یشیر الیہا بالبنان کانما
یشیر الی البیت ما العقیق المحرم
فان حرمت یوما علی دین احمد
فخدھا علی دین المسیح ابن مریم

مزید تحریر فرماتے ہیں:

خلاصہ کلام یہ کہ دور یزید سے لے کر آج تک امام حسین کے قتل کی نسبت حضور صلی اللہ علی وسلم نے اور حضرت ابن عباس نے اور جمہور اکابر و اصاغر و جملہ مردو خواتین نے یزید کی طرف کی ہے۔ لہذا یہ بات محقق ہوگئی کہ امام حسین کا قتل یزید کے حکم سے ہوا ہے اور وہ اس پر راضی تھا۔ بہت ساری صریح روایتیں اس پر شاہد ہیں۔ لہذا یزید پر لعنت بالاتفاق جائز ہے اور اسی قول پر فتوی ہے۔ (ص:152، 153)

ان عبارتوں کی روشنی سے یہ واضح ہو گیا کہ ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ یزید پلید اولاد رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی گستاخی کرنے والا اور قاتل امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ تھا جس کی بنیاد پر اسلام سے خارج اور ملعون ہے۔ اب ہم ذیل میں عاشق رسول کریم امام احمد رضا محدث بریلوی کی تحریر نقل کرتے ہیں۔

یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہل سنت فاسق فاجر وجری علی الکبائر تھا، اس قدر پر ائمۂ اہل سنت کا اطباق و اتفاق ہے، صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ اور اُن کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں۔

مزید فرماتے ہیں: اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت فرمایا، کہ اس سے فسق و فجور متواتر، کفر متواتر نہیں اور بحالِ احتمال نسبتِ کبیرہ بھی جائز نہیں، نہ کہ تکفیر۔ اور امثال وعیدات، مشروط بعدم توبہ ہیں، لقولہ تعالی: فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا اِلَّا مَنْ تَابَ اور توبہ تا دم غرغرہ مقبول ہے، اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط و اسلم ہے۔" [فتاوی رضویہ ج14 ص591]

مناصب السادات اپنے موضوع پر انتہائی وقیع اور معلومات افزا ہے، عشق و محبت سے لبریز یہ کتاب ہر لائبریری میں ہونا چاہیے۔ اگر کتاب کا گجراتی، ہندی اور انگریزی ایڈیشن بھی آجائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ ہم دعا کرتے ہیں مولا تعالی حضرت مصنف علیہ رحمہ کی مغفرت فرمائے اور سید العلماء سید زادہ مترجم کو بلند اقبال اور علم و عمل کی بے کراں دولت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

ناشر: رئیس ملت اسلامک ریسرچ سینٹر کھمبات شریف گجرات، الہند۔

****

اظہار تأسف

حضرت محدثِ جلیل اور جامعہ اشرفیہ

طفیل احمد مصباحی

علم و اخلاص و عمل ، زہد ، اطاعت ، اخلاق
ایک مرکز پہ سمٹ آئے ہیں جوہر سارے

استاذ الاساتذہ ، جامعِ معقول و منقول ، عالمِ ربّانی ، محدثِ جلیل ، مظہرِ حافظِ ملت حضرت علامہ و مولانا الحاج الشاہ عبد الشکور نوری مصباحی علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفیٰ: 6/ نومبر 2023ء) ایک ہشت پہلو شخصیت کا نام ہے ، جو صحیح معنوں میں ”عالمِ ربانی“ اور ”مظہرِ حافظِ ملت“ کہے جانے کے مستحق تھے۔ راقم الحروف نے حافظ ملت کو دیکھا تو نہیں ، پڑھا ضرور ہے۔ حافظِ ملت کی ساری علمی و اخلاقی خوبیاں حضرت محدثِ جلیل کی ذات میں موجود تھیں۔ وہی علم ، وہی اخلاص ، وہی تقویٰ ، وہی خاکساری ، وہی اخلاق ، وہی کردار اور وہی سادگی و فروتنی ، غرض کہ محدثِ جلیل ، حضور حافظِ ملت کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ انہیں حافظِ ملت کا علم بھی ملا تھا اور ان کا مقامِ عرفان و روحانیت بھی میسر آیا تھا۔ حضرت محدثِ جلیل اپنے وقت کے جلیل القدر عالم و فاضل ، ممتاز محدث ، درسی نظامی کے جملہ علوم و فنون میں مہارتِ تامہ رکھنے والے باکمال مدرس ، صاحبِ اخلاص و تقویٰ ، مجسّمۂ حسنِ اخلاق اور سادگی و بے ریائی کے پیکرِ جمیل تھے۔ اشخاص روز جنم لیتے ہیں اور اپنا مقررہ وقت پورا کر کے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایسے اشخاص خال خال نظر آتے ہیں اور بہت کم وجود میں آتے ہیں ، جن کے سروں پر ”عظیم شخصیت“ کا تاج سجایا جا سکے اور انہیں صحیح معنوں میں ”عظیم المرتبت“ کہا جا سکے۔

علم و عمل ، اخلاص و تقویٰ ، جوہرِ ذاتی ، ایثار و قربانی ، عملِ پیہم اور جہدِ مسلسل ، یہ وہ اوصاف ہیں جن سے آراستہ ہوئے بغیر کوئی بھی شخص عظیم شخصیت کے مقام و منصب پر فائز نہیں ہو سکتا۔ شخصیت نہ ظاہری حسن و جمال کا نام ہے اور نہ پُرکشش خد و خال کا۔ انسان کی وہ خوبیاں جو اس کے اعمال و افکار اور اخلاق و کردار سے ظاہر ہوں ، در اصل وہی شخصیت کے دل آویز پہلو ہیں۔ نیز انسان کے وہ محاسن و کمالات جو مذہبی ، اخلاقی اور سماجی نقطۂ نظر سے قابلِ قدر اور لائقِ تعریف ہوں ، وہ شخصیت کے نمایاں ترین اجزا کہلاتے ہیں۔ شخصیت انہیں عناصر و اجزا سے بنتی اور نکھرتی ہے۔ حسنِ افکار ، حسنِ عبادات ، حسنِ معاملات ، حسنِ اعمال ، حسنِ اخلاق اور حسنِ کردار جو دوسرے انسانوں کو متاثر کرے ، شخصیت کے لازمی عنصر ہیں۔ کسی شخص پر شخصیت کا اطلاق اسی وقت ہوتا ہے ، جب وہ مذکورہ اوصاف و خصوصیات سے آراستہ ہو۔

شخص بن کر یوں تو جیتے ہیں سبھی
شخصیت بن کر زمانے میں جیو

اللہ تعالیٰ رب العزت نے حضرت محدثِ جلیل کو بیک وقت ان تمام اوصاف سے مزین فرمایا تھا۔ وہ ایک عظیم عالم بلکہ عالمِ ربانی تھے۔ حسنِ اخلاق اور خوبیِ کردار میں اپنی مثال آپ تھے۔ عشق و وفا کے پیکر اور خلوص و ایثار کے عکسِ جمیل تھے۔ جوہرِ ذاتی سے مالا مال تھے۔ علم و عرفان کی دولت سے بہرہ مند تھے۔ کسب و اکتساب کی صلاحیتوں نے ان کے ذاتی جوہر کو اس قدر نکھار دیا تھا کہ وہ ہزاروں کی بھیڑ میں بھی منفرد و ممتاز نظر آتے تھے۔ ان کی حیاتِ مستعار کا ایک ایک لمحہ درس و تدریس ، عبادت و ریاضت اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی میں بسر ہوا۔ ان کی تقویٰ شعار زندگی نئی نسل کے لیے آئیڈیل اور خضرِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ تقویٰ و پرہیز گاری ، دین داری ، علم پروری ، نماز کی پابندی ، خوش کلامی ، خندہ روئی ، سادگی و عاجزی ، صبر و شکر ، تواضع و انکساری اور خیر خواہی و رواداری ان کی تہ دار شخصیت کے نمایاں پہلو ہیں۔ غرض کہ حضرت محدثِ جلیل کی ذاتِ گرامی جامعِ کمالات اور مجموعۂ محاسن تھی۔

حضرت محدثِ جلیل عالمِ ربانی کی حیثیت سے :

حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی (سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ ، مبارک پور) کے اندر ایک ”محدثِ جلیل“ ، ایک ”شیخ الحدیث“ اور بالخصوص ایک ”عالمِ ربانی“ کی ساری علمی اور روحانی خصوصیات ابھرے ہوئے نقوش کی طرح نمایاں تھیں۔ اگر آپ کے اندر مزید کوئی اور وصف نہ بھی ہوتا تو یہی ایک وصف آپ کی شخصیت میں چار چاند لگانے کے لیے کافی ہوتا۔ کیوں کہ عالم ہونا آسان ہے ،

tufailmisbahi@gmail.com

لیکن "عالم ربانی" ہونا سب کے بس کی بات نہیں۔ عالم ربانی کون ہے؟ عالم ربانی کسے کہتے ہیں؟ اور عالم ربانی کی شناخت اور پہچان کیا ہے؟ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ عالم ربانی وہ ہوتا ہے، جو آیتِ کریمہ "کونوا ربانیین" کا مظہر اتم اور حدیث پاک "تخلقوا باخلاق اللہ" کا مصداق ہوتا ہے۔ علمی رسوخ، فکری وفنی پختگی، استقامت علی الشریعہ، دین پر ثابت قدمی، خوف الٰہی، خشیتِ ربانی، حسنِ اخلاق، خوبیِ کردار، امر بالمعروف ونہی عن المنکر جیسے اوصافِ فاضلہ سے جو متصف ہو، در حقیقت وہی عالم ربانی ہے۔ عالم ربانی، رب والا اور اللہ والا ہوا کرتا ہے، جو اپنے علم سے معرفتِ رب حاصل کرتا ہے اور تادمِ حیات عبادتِ رب میں مشغول ومنہمک رہتا ہے۔

اللہ رب العزت قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ.

ترجمہ: کسی آدمی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ اسے کتاب وحکمت اور نبوت عطا کرے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میری عبادت کرنے والے بن جاؤ بلکہ وہ یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ، کیوں کہ تم کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور اس لیے کہ تم خود بھی اسے پڑھتے ہو۔ مذکورہ بالا آیت میں مذکور لفظ "ربانیین" کے متعلق تفسیر طبری میں مرقوم ہے:

و الربّانی هو المنسوب إلى من كان بالصفة التى وصَفْتُ، و كان العالم بالفقه والحكمة من المصلحين أمورَ الناس بتعليمه إياهم الخيرَ ودعائهم إلى ما فيه مصلحتُهم و كان كذلك الحكيمُ التقيُّ لله و الوالى الذى يلى أمورَ الناس علىٰ المنهاج الذى وَلِيَه المقسطون من المصلحين أمورَ الخلق بالقيام فيهم، بما فيه صلاح عاجِلِهم وآجِلِهم و عائدةُ النفع عليهم فى دينهم و دنياهم ، كانوا جميعا مستحقينَ أنهم ممّن دخل فى قوله عز وجل: وَلَكِن كُونُوا رَبَّانِيِّنَ. فالربانيون إذن هم عماد الناس فى الفقه و العلم و أمورِ الدين والدنيا و لذلك قال مجاهد: و هم فوق الأحبار . لأنَّ الأحبار هم العلماء ، و العالم الربانى هو الجامع إلى العلم و الفقه و البصيرُ بالسياسة و التدبير و القيام بأمور الرعية وما يُصلحهم فى دنياهم و دينِهم. (تفسیر الطبری، جلد:5، ص:531/530، مطبوعہ: مرکز البحوث والدراسات العربیۃ والاسلامیۃ، مدینہ منورہ)

ترجمہ: حضرت امام ابو جعفر محمد بن جزیر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عالم ربانی وہ ہے جو ان تمام صفات سے متصف ہو جو ہم نے بیان کیا۔ یعنی عالم ربانی وہ ہے جو فقہ وحکمت کا علم رکھتا ہو اور مصلحینِ امت میں سے ہو۔ علاوہ ازیں وہ لوگوں کے معاملات کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتا ہو۔ انہیں خیر کی تعلیم دیتا ہو اور انہیں اس چیز کی طرف بلاتا ہو جس میں ان کے لیے بھلائی پوشیدہ ہے۔ نیز وہ حکمت والا اور اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ منصف حکام کی طرز پر وہ لوگوں کے معاملات کی نگہداشت کرتا ہو اور دنیا وآخرت میں ان کی فلاح و بہبود کا خواہاں ہو۔ گویا عالم ربانی، علم وفقہ اور دینی ودنیاوی امور میں لوگوں کے لیے ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علمائے ربانیین کا مقام احبار سے بھی بلند وبالا ہے۔ احبار، علما ہوتے ہیں، جب کہ عالمِ ربّانی ایک ایسی جامع الصفات شخصیت کا نام ہے جس میں علم وفقہ کے ساتھ سیاسی بصیرت اور لوگوں کے دینی و دنیاوی معاملات بحسن وخوبی انجام دینے کی صلاحیت موجود ہو۔

قرآن کے الفاظ میں عالم ربانی معلمِ کتاب وحکمت اور صاحبِ درس ہوتا ہے، جیسا کہ بما کنتم تعلمون الکتاب و بما کنتم تدرسون سے مترشح ہوتا ہے۔ مقامِ شکر ومسرت ہے کہ حضرت محدثِ جلیل معلمِ کتاب وحکمت اور صاحبِ علم ودرس تھے۔ آپ کی پوری زندگی تعلیم وتربیت، درس وتدریس اور قال اللہ وقال الرسول کی صدائے دل نواز بلند کرنے میں گذری۔ درس ومطالعہ اور تعلیم وتدریس آپ کی پُر وقار اور تہ دار شخصیت کے تعارف کا ایک معتبر حوالہ ہے۔ مہد سے لحد تک آپ علم وتعلیم اور درس وتدریس سے وابستہ رہے اور اپنی با فیض درس گاہ سے ہزاروں کی تعداد میں تلامذہ پیدا کیے۔ آج آپ کے تلامذہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور دین ودانش کی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ امام المنطق والفلسفہ حضرت علامہ مفتی محمد شبیر حسن بستوی علیہ الرحمہ (سابق شیخ الحدیث ومفتی جامعہ اسلامیہ، قصبہ روناہی، ضلع فیض آباد، یوپی) آپ کے نام ور شاگرد تھے۔

حضرت محدثِ جلیل اور جامعہ اشرفیہ، مبارک پور:

راقم الحروف حضرت محدثِ جلیل کی تیرہ سالہ (13) زندگی

کا عینی شاہد ہے۔ آپ کو جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں مختلف رنگ و روپ میں دیکھا گیا۔ آپ کی ہر ادا پُرکشش، ہر انداز جاذبِ فکر و نظر اور ہر کردار مثالی تھا۔ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کی قدیم عمارت مدرسہ مصباح العلوم آپ کی مستقل رہائش گاہ تھی، جس کے بازو والے کمرے میں یہ گنہگار بھی رہا کرتا تھا اور حضرت محدثِ جلیل کی زندگی و بندگی اور آپ کی خلوت و جلوت کا مشاہدہ کیا کرتا تھا۔ مضمون کا عنوان تفصیل کی اجازت نہیں دیتا، ورنہ آپ کی خوب صورت یادوں اور آپ کی فکر انگیز باتوں کا ایک طویل سلسلہ ذہن و دماغ پر دستک دے رہا ہے اور آپ کی تقدس مآب شخصیت کی خوشبو مشامِ وجود کو مہکا رہی ہے۔ موضوع کی مناسبت سے یہاں چند باتیں پیشِ خدمت ہیں:

حضرت محدثِ جلیل کی تعلیم و تدریس کے مختلف پڑاؤ ہیں۔ مدرسہ عین العلوم، گیا اور جامعہ حمیدیہ رضویہ، بنارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے آپ نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا قصد فرمایا۔ آپ نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں کس سن میں داخلہ لیا؟ راقم کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ لیکن آپ کے سنِ فراغت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے 1956ء سے 1960ء کے درمیانی سالوں میں وہاں داخلہ لیا اور ایک ہونہار طالبِ علم کی حیثیت سے تعلیمی و تربیتی مراحل طے کر کے 1960ء میں جامعہ اشرفیہ، مبارک پور سے فارغ التحصیل ہوئے۔ جلالۃ العلم حضور حافظ ملت، علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی، مفتی قاضی شفیع اعظمی اور بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان مبارک پوری علیہم الرحمہ آپ کے اساتذۂ کرام میں ہیں۔

آپ جامعہ اشرفیہ میں جب تک زیرِ تعلیم رہے، نہایت محنت و جاں فشانی کے ساتھ درس و مطالعہ میں منہمک رہے۔ آپ کی تعلیم قصبہ مبارک پور کے دار العلوم اہلِ سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم میں ہوئی، جو جامعہ اشرفیہ کی قدیم تعلیمی عمارت ہے۔ تعلیم کے زمانے میں چند طلبہ حضور حافظ ملت کی قیام گاہ پر رہا کرتے تھے، ان خوش بخت طلبہ میں حضرت محدثِ جلیل بھی شامل تھے، جو حافظِ ملت کے میخانۂ علم و روحانیت سے تعلیم کے ساتھ تربیت کے جام سے بھی سیراب ہوا کرتے تھے۔ آپ خالص علمی اور درس گاہی عالم تھے۔ درس و مطالعہ اور تعلیم و تدریس، یہی آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ زمانۂ طالب علمی میں آپ کی محنت اور درسی کتابوں سے شغف کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ موجودہ اسباق کے علاوہ آئندہ درس گاہ میں پڑھائے جانے والے اسباق کا مطالعہ بھی کر لیا کرتے تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ زمانہ طالب علمی میں آئندہ اسباق کا مطالعہ پابندی سے کیا کرتا، ان میں جو سوالات ہوتے از خود حل کرنے کی کوشش کرتا۔ مگر اسے عجیب اتفاق کہیے کہ ایک مرتبہ ایک ایسا اعتراض ذہن میں پیدا ہوا کہ اس کا ازالہ از خود نہ ہو سکا۔ اس کے ازالے کے لیے حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اعتراض و شبہہ کو بیان کیا۔ حضرت کچھ دیر سوچتے رہے۔ پھر مسکرا کر فرمایا کہ یہ مت سوچنا کہ جواب میں غور کر رہا ہوں، بلکہ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آخر یہ اعتراض و شبہہ تمھارے ذہن میں آیا کیوں؟ پھر شافی و وافی جواب عنایت فرما کر مطمئن کر دیا۔

حضرت محدثِ جلیل کو شروع سے حافظ ملت کا خصوصی قرب حاصل رہا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ عید الاضحیٰ اور علالت کے موقعوں پر حافظ ملت مجھے پیسے دیا کرتے تھے اور اپنی خصوصی شفقتوں سے نوازتے تھے۔ حضور حافظِ ملت کو حضرت محدثِ جلیل کی علمی صلاحیت اور ذہنی استعداد پر پورا بھروسہ تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے خط لکھ کر اپنے اس ہونہار شاگرد کو اشرفیہ آنے اور اس میں تدریسی خدمت انجام دینے کا آفر دیا۔ 1960ء میں فراغت کے بعد حضور حافظ ملت کے حکم پر سب سے پہلے مدرسہ تدریس الاسلام، بسڈیلہ، ضلع بستی بغرضِ تدریس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد مدرسہ انوار العلوم، تلسی پور، گونڈہ اور مدرسہ مسعود العلوم، بہرائچ شریف میں تدریسی فرائض انجام دیے۔ بعد ازاں جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے حکم پر 1974ء میں بحیثیتِ استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور تشریف لائے اور ہندوستان کے اس مرکزی درس گاہ میں پورے علمی جاہ و جلال کے ساتھ پورے چوالیس (44) سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ 2002ء میں جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے اور آخر دم تک اسی منصب پر فائز رہے۔ باغِ فردوس جامعہ اشرفیہ مبارک پور کو اپنے خونِ جگر سے سینچنے والے یہاں کے مؤقر اساتذہ میں ایک ممتاز اور محترم نام حضرت محدثِ جلیل کا بھی ہے۔ اشرفیہ آپ کی خاص جولانِ گاہ فکر و عمل ہے، جہاں سے آپ کی تہ دار شخصیت کا آوازہ بلند ہوا اور آپ کا ابرِ علم و فیضان ہر وادی و کوہسار پر جھوم جھوم کر برسا۔

حضرت محدثِ جلیل کی حیثیت بقیۃ السلف اور عمدۃ الخلف کی

تھی۔ آپ اسلافِ کرام کی عظمتوں کے مظہر و امین اور اخلاف کے لیے نمونۂ فکر و عمل تھے، جن سے ان کے تلامذہ و محبین نے زندگی و بندگی کا درس لیا۔ آپ کی درس گاہ تعلیم و تدریس اور تربیت و تادیب کی آماج گاہ تھی، جہاں سے طالبانِ علوم نبویہ بقدر ظرف اکتساب فیض کیا کرتے تھے۔ حضرت محدثِ جلیل اس مایۂ ناز ہستی کا نام ہے، جس نے مکمل چوالیس (44) سال تک ازہر ہند جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں تدریسی خدمات انجام دیں اور طویل عرصے تک شیخ الحدیث و نائب شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ ماضی قریب کے محدثینِ ہند اور مدرسین باکمال میں حضرت محدثِ جلیل کا نام بھی لیا جا سکتا ہے۔ اشرفیہ جیسی عظیم اور مرکزی دانش گاہ میں ایک باوقار استاذ اور عظیم المرتبت شیخ الحدیث کی حیثیت سے آپ نے پوری زندگی صرف فرما دی۔ قدیم ابنائے اشرفیہ میں اپنے مادرِ علمی کی پُر کیف فضا میں رہ کر اتنی طویل مدتِ تدریس شاید ہی کسی فرزند نے گذاری ہو۔ یہ طویل مدتِ تدریس اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ آپ اشرفیہ کی ضرورت تھے اور آپ جیسے لائق و فائق استاذ ہی اشرفیہ جیسے مرکزی ادارے کی شایانِ شان تھے۔

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں حضرت محدثِ جلیل کی تدریسی خدمات کا ذکر ہو اور ان کے اندازِ تدریس اور محدثانہ بصیرت پر گفتگو نہ ہو، بے جوڑ سی بات ہوگی۔ آپ کی تدریس کا زمانہ پانچ دہائیوں کو محیط ہے، جس میں ایک طویل زمانے تک بخاری شریف کی تدریس بھی شامل ہے۔ اس دوران جس خلوص و للّٰہیت، عزم و استقلال، نشاط و لگن اور مداومت و مواظبت کے ساتھ آپ نے تدریسی فرائض سر انجام دیے ہیں، وہ باعثِ رشک بھی ہے اور علما کی نسلِ نو کے لیے قابلِ تقلید بھی۔ حضرت محدثِ جلیل کا طریقۂ تدریس ایسا منفرد، دلکش، جامع اور انوکھا ہوتا تھا کہ طلبہ اش اش کر اٹھتے اور یوں محسوس ہوتا جیسے کوئی پڑھا نہیں رہا، بلکہ علم و حکمت کا جام پلا رہا ہے۔ آپ کا طریقۂ تدریس اس قدر واضح اور سہل ہوتا تھا کہ انتہائی کمزور اور غبی طلبہ بھی بڑی آسانی کے ساتھ اسباق سمجھ جاتے تھے اور درس گاہ سے مطمئن ہو کر لوٹتے تھے۔ آپ کا مادۂ تفہیم اتنا عمدہ اور مضبوط و مستحکم تھا کہ دورانِ تدریس دقیق سے دقیق مسائل بھی بڑی آسانی کے ساتھ یوں حل فرما دیا کرتے کہ طلبہ جھوم جایا کرتے۔ آپ درسِ حدیث کے دوران محض مفہومِ حدیث بیان کرنے پر اکتفانہ کرتے، بلکہ اس کے مالہ و ماعلیہ کے تمام نشیب و فراز بھی ذہن نشین کراتے۔ نیز آپ صرف ترجمہ اور تشریح پر ہی اکتفانہ فرماتے، بلکہ بوقتِ ضرورت حدیث سے متعلق علوم پر بھی سیر حاصل گفتگو فرماتے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ ایک با کمال مدرس، جلیل القدر محدث، عظیم المرتبت شیخ الحدیث، کامیاب ترین استاذ، عمدہ مربی اور تقویٰ شعار عالمِ دین کی حیثیت سے آپ اپنے اقران و معاصرین میں نہایت منفرد و ممتاز مقام کے حامل تھے۔

حضرت محدثِ جلیل کے انتقال پُر ملال کے بعد سراج الفقہاء حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی دام ظلہ العالی (صدر شعبۂ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور) نے جو تعزیتی تحریر لکھی ہے، اس کے سطر سطر سے حضرت محدثِ جلیل کی علمی جلالت اور ان کا فنی رسوخ ظاہر ہوتا ہے۔ ایک شاگرد کی طرف سے اپنے استاذ کے حق میں یہ کوئی مبالغہ آرائی نہیں، بلکہ حقیقت کی عین ترجمانی ہے، جس کے سینکڑوں شواہد موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی لکھتے ہیں:

اہلِ سنت و جماعت کے عظیم المرتبت عالم، محدثِ جلیل حضرت علامہ عبد الشکور رضوی مصباحی کی رحلت سے دل افسردہ ہے، آنکھیں نمناک اور پُر نم ہیں، دبستانِ علم گریہ کناں ہے، چمنِ تدریس شہر ویران کا منظر پیش کر رہا ہے۔ زبانیں انتقالِ پُر ملال کا اعلان اس طرح کر رہی ہیں:

ایک سورج تھا کہ تاروں کے گھرانے سے اٹھا
آنکھ حیران ہے کیا شخص زمانے سے اٹھا

یہ موت صرف عالمِ دین کی موت نہیں، ایک عالَم کی موت ہے، صرف ایک فرد کی رحلت نہیں، بلکہ علم و فن کے ایک عہد کا خاتمہ ہے۔ آج ایک عالم جلیل ہی نہیں بلکہ دنیائے تدریس کے نامور استاذ، علمِ حدیث کے شناور، منطق و فلسفہ کے ماہر، بہترین مربی، مخلص مشیر، اخلاق و کردار اور تقویٰ و طہارت کی مثالی شخصیت سے علمی دنیا محروم ہو گئی۔ حضرت محدثِ جلیل دبستانِ تدریس کے آفتاب و ماہتاب تھے، جامعِ علوم و فنون تھے، جامعِ معقولات و منقولات تھے۔ جس طرح وہ منطق و فلسفہ کی کتابوں کو پڑھاتے اور تسہیل و تفہیم کرتے، اسی شان سے بخاری و مسلم کا بھی درس دیتے تھے۔ اللہ عزوجل کی جانب سے انھیں فقہی شعور بھی حاصل تھا۔ نحو و صرف کی کتابیں بھی بڑی خوش اسلوبی سے پڑھاتے اور انھیں طلبہ کے ذہن و فکر میں اتارنے کی کوشش کرتے تھے۔ محدثِ جلیل ہزاروں علما کے استاذ ہونے کے ساتھ میرے بھی استاذ تھے، وہ صرف استاذ ہی نہ تھے، بلکہ استاذِ جلیل

تھے، میرے اچھے مشیر، بہترین مربی اور ہمدرد و بہی خواہ تھے۔ وہ میرے مخلص بھی تھے اور میرے محسن بھی تھے۔

ملفوظاتِ محدثِ جلیل :

- وہ عالم ہی کیا جو پنج وقتہ نماز باجماعت کا پابند نہ ہو۔
- تدریس سے قبل درسی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ جب بھی درسی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں، کوئی نہ کوئی نئی بات اور علمی نکتہ معلوم ہو ہی جاتا ہے۔
- جہاں بھی رہو، اپنا عالمانہ تشخص اور عالمانہ وقار برقرار رکھو۔ تب ہی عوام آپ کی قدر و منزلت پہچانے گی۔
- ناجائز طریقوں سے مسجد اور مدرسہ کی رقم کھانے والوں کا برا انجام میں نے دنیا ہی میں دیکھا ہے۔ الامان والحفیظ !
- جامعہ اور دار العلوم میں پڑھانا کمال نہیں، بلکہ حافظ ملت کے مشن پر چلتے ہوئے مکتب کو مدرسہ، مدرسہ کو دار العلوم اور دار العلوم کو جامعہ بنانا، یہ کمال ہے۔
- ایذائے مسلم حرام ہے۔ اپنے قول و عمل سے کبھی بھی اپنے مسلمان بھائیوں کو اذیت نہ پہنچاؤ۔
- وقت کی پابندی کرو۔ وقت کی پابندی ہی انسان کو کامیاب اور عظیم ترین بناتی ہے۔
- بس انہیں چند باتوں پر میں اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ رب العزت حضرت محدثِ جلیل کی دینی و ملی اور علمی و تدریسی خدمات کو شرفِ قبولیت بخشے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہم التحیۃ والتسلیم۔ ❊❊

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کے ایک سچے تلمیذ، جمال العلما، حضرت مولانا

جمال القادری حبیبی رحمہ اللہ کا سانحۂ ارتحال

تحریر: **محمد ناصر حسین مصباحی**

جمال العلما حضرت مولانا جمال القادری حبیبی -رحمہ اللہ- بانی مدرسہ تعمیر ملت -تلیا، ضلع جام تاڑا، جھارکھنڈ کی شخصیت ضلع جامتاڑا کے لوگوں کے لیے محتاجِ تعارف نہیں، ان کی پوری زندگی خدمتِ دین اور خدمتِ خلق سے عبارت ہے۔ مورخہ 21/ جمادی الآخرہ 1445ھ / 4/ جنوری 2024ء، 9 بج کر 55 منٹ پر اخلاص و وفا اور خدمت دین سے بھری اپنی ساٹھ سالہ زندگی کو خیر آباد کہہ کر اس دارِ فانی سے دار جاودانی کی طرف کوچ کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کی نماز جنازہ مدرسہ تعمیر ملت کے وسیع و عریض میدان میں 5/ جنوری 2024ء بعد نماز جمعہ ادا کی گئی جس میں ہزاروں علما سمیت عوام کا انبوہ کثیر تھا۔ اس پورے علاقے میں آج تک کسی کی نماز جنازہ میں اتنا بڑا مجمع نہیں دیکھا گیا۔ تعمیر ملت ہی کے صحن میں نم آنکھوں سے سب نے آپ کو سپرد خاک کیا۔ اپنے محسن کی تدفین کے بعد سب کے دل اُداس اور غمگین تھے۔

پیدائش و تعلیم:

مولانا جمال القادری حبیبی رحمہ اللہ کی پیدائش ضلع جامتاڑا (قدیم ضلع دمکا) تحصیل کرماٹاڑ سے جانبِ مشرق قریب چھ کیلو میٹر کے فاصلے پر ایک گاؤں الگچواں میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم علاقے ہی میں حاصل کی، اعلیٰ تعلیم جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں پھر فیض العلوم جمشید پور میں حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے زیر سایہ رہ کر حاصل کی۔

بیعت و خلافت:

بیعت و اجازت کا شرف مجاہدِ ملت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن قادری رضوی اڑیسہ -رحمہ اللہ- سے حاصل تھا۔ اور خلافت سے فیض العارفین حضرت علامہ غلام آسی پیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہرہ مند کیا تھا۔

خدمات اور کارنامے:

مولانا جمال القادری رحمہ اللہ نے ضلع جامتاڑا میں دین متین کی ایسی گراں قدر اور انمول خدمات انجام دی ہیں جنھیں صبح قیامت تک فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

دینی علوم کی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد جہالت میں ڈوبے اپنے علاقے کی تعلیم و ترقی اور یہاں کے لوگوں کے دین و ایمان کی حفاظت کی فکر دامن گیر ہوئی۔ اس کے لیے شدّت کے ساتھ ایک دینی مدرسے کے قیام کی ضرورت محسوس کی۔ اور دن رات جان توڑ محنت و مشقت کرتے رہے۔ آرام اور سکون سے بیٹھنا بھول گئے۔

آخر کار ایک صبح، امید کا سورج طلوع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے معمارِ قوم نے تعمیرِ قوم کے لیے ایک مدرسہ بنام "تعمیر ملت" کی تعمیر کر دی۔ اس کے بعد اپنے خون جگر سے اس کی ایسی آبیاری کی کہ تھوڑے ہی دنوں میں تعمیر ملت نے گلشن بن کر پورے علاقے پر علمی پھولوں اور خوشبوؤں کی برسات کر دی۔ آج اس پورے خطے میں جو علمی بہار دیکھنے کو ملتی ہے وہ انھیں کی شبانہ روز محنتوں، انتھک کوششوں اور اخلاص بھری ساٹھ سالہ زندگی کا ثمرہ ہے۔

ان کی خدمات کا دائرہ صرف تعمیر ملت ہی تک محدود نہیں بلکہ قرب وجوار کی سیکڑوں مساجد کی تعمیر میں بھی بہت بڑا اور اہم کردار ہے، میرے اپنے گاوں ستواٹاڑ کی "امام حسین مسجد" کی تعمیر کے لیے صبح سے شام تک میرے گاوں ہی میں رہ جاتے تھے۔ تِلیّا سے ستواٹاڑ اور ستواٹاڑ سے تلیا کی تگ ودو دن رات جاری رکھتے۔

اس پورے خطے میں اگر کہیں کسی گاؤں میں کسی طرح کا اختلاف ہوتا تو اتحاد واتفاق قائم کرنے کے لیے پہنچ جاتے اور لوگوں کے درمیان فہمائش کر کے انتشار کی آگ بجھا دیتے۔ بدمذہبوں اور بدعقیدوں سے متعلق کوئی قضیہ ہوتا تو اس میں بھی قوم کی صحیح رہنمائی فرماتے۔

منعقد ہونے والے جلسوں کے انعقاد میں بڑا موثر رول ادا کرتے تھے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اُن کے مشورے اور کارکردگی کے بغیر کوئی دینی جلسہ منعقد ہی نہیں ہو پاتا۔ علاقے کے گاؤوں میں منعقد محافلِ میلاد میں بالعموم شرکت کرتے، اور عموماً اُن ہی کی رقت انگیز دعاؤں پر محافل کا اختتام ہوتا۔

حضرت بڑے خلیق، ملن سار اور سادہ وسنجیدہ مزاج تھے، قدرت نے ان کے اندر صبر وبرداشت اور حلم وبردباری کی صفات وافر مقدار میں ودیعت فرمائی تھی۔ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت کے ساتھ ان کی حوصلہ افزائی ان کی خو تھی۔ حوصلہ شکنی، دل شکنی، طعن وتشنیع اور بے جا تنقید تو جانتے ہی نہیں تھے۔ تعصب اور حسد وغیرہ مذموم اوصاف سے اس قدر دور ونفور تھے گویا ان سے ناواقف ہوں۔ ہم نے کبھی کسی سے الجھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اللہ تعالیٰ مولانا جمال القادری رحمہ اللہ کی جملہ خدمات قبول فرمائے، اپنی رحمت کی ٹھنڈی چھاوں میں جگہ مرحمت فرمائے۔ اور ہم سب کو صبر ورضا کی نعمت سے نوازے۔ آمین بجاہ حبیبك سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ ***

(ص:88 کا بقیہ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک کا شہید ہونا یا سید الشہداء حضرتِ حمزہ رضی اللہ عنہ کا میدان جنگ میں شہید ہونا وغیرہ جو بعض روایات مشہور ہیں اس قسم کا کوئی واقعہ 14 شعبان المعظم کو کیا معنی؟ سرے سے اس مہینہ میں واقع نہیں ہے۔

شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے مشہور بزرگ گزرے ہیں انھوں نے اپنے عربی رسالہ "ماثبت بالسنۃ" میں اس تقریب شب برآت پر بڑی تعریض کی ہے اور اسے "بدعت شنیعہ" سے تعبیر کیا ہے اور لکھا ہے "یہ بہت ہی بری رسم غالباً ہندوؤں کی دیوالی کے جوڑ پر ایجاد ہوئی ہے، جس کی سند میں کوئی ضعیف بلکہ موضوع حدیث تک بھی پیش نہیں کی جاسکتی ہے اور نہ جس کی تائید کسی معتبر وغیر معتبر کتاب سے نکلتی ہے" حضرتِ شیخ کی تصریحات کے بعد عالم وصوفی حنفی وغیر مقلد سب کو اس رسم کے مٹانے پر کمربستہ ہو جانا چاہیے اور کسی گروہ وطبقہ کو اس کوشش میں شریک ہونے سے الگ نہ رہنا چاہیے۔

کیا آپ اس خیال میں بڑے ہوئے ہیں کہ ان فضولیات میں آپ جو کچھ کر رہے ہیں ان کی بابت آپ سے سوال نہ ہوگا؟ کیا اللہ رب العزت نے آپ کو روپیہ انہیں چیزوں پر صرف کرنے کے لیے عنایت کیا ہے؟ کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ آپ کی بستی میں کل کتنا روپیہ شب برآت کے دو ایک دن کے اندر اڑا دیا جاتا ہے؟ کیا یہ روپیہ اگر مقامی اسلامی ضروریات کے کام آتا، مسجدوں کی مرمت میں لگایا جاتا، مسجدوں کی رونق وآبادی میں اس سے مدد لی جاتی، محتاجوں اور ناداروں کے کام آتا، بھوکوں کو کھانے، پیاسوں کو پانی، جن کے پاس لباس نہ ہو تو ان کے لباس اور ضروریات پر صرف ہوتا تو کیا آپ کو اللہ رب العزت کے ہاں بے حد وحساب اجر نہ ملتا؟

کیا اس مبارک مہینہ کی مبارک تاریخوں میں روپیہ برباد کرنا اور آتش بازی سے تندرستی اور جان دونوں کو خطرہ میں ڈالنا کسی پہلو سے بھی عقل کی بات نہیں۔ پچھلی غلطیاں جو کچھ ہونی تھیں ہو چکیں، کیا یہ ممکن نہیں کہ اب بھی اپنے گردوپیش، اپنے خاندان، اپنی بستی، اپنے محلے کی اصلاح پر آپ آمادہ ہو جائیں اور جہاں تک ممکن ہو اپنے بھائیوں کو دین ودنیا کی بربادی میں پڑنے سے بچائیں۔

***

صدائے بازگشت

آپ کا تہ دل سے مشکور ہوں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ،امید کہ بخیر ہوں گے!

فخر صحافت حضرت علامہ ومولانا محمد مبارک حسین صاحب مصباحی (ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور) میں آپ کا تہ دل سے مشکور وممنون ہوں کہ آپ نے میرا ایک مضمون بنام " دعائیں مقبول نہ ہونے کے اسباب "ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور کے شمارہ ستمبر 2023 عیسوی میں شامل فرمایا - احباب کی جانب سے بہت پذیرائی ملی، یہ دوسرا مضمون بھیجنے کی جرأت کی ہے اس امید سے کہ اسے بھی شامل اشاعت فرما کر مزید حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔ محمد مدثر حسین اشرفی پورنوی

امام وخطیب رضائے مصطفیٰ گیورائی، ضلع بیڑ مہاراشٹر

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور سرکار کا رویہ

تاریخ شاہد ہے کہ جس ادارہ (محمڈن اینگلواورینٹل کالج) کو اے ایم یو ایکٹ کے تحت یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا اسے مسلمانوں کی علمی تشنگی کو دور کرنے کے لیے سرسید احمد خان نے قائم کیا تھا۔ اس کے اقلیتی کردار کے خلاف جس طرح مرکزی حکومت سپریم کورٹ میں دلائل دے رہی ہے وہ ملک کی اقلیتوں سے ان کا ادارہ چھیننے کے مترادف ہے۔

کیا ہی مضحکہ خیز ہے کہ وہ ادارہ جس کا نام ہی اس بات کا مظہر ہے کہ وہ اقلیتوں کا ادارہ ہے، اپنے اقلیتی کردار کی لڑائی لڑ رہا ہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی تاریخ سے کون واقف نہیں؟ کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں کی علمی تشنگی کو دور کرنے اور مذہبی نیز اسلامی قدروں کا توازن برقرار رکھتے ہوئے ان کو عصری تعلیم سے جوڑنے کے لیے سرسید احمد خان نے قوم سے چندہ اکٹھا کر کے 1877ء میں علی گڑھ میں "محمڈن اینگلواورینٹل کالج" کی بنیاد رکھی جس نے پھلتے پھولتے ہوئے 14/ستمبر 1920ء میں 'علی گڑھ مسلم یونیورسٹی' (اے ایم یو) کی شکل اختیار کرلی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ محمڈن اینگلواورینٹل کالج اور اس کے ذیلی اداروں کو منضبط کرتے ہوئے اسے یونیورسٹی کا درجہ پارلیمنٹ میں پاس ہونے والے "علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ایکٹ" کے ذریعہ حاصل ہوا، مگر اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ ادارہ کا قیام مذکورہ قانون کے پاس ہونے کے بعد عمل میں نہیں آیا (جیسا کہ یوپی اے کے دور میں مولانا آزاد اوپن یونیورسٹی پارلیمنٹ میں قانون پاس ہونے کے بعد قائم ہوئی) بلکہ وہ پہلے سے موجود تھا اور قانون سازی کے ذریعہ اسے محض کالج سے یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا۔ افسوس کہ انگریزوں کے دور حکومت میں پاس ہونے والے اس ایکٹ کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا اقلیتی کردار چھیننے کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔ اب جب کہ مرکزی حکومت بھی اس کے اقلیتی کردار کے خلاف مقدمہ میں فریق بن چکی ہے، قانونی لڑائی مزید سخت ہوگئی ہے۔ سپریم کورٹ کی 7 رکنی بنچ میں اس معاملے پر حتمی سماعت شروع ہوچکی ہے جس کا فیصلہ یہ طے کریگا کہ مسلمانوں کے لیے قائم کی گئی سرسید کی اس میراث پر مسلمانوں کا حق باقی رہے گا یا نہیں۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ اس کے سامنے زیر غور ان دو سوالوں پر مبنی ہوگا کہ:

1-آئین کے آرٹیکل 30/ کے تحت کسی تعلیمی ادارے کو اقلیتی درجہ دینے کا کیا پیمانہ ہے۔

2- کیا پارلیمنٹ کے قانون کے تحت قائم ہونے والا تعلیمی ادارہ آرٹیکل 30/ کے تحت اقلیتی درجہ کا حامل ہوسکتا ہے؟

اس سے پہلے کہ آگے بڑھیں، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جس قانونی تنازع میں گھری ہوئی ہے، اسے اجمالی طور پر سمجھ لیتے ہیں۔ 1920ء میں محمڈن اینگلواورینٹل کالج اور اس کے ذیلی اداروں کو یونیورسٹی کا درجہ دینے کے لیے بنائے گئے قانون (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ایکٹ) کے سیکشن 23 کی رو سے 'کورٹ آف دی یونیورسٹی' اس ادارہ کی اصل منتظمہ تھی جس کے رکن صرف اور صرف مسلمان ہوسکتے تھے۔ 1951ء میں وزیر اعظم جواہر لال نہرو کے دور میں اے ایم یو ایکٹ میں ترمیم کی گئی جس کے تحت طلبہ کے لیے لازمی دینی تعلیم کے التزام کو ختم کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی 'کورٹ آف دی یونیورسٹی' کے لیے اراکین کے لیے مسلمان ہونے کی شرط بھی ختم کردی گئی۔ اس کے بعد لال بہادر شاستری کے دور میں 1965ء میں ایک اور ترمیم

کرکے 'کورٹ آف دی یونیورسٹی' کی یونیورسٹی کی اصل منتظمہ ہونے کی حیثیت بھی ختم کردی گئی۔اس کے اراکین کی نامزدگی کا اختیار 'وزیٹر'(صدر جمہوریہ) کو سونپ دیا گیا اور انتظامی امور کی ذمہ داری یونیورسٹی کے مختلف اداروں میں تقسیم کردی گئی۔اس ترمیم کو عزیز باشا نے عدالت میں چیلنج کیا۔ انھوں نے دلیل دی کہ یہ ترمیم تعلیمی ادارہ قائم کرنے اور اس کا نظم ونسق سنبھالنے کے حق کے خلاف ہے نیز مذہبی تعلیم کے فروغ، مذہبی آزادی ،ثقافت وزبان کے تحفظ کے حق کی بھی خلاف ورزی کرتا ہے مگر 20/ اکتوبر 1967ء کو چیف جسٹس آف انڈیا کے این وانچو کی قیادت میں سپریم کورٹ کی 5/رکنی بنچ نے عزیز باشا کی اپیل کو خارج کرتے ہوئے ترمیم کو جائز ٹھہراتے ہوئے فیصلہ سنایا کہ ان کے بنیادی حقوق میں سے کسی کی بھی خلاف ورزی نہیں ہوئی ہے۔ سپریم کورٹ نے یہ تو تسلیم کیا کہ مسلمانوں کی کوششوں سے مذکورہ قانون (اے ایم یو ایکٹ) پاس ہوا اور اینگلو اورینٹل کالج کو یونیورسٹی کا درجہ ملا مگر اس نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو اقلیتی ادارہ تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔کورٹ کا کہنا تھا کہ ”یہ ممکن ہے کہ 1920ء کا ایکٹ مسلم اقلیت کی کوششوں سے پاس ہوا ہو مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ 1920ء کے ایکٹ کے تحت جب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی وجود میں آئی تو اسے مسلمانوں نے قائم کیا۔“

عدالت نے مذکورہ ایکٹ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اس کے التزامات واضح کرتے ہیں کہ یونیورسٹی کے انتظامی امور مسلمانوں کے پاس رہیں گے۔ سپریم کورٹ کے اس فیصلے کے بعد سے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا اقلیتی کردار تنازع کی زد پر ہے۔ حالاں کہ 1981ء میں مسلمانوں کی اشک شوئی کرتے ہوئے مرکز کی اندرا گاندھی حکومت نے اے ایم یو ایکٹ میں ایک ترمیم کرکے یہ شامل کردیا کہ اسے مسلمانوں نے قائم کیا جو پہلے محمڈن اینگلو انڈین کالج ہوا کرتا، نیز یہ کہ اس کا مقصد مسلمانوں کی تعلیمی اور ثقافتی ترقی ہے مگر اس ترمیم کے بعد بھی الہ آباد ہائی کورٹ نے اے ایم یو کو اقلیتی ادارہ ماننے سے انکار کردیا۔ 2005ء میں جب یونیورسٹی نے اپنے اقلیتی ادارہ ہونے کا حوالہ دیتے ہوئے میڈیکل کے پوسٹ گریجویشن میں 50 فیصد سیٹیں اقلیتوں کے لیے مختص کیں تو ڈاکٹر نریش اگروال نے اسے کورٹ میں چیلنج کردیا۔ انھوں نے یونیورسٹی کے اس فیصلے کی مخالفت کے لیے عزیز باشا کیس میں سپریم کورٹ کے 1967ء کے فیصلے کو جواز بنایا اور دلیل دی کہ اے ایم یو اقلیتی ادارہ نہیں ہے۔الہ آباد ہائی کورٹ میں جب یہ معاملہ زیر بحث آیا تو حکومت ہند بھی یونیورسٹی کے ساتھ کھڑی ہوئی اور اس نے دلیل دی کہ 1981ء کی ترمیم کے ذریعہ 1967ء کے سپریم کورٹ کے فیصلے کو بے اثر کردیا گیا ہے مگر الہ آباد ہائی کورٹ نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا اور عزیز باشا کیس کو ہی بنیاد بناتے ہوئے ریزرویشن کے فیصلے کو کالعدم قرار دیا اور کہا کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اقلیتی ادارہ نہیں ہے۔ 2006ء میں یہ معاملہ سپریم کورٹ پہنچا جس میں عرضی گزاروں میں یونیورسٹی کے ساتھ مرکزی حکومت بھی تھی مگر وزیر اعظم مودی کے برسر اقتدار آنے کے بعد 2016ء میں مرکزی حکومت نے اس معاملے میں اپنا وہ حلف نامہ واپس لے لیا جس میں اس نے یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کی تائید کی تھی اور اس کے بعد سے یونیورسٹی یہ لڑائی اکیلے لڑ رہی ہے۔ فروری 2019ء میں عزیز باشا کیس میں سپریم کورٹ کی 5/رکنی بنچ کے فیصلے پر نظر ثانی کے لیے یہ معاملہ 7رکنی بنچ کے حوالے کیا گیا جس پر 9 جنوری سے سماعت شروع ہوئی ہے۔کم از کم 3 سماعتوں کے بعد اب یہ معاملہ 23 جنوری تک کے لیے ملتوی ہوچکا ہے۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی پیروی ایڈوکیٹ راجیو دھون، راجو رامچندرن اور کپل سبل جیسے سینئر وکیل کررہے ہیں تاہم ان کے مقابلے میں نریش اگروال (جس نے مسلمانوں کے لیے 50/فیصد ریزرویشن کو چیلنج کیا تھا) کے ساتھ مودی سرکار بھی ہے جو اس بات پر زور دے رہی ہے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اقلیتی ادارہ نہیں ہوسکتی۔

مقدمہ کی سماعت ابتدائی مراحل میں ہے اور دونوں طرف سے دلائل دیے جارہے ہیں اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فیصلے کس کے حق میں آئے گا البتہ سپریم کورٹ کے چند مشاہدات حوصلہ افزا ہیں۔

آئین کا آرٹیکل 30 (جو اس کیس میں موضوع بحث ہے) کے مطابق کسی ادارہ کا اقلیتی ادارہ ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس کے انتظامی امور پوری طرح سے اقلیت کے پاس ہی ہوں۔ اقلیتی ادارہ سیکولر نوعیت کا ہوسکتا ہے، اور اس کا صرف مذہبی کورسیز تک محدود رہنا ضروری نہیں ہے۔اس میں دیگر مذاہب کے طلبہ بھی زیر تعلیم ہوسکتے ہیں۔

بنچ کے مطابق اس کے سامنے اہم سوال یہ ہے کہ کیا کسی ادارہ کو اس بنیاد پر اقلیتی ادارہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ اسے ان افراد نے قائم کیا ہے جو مذہبی یا لسانی اقلیت سے تعلق رکھتے ہیں۔طرفین کی بحث اور ان کے دلائل سننے کے بعد اگر سپریم کورٹ کو مذکورہ سوال کا جواب اثبات میں ملتا ہے تو فیصلہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے حق میں ہوگا اور اگر ایسا نہ ہوا تو اس ادارہ کا مقصد ہی فوت ہوجائے گا۔از: **عاصم جمال** (روزنامہ انقلاب)

عالمی خبریں

"مسجدِ اقصیٰ کی پکار" کے عنوان سے تین روزہ انٹرنیشنل کانفرنس اختتام پذیر

—صوفی میڈیا سروسز

کربلا عراق/عراق کے شہر کربلا میں "الاقصیٰ کی پکار" کے عنوان سے تین روزہ دوسری انٹرنیشنل کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔ دنیا بھر کے مسلم ممالک سمیت کئی ممالک سے مسلم و غیر مسلم شخصیات کو اس فقید المثال کانفرنس میں شرکت کرنے کے لیے مدعو کیا گیا تھا۔ عرب ممالک کے علاوہ افریقی ممالک، یورپ، ترکی اور برصغیر ہندو پاک اور بنگلہ دیش سے بھی اہم شخصیات نے تین روزہ کانفرنس میں شرکت کی۔ جن میں پاکستان سے جماعت اسلامی کے نائب امیر لیاقت بلوچ، ہندوستان سے مسلم اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے ڈاکٹر شجاعت علی قادری، مہاتما گاندھی کے پرپوتے تروش گاندھی، صوفی میڈیا سروسز کشمیر کے ڈائریکٹر منظور ظہور شاہ شامل ہیں۔ تین روزہ تک جاری رہی کانفرنس کے کئی سیشن میں مندوبین نے فلسطینی عوام پر اسرائیلی فوج کی بربریت اور مسلمانوں کے قبلۂ اول مسجدِ اقصیٰ کی واپسی تفصیلی بحث کی۔ کانفرنس میں دنیا بھر کے مختلف ممالک میں فلسطینی کاز کے حمایتی شخصیات بھی تقاریر کیں۔ کانفرنس کا تیسرے روز کا آخری سیشن نجف شہر میں منعقد ہوا۔ کانفرنس کے مندوبین کو امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور بغداد میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت کئی اولیا اللہ کے مزار کی بھی زیارت کرائی گئی۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ کانفرنس کے تمام سیشن کربلا اور نجف کی مختلف یونیورسٹیوں میں منعقد کیے گئے۔

آسٹریلیائی پادری گولڈ ڈیوڈ کا قبول اسلام

اپنی زندگی کے 45 سال چرچ کے لیے وقف کرنے کے بعد آسٹریلوی پادری گولڈ ڈیوڈ نے اسلام قبول کر لیا۔ غیر ملکی ذرائع ابلاغ کے مطابق آسٹریلوی پادری گولڈ ڈیوڈ نے 45 سال چرچ کو دیے، اس کے بعد قبول اسلام کر کے اپنا مسلم نام عبدالرحمٰن رکھ لیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق سابق پادری نے ساڑھے 4 دہائیوں تک چرچ کی خدمت کی ہے اور مسیحی نوجوان ان کو ایک ہمہ جہت شخصیت کے طور پر دیکھتے تھے۔ انھوں نے آسٹریلوی مسیحی برادریوں میں پادری کے طور پر مقام حاصل کیا۔ نومسلم عبدالرحمن نے ابھی تک مسلمان ہونے سے متعلق محرکات کے بارے کچھ نہیں بتایا ہے، ان کے اسلام قبول کرنے کی خبر سامنے آنے کے بعد بہت سے لوگ حیران ہوگئے ہیں۔ واضح رہے کہ گزشتہ دنوں آسٹریلیا میں ایک واقعہ پیش آیا تھا، جب 30 خواتین ایک ساتھ دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئی تھیں۔

30 آسٹریلیائی خواتین کا قبول اسلام

میلبورن، 28 دسمبر (یو این آئی) غزہ کے مسلمانوں کے اسرائیلی جارحیت کے خلاف عزم و حوصلے سے متاثر ہوکر آسٹریلیا کی 30 خواتین نے ایک ساتھ اسلام قبول کر لیا ہے۔

غزہ میں ڈھائی ماہ سے جاری اسرائیلی کی وحشیانہ جارحیت کے خلاف فلسطینی مسلمانوں کا عزم و حوصلے اور ثابت قدمی سے حق پر ڈٹے رہنا دنیا میں امن کے مذہب اسلام کا پرچار کر رہا ہے اور لوگ تیزی سے اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوکر اس کے دامن میں پناہ لے رہے ہیں۔ ایسا ہی ایک واقعہ آسٹریلیا میں پیش آیا ہے جہاں ایک یا دو نہیں بلکہ 30 خواتین ایک ساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی ہیں۔

غیر ملکی میڈیا کے مطابق قبول اسلام کی یہ روح پرور تقریب آسٹریلوی شہر میلبورن میں واقع میڈو ہائٹس مسجد میں منعقد ہوئی جہاں 30 خواتین نے کلمہ پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کیا۔

ترک میڈیا کی جانب سے انسٹاگرام پر ایک ویڈیو پوسٹ کی گئی ہے جس میں عبایا زیب تن کیے خواتین کو باری باری مبلغ کی مدد

سے کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے۔ بعد ازاں نومسلم خواتین نے اپنے تاثرات کا بھی اظہار کیا۔

نومسلم خاتون کرسٹین کرنوگوناک نے کہا کہ اسلام میں ایک خدا کے تصور سے اپنے گہرے تعلق کا اظہار کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ فلسطینیوں کی جدوجہد ان کے دلوں کو چھوگئی جس کے باعث انھوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ فلسطین کے مسائل انہیں روزانہ کی بنیاد پر رلاتے ہیں۔ ایک اور نومسلم خاتون جیکولین ریٹنزاک کا کہنا تھا کہ اسلام قبول کرکے بہت سکون ملا ہے۔ ان کا بھی یہی کہنا تھا کہ ایسا قدم انھوں نے غزہ کے حالات دیکھ کر اٹھایا اور اب میری خواہش ہے کہ اسلام اور اللہ کے مزید قریب ہوں۔

اس سے قبل امریکی ٹک ٹاکر میگن رائس اور ایبی بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوچکی ہیں۔ واضح رہے کہ غزہ پر اسرائیلی جارحیت کو ڈھائی ماہ سے زائد وقت گزر چکا ہے اور اس دوران 23 ہزار سے زائد فلسطینی شہید ہوچکے ہیں جن میں خواتین اور بچوں کی تعداد زیادہ ہے جب کہ 50 ہزار سے زائد زخمی اور لاپتہ ہیں۔

پناہ گزین، کیمپوں میں مہلک بیماریوں میں مبتلا

اقوام متحدہ نے خبردار کیا ہے کہ 7 اکتوبر سے جاری اسرائیلی بمباری کی وجہ سے غزہ کی 2.4 ملین آبادی کے تقریباً 85 فیصد لوگ بے گھر ہوچکے ہیں۔

عالمی خبر رساں ادارے کے مطابق اقوام متحدہ نے انکشاف کیا ہے کہ غزہ میں اسرائیلی بمباری کے باعث 80 فیصد آبادی پناہ گزین کیمپوں میں رہنے پر مجبور ہیں جہاں پانی، خوراک اور ادویات کی قلت کا الگ سامنا ہے۔

اقوام متحدہ کے ادارے برائے انسانی حقوق نے اپنے بیان میں کہا کہ رفح کراسنگ سے امدادی سامان کے ٹرکوں کی آمد نہایت سست روی کا شکار ہے جب کہ اس علاقے میں اسرائیلی بمباری بھی امدادی سامان کی ترسیل میں رکاوٹ ہے۔

بیان میں کہا گیا ہے کہ پناہ گزین کیمپوں میں مقیم فلسطینی شہری دنیا کی جانب دیکھ رہے ہیں لیکن ان کے مصائب کم ہونے کا نام نہیں لے رہے ہیں۔ عالمی قوتوں کو اس پر فوری اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

ادھر ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن نے بھی خبردار کیا ہے کہ پناہ گزین کیمپوں میں طبی سہولیات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ہیپاٹائٹس اے اور دیگر مہلک بیماریوں میں مبتلا مریض ہیں لیکن علاج سے محروم ہیں۔

عینی شاہدین نے میڈیا کو بتایا کہ پناہ گزین کیمپوں میں مہلک بیماریوں میں مبتلا درجنوں افراد بے یار و مددگار زندگی کی آخری سانسیں گن رہے ہیں۔

غزہ: طبی امداد نہ ملنے سے 60 ہزار حاملہ خواتین کی جانوں کو خطرہ لاحق

عرب میڈیا کے مطابق فلسطینی وزارت صحت کی جانب سے جاری تازہ بیان میں بتایا گیا ہے کہ اسرائیلی فوج نے غزہ پٹی میں 12 خاندانوں کا اجتماعی قتل عام کیا، اسرائیلی بمباری میں مزید 142 فلسطینی شہید اور 278 زخمی ہوگئے، خدشہ ہے درجنوں افراد تباہ شدہ عمارتوں کے ملبے تلے دبے ہیں۔

فلسطینی حکام کا کہنا ہے کہ اکتوبر سے اب تک غزہ پٹی میں 24 ہزار 762 شہری شہید اور 62 ہزار 108 زخمی ہوچکے۔

فلسطینی وزارت صحت کے مطابق اسرائیلی حملوں کے باعث نقل مکانی کرنے والوں میں وبائی امراض پھیل رہے ہیں جبکہ غزہ پٹی کے اسپتالوں میں کینسر کے 10 ہزار مریضوں کی جانوں کو خطرات لاحق ہے۔

فلسطینی حکام کا کہنا ہے کہ کم از کم 4 لاکھ شہری وبائی امراض کا شکار ہوگئے ہیں، جبکہ غزہ پٹی میں طبی امداد نہ ملنے سے 60 ہزار حاملہ خواتین کی جانوں کو خطرہ ہے اور جان بچانے والی ادویات کی عدم دستیابی کا بھی سامنا ہے۔

فلسطینی وزارت صحت کے بیان میں کہا گیا ہے کہ اسرائیلی فوج نے غزہ پٹی میں 30 اسپتالوں اور 53 طبی مراکز کو تباہ کردیا ہے اسرائیلی حملوں میں طبی عملے کے 334 افراد شہید، 122 ایمبولنس تباہ ہوگئیں، غزہ پٹی پر حملوں کی وجہ سے 20 لاکھ شہری کیمپوں میں پناہ لینے پر مجبور ہیں۔

فلسطینی حکام کا کہنا ہے کہ غزہ پٹی پر اسرائیل نے 7 اکتوبر سے اب تک 65 ہزار ٹن بارودی مواد استعمال کیا ہے۔

خیر و خبر

شندے جی آپ مہاراشٹر کی تعمیر و ترقی کی کوشش کریں

ملک کے دیگر لیڈروں کی طرح ہمارے صوبۂ عزیز کے وزیر اعلیٰ بھی تعمیر و ترقی کی باتوں سے ہٹ کر تعصب و نفرت پھیلانے میں دلچسپی لینے لگے ہیں وہ دیکھ رہے ہیں کہ جس طرح ملک کے دوسرے سیاسی لوگ اقلیتوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچا کر سیاست کو چمکانے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں اور پارٹی کے بڑے بڑے عہدے پر فائز ہو جاتے ہیں اسی کے نقشِ قدم پر مہاراشٹرا کے وزیر اعلیٰ ایک ناتھ شندے بھی چلنے کی کوشش کر رہے ہیں جیسا کہ وزیر اعلیٰ شندے نے کلیان میں اپنے ایک پروگرام میں حضرت حاجی ملنگ شاہ علیہ الرحمہ کی درگاہ کے بارے میں کہا کہ ہم عنقریب حاجی ملنگ درگاہ کو آزاد کرا کر ملنگ گڑھ بنا دیں گے۔ اس بیان کی جتنی مذمت کی جائے اتنے ہی کم ہے، لگتا ہے کہ وہ ایسا بیان دیتے وقت بھول گئے تھے کہ وہ صرف ایک کمیونٹی یا صرف ایک پارٹی کے وزیر اعلیٰ نہیں بلکہ وہ پورے صوبۂ مہاراشٹرا کے وزیر اعلیٰ ہیں جس میں ہر مذہب و ملت کے لوگ رہتے ہیں۔ اور ان کی ذمہ داری ہے کہ پورے صوبہ کی تعمیر و ترقی اور اس کے امن و امان کا مکمل خیال رکھیں اور کوئی ایسا بیان ایسی حرکت ہرگز نہ کریں کہ جس سے منصب کی بدنامی ہو یا شہر میں بدامنی پھیلے۔ حضرت حاجی ملنگ شاہ کا دربار صدیوں سے بلا تفریق ہر ایک کی عقیدت و محبت کا مرکز ہے اور اس بارگاہ میں ہر مذہب و ملت کے لوگ حاضری دیتے ہیں۔ بزرگانِ دین، صوفیائے کرام کی بارگاہ میں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سب جاتے ہیں اور صوفیائے کرام کی چوکھٹ پر سلامی پیش کرتے ہیں وہاں کسی آنے والے کو نام دیکھ کر عزت نہیں دی جاتی بلکہ ہر ایک زائر کی عزت نفس کا مکمل خیال رکھا جاتا ہے اور راہِ راست کی طرف راہنمائی کی جاتی ہے۔ وزیر اعلیٰ ایک ناتھ شندے کے ایسے تعصب پر مبنی بیان کو سن کر اور بڑھ کر افسوس ہوا۔ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہر ذی ہوش اور صاحبِ عقل و خرد اس بیان پر ناراض ہے اور اس بیان کی مذمت بھی کر رہا ہے اور حق بھی یہی ہے کہ ایسے عہدہ پر رہتے ہوئے ایسا بیان بالکل غیر مناسب اور جانب داری ہے۔ ایسا بیان کوئی بھی دے وہ بالکل غلط ہے کیونکہ حضرت حاجی ملنگ شاہ علیہ الرحمہ مسلمان ہیں اور وہ درگاہ مسلمانوں کی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ ہاں حاضری غلامانہ اور محبتانہ طور پر سب دیتے ہیں اور دیں۔ مگر اسے ملنگ گڑھ کہنا یا بنانے کی کوشش کرنا بالکل غلط ہے۔
آج ملک کے باشندے روٹی روزی کی تلاش میں سرگرداں ہیں نوجوان تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود بے روزگار ہیں بچے اور بچیاں نشہ کی لت میں گرفتار ہیں آج ضرورت ہے کہ ان تمام معاملات کی طرف سنجیدگی کے ساتھ غور و فکر کیا جائے اور اس کا مثبت حل نکالا جائے تاکہ ہمارا ملک تعمیر و ترقی کی بلندیوں پر فائز ہو سکے نہ کہ ایسا بیان دیا جائے جس سے ملک میں فتنہ و فساد ہو، انتشار و اختلاف کی آگ پھیلے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ کوئی بھی ملک ترقی اسی وقت کرتا ہے جب وہاں کے تمام شہریوں کا خیال رکھا جاتا ہے ورنہ صرف کاغذی ترقی ہوتی ہے حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔

از: **مفتی محمد منظر حسین خان اشرفی مصباحی** بانی عالمی سنی صوفی تحریک

عرس سیدنا صدیق اکبر و یوم ولادت سیدۃ النساء

بنگلور 14 جنوری (پریس ریلیز)۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی سید تاج الدین صاحب قادری کے یہاں کنکاپورہ میں عرس مبارک سیدنا امیر المومنین، خلیفۂ اول بلا فصل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت باسعادت کے مبارک موقع پر نہایت تزک و احتشام کے ساتھ محفل خراجِ عقیدت منعقد کی گئی۔ جس میں مداحانِ رسول انام مجیب اللہ مجیب اور شارق فاروقی نے یکے بعد دیگرے نعت و منقبت اور گوشہ درود شریف درگاہ حضرت سید خواجہ کوثر علی شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کنکاپور کہ تمام ممبران کی جانب سے 51 لاکھ درود شریف کا ہدیہ عقیدت پیش کیا گیا۔
نظامت کے فرائض سید تاج الدین قادری نے ادا کیے، جلسہ کی صدارت جناب سید صادق ارشاد قادری صدر امام احمد رضا مومنٹ بنگلور نے فرمائی۔ ابتدائی تقریر میں مولانا محمد الیاس پاشاہ قادری نے ایمان و

عقیدہ کی مظبوطی پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اہل سنت و جماعت کا جو عقیدہ خلفائے راشدین کے تعلق سے ہے وہی حق ہے اسی پر عوام و خواص استقامت کے ساتھ قائم رہیں۔ مومنٹ کے سرپرست اعلیٰ و مہمان خصوصی مفتی سید ذبیح اللہ نوری بنگلوری نے موجودہ زمانہ میں اٹھتے ہوئے فتنوں کی نشاندھی کرتے ہوئے ان سے بچنے کی تلقین کی۔ کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو کوئی برا نہ کہے مجھ سے جو ان کی نسبت ہے اس کا خیال رکھے۔ موصوف نے مزید کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے صحابہ کا انتخاب پہلے ہی فرما چکا، حضرت صدیق اکبر کی بے شمار فضیلتیں احادیث مبارکہ میں موجود ہیں۔ آپ کی ذات جہاں یار غار مصطفےٰ ﷺ کی ہے وہیں یار مزار مصطفےٰ ﷺ کی بھی ہے، سرکار دوعالم کے جسم اقدس سے جو مٹی مس ہوئی وہ عرش اعظم سے بھی افضل ہے ذرا غور کریں وہ لوگ جو حضرت صدیق اکبر کی شان میں بے ادبی و گستاخی کرتے ہیں کہ آپ کی قبرانور کی مٹی کس ذات گرامی کی مٹی سے ملی ہوئی ہے۔ نگاہ نبوت نے اس طرح اپنے قرب خاص میں جگہ عطا کر کے صبح قیامت تک اٹھنے والے فتنوں کا قلع قمع کر دیا۔ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ پوری کائنات میں انبیاء و مرسلین عظام علیہم السلام کے بعد افضل البشر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ یہی عقیدہ مولائے کائنات سیدنا حضرت علی مرتضیٰ و دیگر خلفاء و صحابۂ کرام و امت مسلمہ کا چودہ سو سال سے چلا آرہا ہے جو اس کے خلاف جائے گا وہ نجات یافتہ جماعت سے الگ ہو کر اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے گا۔ مزید موصوف نے کہا لہٰذا عوام و خواص اہل سنت کسی فتنے میں نہ پڑھیں جو بھی اللہ و رسول اور صحابہ و اہل بیت اطہار کے بے ادب و گستاخ ہیں ان سے خود بھی دور رہیں اور اپنی آل اولاد کو بھی دور رکھیں۔ سنیت پر قائم رہیں اسی میں نجات اور عافیت و سلامتی ہے۔

بعدہ صلوٰۃ و سلام اور دعا پر یہ پرنور محفل کا اختتام ہوا اور حاضرین کی لنگر زہرا سے تواضع کی گئی۔ شرکا محفل کے اسماء یہ ہیں سید نور اللہ قادری، سید نصراللہ قادری، سید صدیق سی، سید سعادت، کبیر احمد کے علاوہ کثیر تعداد میں مرد و خواتین اسلام نے شرکت کی۔

(شعبۂ نشر و اشاعت، امام احمد رضا مومنٹ، بنگلور)

ہبلی میں جلسۂ فیضان حضور شیخ الاسلام

حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی صاحب قبلہ ہمارے ملک بھارت کے ایک عظیم علمی و روحانی شخصیت ہیں جن کے عقیدت مند نہ صرف ملک بھارت بلکہ دیگر کئی ممالک میں موجود ہیں۔ حضرت کا تعلق خانوادۂ اشرفیہ کچھوچھہ شریف سے ہے، آپ ایک بے مثال خطیب کے ساتھ، مصنف و ادیب، صوفی و شاعر، نباض قوم و ملت، مفسر قرآن، رئیس المحققین، مرشد کامل اور تاجدار اہل سنت ہیں۔ یکم رجب المرجب 1357ھ کو کچھوچھہ شریف یوپی میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ اس تاریخ کو آپ کے عقیدت مند جشن ولادت کا اہتمام کر کے دینی و سماجی، ملی و فلاحی کام انجام دیتے ہیں۔

اسی مناسبت سے بتاریخ 12 جنوری 2024 بروز جمعہ بعد نماز مغرب حضرت شیخ الاسلام کی 89 ویں یوم ولادت کے مبارک موقع پر شیخ الاسلام ٹرسٹ کی جانب سے ہبلی میں جلسۂ فیضان حضور شیخ الاسلام منایا گیا جس میں مولانا قاری عبدالرقیب اشرفی نے نعت و منقبت پیش کی اور حضور شیخ الاسلام والمسلمین کی علمی خدمات پر علمائے کرام نے روشنی ڈالی۔ مولانا افسر رضا مصباحی مدرس مدنی میاں عربی کالج ہبلی نے حضور شیخ الاسلام والمسلمین کی علمی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ تفسیر اشرفی حضرت کی ایک نایاب تصنیف ہے جو سہل زبان اور علمی انداز میں لکھی گئی ہے یہ تفسیر ہر گھر میں رکھنا چاہیے اور اس سے استفادہ بھی کرنا چاہیے۔ مولانا نعیم الدین اشرفی نے تفسیر اشرفی کو حضور شیخ الاسلام و المسلمین کی کرامت بتایا اور کہا کہ حضور شیخ الاسلام والمسلمین نے اس عمر میں تفسیر کو تحریر فرمایا ہے جس میں عام لوگ آرام کرتے ہیں۔ ایک بہترین علمی سرمایہ حضرت نے امت مسلمہ کو تفسیر اشرفی کی شکل میں عنایت فرمایا ہے۔

ہبلی کے مشہور نعت خواں قاری شاہد رضا نوری نے بارگاہ رسالت میں نعت پیش کی۔ علاوہ ازیں کثیر تعداد میں علماء اور عوام اہل سنت نے شرکت کی۔ خصوصیت کے ساتھ حضرت مولانا سید یوسف شاہ قادری، حضرت مولانا نثار احمد مصباحی، حافظ رئیس احمد عزیزی، حافظ عمران خان اشرفی، حافظ مولانا محمد سلیم صاحب، مدنی میاں عربک کالج کے صدر المدرسین مولانا نورالدین مصباحی و جملہ اساتذۂ کرام و فارغین ادارہ ہذا، جناب الحاج عبدالقادر کچی صدر صاحب، محدث اعظم اسکول اور طیبہ عربی کلاس کے ذمہ داران اور حضرت کے مریدین و خلفائے کرام موجود تھے۔ حضرت شیخ الاسلام کی درازی عمر اور صحت یابی کے لیے خصوصی دعا ہوئی۔ حلقۂ ذکر کی محفل منعقد ہوئی۔ شیخ الاسلام ٹرسٹ کی جانب سے مدنی میاں عربک کالج ہبلی کے طلبہ کو گرم ٹوپی اور کمبل کے ساتھ حضرت کی نعتیہ کتاب "تجلیات سخن" تقسیم کی گئی۔ جلسہ کے

بعد لنگر کا اہتمام کیا گیا۔شیخ الاسلام ٹرسٹ کے صدر جناب الحاج ریاض احمد اشرفی نے سب کا شکریہ ادا کیا۔ از: **نعیم الدین شیخ**، ہبلی۔

گھاٹ کوپر میں مسجد شہید کردی گئی

گھاٹ کوپر میں ایک مسجد سڑک چوڑا کرنے کے بہانے شہید کر دی گئی جس کی وجہ سے علاقے کے لوگوں میں پولیس اور میونسپل کارپوریشن کے خلاف سخت ناراضگی پھیلی ہوئی ہے۔ مسجد کو پلاننگ کے ساتھ شہید کیا گیا ہے اور مسجد کے ٹرسٹیوں اور ممبران کو رات میں ہی پولیس تھانے میں بیٹھا لیا گیا تھا اور مسجد شہید کرنے کے بعد انھیں چھوڑ دیا گیا۔ بتایا جارہا ہے کہ اس مسجد کو شہید نہ کرنے کے لیے عدالت کی جانب سے روک بھی لگی ہوئی تھی۔ گھاٹ کوپر، گولی بار روڈ، سرودیہ اسپتال کے پیچھے طاہرہ مسجد 1992ء سے بھی قبل بنائی گئی تھی اس میں مدرسہ گلشن احمد رضا کے نام سے ایک مدرسہ بھی تھا۔اس مسجد میں پانچ وقت کی نماز ہورہی تھی۔ مسجد کے ممبر ثاقب عزیز سید نے نمائندے کو بتایا کہ گولی بار روڈ پر ایک برج بنایا جارہا ہے۔اس پل کے بہانے میونسپل کارپوریشن سال 2018 سے اس مسجد کو شہید کرنے کے لیے کارروائی کررہی تھی، مسجد کے ٹرسٹیان مسجد کو بچانے کے لیے کافی جدوجہد کر رہے تھے۔ معاملہ عدالت میں بھی زیر غور تھا اور عدالت نے اس معاملے میں اسٹے بھی دے دیا تھا۔ عدالت کے حکم کو نظر انداز کرتے ہوئے صبح 4 بجے سخت پولیس بندوبست میں اس مسجد کو شہید کر دیا گیا۔ ثاقب نے بتایا کہ مسجد کو شہید کرنے سے قبل رات کے 12 بجے ہی پولیس ہمارے گھروں پر پہنچ گئی اور جو بھی مسجد کا ذمہ دار ملا اسے پولیس تھانے لے گئی اور وہاں بیٹھا کر رکھا۔ اس کے علاوہ مسجد کے چاروں جانب سے 2 کلو میٹر تک کے راستے کو بند کر دیا گیا، صبح 4 بجے میونسپل کارپوریشن کا عملہ اپنے لشکر کے ساتھ پہنچ گیا ان کے ساتھ سڑک بنانے والا میٹریل، ریتی وغیرہ کی گاڑیاں بھی موجود تھیں۔ مسجد کو اس طرح سے شہید کر کے جگہ کو صاف کیا گیا جس سے یہ ظاہر ہورہا ہے کہ یہاں کبھی مسجد موجود ہی نہ تھی۔ حالاں کہ علاقے کے لوگ اس مسجد کو شہید کرنے کے خلاف نہیں تھے، ان کا کہنا تھا کہ اگر سرکاری کام کی وجہ سے مسجد درمیان میں آرہی ہے تو ہمیں اس مسجد کی متبادل جگہ دی جائے اس کے بعد مسجد کو یہاں سے ہٹایا جائے۔ لیکن کارپوریشن متبادل جگہ ایسے علاقے میں دینا چاہتی ہے جو اس علاقے سے کافی دور تھی اور وہاں مسلمانوں کی آبادی تک نہیں ہے۔

اجمیر کی مسجد اڑھائی دن کا جھونپڑا میں سنسکرت کے منتر پڑھنے کا اعلان

جے پور سٹی لوک سبھا سیٹ سے بی جے پی کے رکن پارلیمنٹ رام چرن بوہرا کے ایک بیان سے تنازع بڑھنے لگا ہے۔ پیر 8 جنوری کو جے پور میں راجستھان یونیورسٹی کے یوم تاسیس کے موقع پر اپنے خطاب میں ایم پی بوہرا نے کہا کہ وہ دن دور نہیں جب اجمیر کی اڑھائی دن کا جھونپڑا میں ڈھائی دن تک سنسکرت منتر پڑھے جائیں گے۔ دراصل، اجمیر میں واقع اڑھائی دن کا جھونپڑا ایک مسجد ہے۔ بوہرا اس مسجد میں سنسکرت منتروں کے جاپ کے بارے میں بیان دے کر خبروں میں آگئے۔ لوگ اس بات پر بحث کر رہے ہیں کہ مسجد کو گرانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں یا مسجد میں ہی سنسکرت منتر پڑھے جائیں گے۔ ایم پی رام چرن بوہرا نے دعوی کیا کہ یہ مسجد 12 ویں صدی میں سنسکرت یونیورسٹی کو گرا کر بنائی گئی تھی۔ یہ مسجد اڑھائی دن میں تیار ہوئی تھی۔ ایسے میں اسے اڑھائی دن کا جھونپڑا کہا جانے لگا۔ بوہرا نے کہا اس مسجد میں سنسکرت یونیورسٹی کی باقیات اب بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ جب بوہرا نے یہ بیان دیا تو راجستھان یونیورسٹی کے یوم تاسیس کی تقریب میں گورنر کلراج مشرا بھی موجود تھے۔

رام چرن بوہرا نے اپنے خطاب میں کہا کہ یہ ایک تاریخی سچائی ہے کہ یہ یونیورسٹی مہاراجہ وگرہ راج چوہان (جس نے 1150 سے 1164 تک اجمیر پر حکومت کی) نے بنائی تھی اور اس کا نام سرسوتی کنٹھ بھارتم سنسکرت یونیورسٹی تھا۔ اڑھائی دن کا جھونپڑا اس یونیورسٹی کے اوپر 1194 میں محمد وری کے بعد بنائی گئی۔ غوری کے گورنر قطب الدین ایبک کی ہدایت پر اسے منہدم کیا گیا۔ بوہرا کے اس بیان کے بعد یہ مسئلہ لوگوں کی زبان پر آ گیا۔ ہر کوئی اس معاملے پر بولتا نظر آتا ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ کیا بی جے پی اس مسجد کو گرانے کی تیاری کر رہی ہے، یا مسجد میں ہی سنسکرت کے منتر پڑھے جائیں گے۔ ایسا نہیں لگتا کہ کسی مسجد میں سنسکرت کے منتر پڑھے جائیں گے۔ پھر آگے کیا ہونے والا ہے؟ لوگ اپنے اپنے خیالات کی بنیاد پر اپنی قیاس آرائیاں کر رہے ہیں۔

آخر کار! سڑک حادثہ میں زخمی طالب علم وسیم کا بھی پورا پیر کاٹنا پڑا

گذشتہ جمعرات کو ضلع کے ایک بھیانک سڑک حادثہ میں شدید طور

پر زخمی دارالعلوم اہل سنت قادریہ سراج العلوم برگدہی کے طالب علم علی رضا کے بعد وسیم کا بھی پیر کاٹنا پڑ گیا، گذشتہ روز نمائندہ نے زخمی طالب علم علی رضا کی عیادت میڈیکل کالج گورکھپور میں کی اور حالات کا جائزہ لیا۔ اب علی رضا کو ایمرجنسی وارڈ سے ڈاکٹروں نے وارڈ نمبر 03 میں شفٹ کر دیا ہے علی رضا کی پوزیشن دیکھ کر دل صدمہ پہنچا ہے، حادثہ کے دن ہی علی رضا کا داہنا پیر پورا کٹ کر الگ ہو گیا تھا، اب اسے پوری زندگی صرف ایک پیر پر ہی گذر بسر کرنا پڑے گا۔ ملاقات کے وقت نمائندہ کے ذریعہ صبر کی تلقین اور حوصلہ افزا باتوں سے جماعت رابعہ کے اس ہونہار طالب علم کے چہرے پر بظاہر مسکراہٹ تو تھی مگر دلی طور پر وہ غم سے نڈھال نظر آیا۔

ادھر مولانا شاہ عالم نظامی نے بتایا کہ مذکورہ حادثہ میں شدید زخمی محمد وسیم جس کا لکھنو میں علاج چل رہا ہے اس کے ہونے والے بہنوئی حافظ شاہد نے بہت ہی افسوس ظاہر کرتے ہوئے بتایا کہ وسیم کا آپریشن ہوا جس میں لاکھ کوششوں کے باوجود اس کا پیر کاٹنا پڑا، اب وہ پوری زندگی اپنے پیر پر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اس درمیان مولانا الحاج شیر محمد خاں قادری پرنسپل دارالعلوم اہلسنت قادریہ سراج العلوم برگدی سے مسلسل بات چیت ہو رہی ہے۔ مولانا قادری نے بتایا کہ دونوں بچوں کے علاج میں جو بھی اخراجات ہو رہے ہیں انتظام کیا جا رہا ہے۔ دیگر بہی خواہ اپنے اپنے تئیں مالی معاونت کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ علی رضا کے پیر کا زخم ٹھیک ہو جانے کے بعد اس کے ہاتھ کا بھی آپریشن ہونا ہے۔ اس لیے کہ ان کے ہاتھ کی دو ہڈی ٹوٹ چکی ہے۔ فی الحال کچا پلاسٹر ڈاکٹروں نے لگا دیا ہے۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ پیر کا زخم ابھی بہت گہرا ہے۔ ابھی اس کی سرجری بھی ہونی ہے۔ اس کے بعد ہاتھ کا آپریشن ہو گا۔ از: نور الہدی مصباحی

ریاست بہار میں BPSC TRE 2 کے امتحانات میں مصباحی برادران نے لہرایا اپنی کامیابیوں کا پرچم

مصباحی برادران یہ وہ افراد ہیں جو چمن حافظ ملت و یادگار حافظ ملت از ہر ہند جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں تعلیم حاصل کر کے مولوی عالم، فاضل مفتی یا حافظ و قاری کی ڈگری حاصل کرتے ہیں جس کی بنا پر وہ مصباحی برادران کہلاتے ہیں، مولانا محمد شبیہ انور مصباحی امور آسمبلی حلقہ، پورنیہ نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ آپ کو بتاتا چلوں کہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور وہ عظیم ادارہ ہے جہاں سے ہر سال سینکڑوں بچے دینی و عصری تعلیم سے آراستہ ہو کر فارغ ہوتے ہیں اور انہی میں سے درجنوں افراد اعلیٰ عصری تعلیم کے لیے ملک و بیرون ملک کی یونیورسٹیز کا رخ کرتے ہیں، اور پوری محنت و لگن کے ساتھ پڑھ کر بڑے مقابلہ جاتی امتحانات کوالیفائی کر کے ملک کے مختلف شعبہ جات میں کمشنر، ڈپٹی کمشنر، پروفیسر، ڈاکٹر، ماسٹر اور افسر وغیرہ کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں، حالیہ دنوں صوبہ بہار میں BPSC 2 TRE (2023) کے ذریعے منعقدہ امتحانات میں ایک رپورٹ کے مطابق 50 پچاس سے زائد مصباحی برادران نے کامیابی حاصل کر کے مڈل اسکول، سکنڈری اور سینئر سکنڈری اسکول کے لیے ٹیچرز منتخب ہوئے ہیں جو قابل فخر اور لائق تحسین ہیں، حیرت کی بات یہ ہے کہ مصباحی برادران BPSC 2 TRE صرف پاس ہی نہیں کیے ہیں بلکہ محمد جاوید مصباحی نے سکنڈری (8-10) کے اردو کنیکٹ میں ٹاپ کیا ہے اور محمد شاہد رضا مصباحی نے سینئر سکنڈری (11-12) میں اردو سبجیکٹ کے لیے ٹاپ کیا ہے تو وہیں عبد الباری برکاتی مصباحی سینئر سکنڈری (11-12) میں فارسی سبجیکٹ کے ٹاپر بنے ہیں۔

ایسا کیوں نہ ہو کہ فارغین اشرفیہ حافظ ملت علیہ الرحمہ بانی جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی کی اس فکر کو لے کر چلتے ہیں۔ ہر مخالفت کا جواب کام ہے، کام کے آدمی بنو کام ہی آدمی کو معزز بناتا ہے۔ جملہ امیدواروں کو مبارکباد اور نیک خواہشات۔ از: نور الہدی مصباحی

حضرت الشاہ محبوب مینا صاحب قبلہ بابا حضور کا وصال

بہت ہی افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ جامعہ امیر العلوم مینائیہ گونڈہ کے سربراہ اعلیٰ محبوب العلما والمشائخ حضرت الشاہ محبوب مینا صاحب قبلہ بابا حضور علیہ الرحمہ کا کل جمعہ کے وقت انتقال ہو گیا ہے۔ اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون!

بعد نماز ظہر بابا حضور علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ جامعہ امیر العلوم مینائیہ گونڈہ ہی کے صحن میں ادا کی جائے گی جس کی امامت حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ صاحب قبلہ فرمائیں گے۔

حضرت کا تعلق سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ کے بزرگ حضرت قاضی ضیاء الدین عرف شیخ جیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴿نیوتنی شریف، ضلع اناؤ، یوپی﴾ کے خانوادہ سے ہیں۔

پاک پروردگار بابا حضور علیہ الرحمہ کے درجات کو بلند فرمائے مریدین و متوسلین کو صبر جمیل و اجر جزیل عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

قاری اسلام احمد اشرفی کی خدمات کو بھلایا نہیں جاسکتا

جائس، امیٹھی اہلسنت والجماعت کے مشہور قاری استاذ القرا حافظ و قاری محمد اسلام اشرفی لکھنوی کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ ایڈووکیٹ سید تنویر اشرف عرف تنویر میاں نے نمائندہ انقلاب سے بات کرتے ہوئے قاری صاحب سے اپنی محبت اور تعلق کا اظہار کیا۔ انھوں نے کہا کہ قاری اسلام کے انتقال کی خبر سنتے ہی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ یوں محسوس ہوا کے کلیجہ من کو آ گیا ہو اور اسی کیفیت میں دیر تک افسوس کرتا رہا لیکن یہ نظام قدرت ہے جو آیا ہے اسے جانا ہے یہ سوچ کر وقتی طور پر خود کو سمجھانے میں کامیاب ہوگیا۔ قاری اسلام اشرفی لکھنوی نہایت ہی اخلاق مند اور مہمان نواز آدمی تھے۔ نیز بہت ہی ملن سار، شریف النفس، بحیثیت انسان ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ لوگوں سے محبت کرنا ان کے دل میں موجود تھا۔ انھوں نے کہا کہ سولہ سال سے زیادہ عرصے سے آپ دارالعلوم جائس میں تدریسی خدمات انجام دیا۔ آج ہزاروں کی تعداد میں آپ کے شاگرد پورے ملک میں علم دین کی خدمات کو انجام دے رہے ہیں رہتی دنیا تک کہ زمانہ آپ کی خدمات کو فراموش نہیں کر سکتا ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے اپنے گاؤں سمسی لکھنو میں لوگوں کے تعاون سے مدرسہ مکہ المکرمہ اور عید گاہ قائم کی تھی جہاں آج سو سے زائد کی تعداد میں بچے علم دین حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی مرحوم قاری اسلام اشرفی لکھنوی کے صاحب زادوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ممبئی کا یہ مدرسہ دے گا مسلم نوجوانوں کو پولیس بھرتی امتحان کی ٹریننگ

مدرسہ قادریہ نے 200 نوجوانوں کو غیر سرکاری سطح پر ٹریننگ دینے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ پولیس فورس میں اقلیتی طبقے کی نمائندگی کو موثر بنایا جائے۔ ممبا دیوی حلقہ ء انتخاب سے کانگریس کے رکن اسمبلی امین پٹیل بھی مدرسہ قادریہ کی اس پہل میں شامل ہیں۔

ممبئی کا مدرسہ جامعہ اشرفیہ قادریہ واقع گرانٹ روڈ ممبئی اسلامی تعلیم کی فراہمی کے علاوہ ایک بڑا کام انجام دینے جا رہا ہے۔ جامعہ اشرفیہ قادریہ نے اس سال ریاست کے 200 مسلم نوجوانوں کو مفت میں پولیس کانسٹیبل بھرتی کی ٹریننگ فراہم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مدرسے کی جانب سے پولیس ٹریننگ کی کوچنگ کے لیے پروسیس شروع ہو چکا ہے اور ابھی تک تقریباً 1300 بچوں کے عریضے موصول ہو چکے ہیں۔ ان میں سے 200 نوجوانوں کا سلیکشن عمل میں آئیگا۔ جامعہ اشرفیہ قادریہ کے روح رواں مولانا معین الدین اشرف نے کہا کہ 200 پری امتحان کوچنگ میں منتخب ہونے والے نوجوانوں کے لیے جامعہ مدرسہ قادریہ میں مع طعام وقیام کا انتظام کیا جائیگا۔

واضح رہے کہ حکومت مہاراشٹر کی جانب سے ریاست کے 36 اضلاع میں اقلیتی طلبہ وطالبات کے لیے پری ریکروٹمنٹ ٹریننگ کے نام پر تربیتی کیمپ کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ مدرسہ قادریہ نے 200 نوجوانوں کو غیر سرکاری سطح پر ٹریننگ دینے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ پولیس فورس میں اقلیتی طبقے کی نمائندگی کو موثر بنایا جائے۔ ممبا دیوی حلقہ ء انتخاب سے کانگریس کے رکن اسمبلی امین پٹیل بھی مدرسہ قادریہ کی اس پہل میں شامل ہیں۔

امین پٹیل نے بتایا کہ مدرسہ قادریہ پرائیویٹ کوچنگ انسٹی ٹیوٹ کی مدد لے گا اور نوجوانوں کو پولیس بھرتی کے لیے تیار کریگا۔ ممبئی کے معروف سماجی کارکن اور ملی تنظیموں سے وابستہ ایم اے خالد نے بتایا کہ مدرسہ جامعہ اشرفیہ قادریہ کی کوشش یقیناً قابل ستائش ہے۔ مدرسے کی کوشش رنگ لائے گی اور دیگر ادارے بھی اس طرح کے کام انجام دینگے۔ خالد نے کہا کہ ریاست مہاراشٹر میں پولیس میں بھرتی ہونے والے مسلم نوجوانوں کے سامنے مراٹھی زبان ایک بڑا چیلنج بن کر سامنے آتی ہے۔ ریاست کے مسلم نوجوانوں کی اکثریت اردو میڈیم اسکولوں سے تعلیم حاصل کرتی ہے اور انہیں پولیس کانسٹیبل امتحان میں دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جامعہ قادریہ ان کے اس لسانی مسئلے کو حل کرنے کی مکمل کوشیش کرے گا۔

مہاراشٹر پولیس میں آئی جی قیصر خالد نے جامعہ قادریہ کی کوشش کی ستائش کرتے ہوئے کہا کہ پولیس میں اقلیتی طبقے کی موثر نمائندگی کی ضرورت بہت پہلے ہی محسوس کی جا رہی تھی۔ پولیس میں اقلیتی طبقے کی نمائندگی سماجی غلط فہمیوں کا ازالہ کرے گی اور کمیونٹیوں کے درمیان یقین اور اعتماد کی فضا ہموار کرنے میں مددگار ثابت ہوگی۔

—*—*—*—

منظومات

منقبت در شان
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

صادق نے ہے مانی تری ہر بات ابوبکر
خورشیدِ صداقت ہے تری ذات ابوبکر
دولہا مرے آقا ہیں تو دلہن تری دختر
نوری ترے گھر آئی ہے بارات ابوبکر
ہمراہ تو بے خوف شہِ دیں کے رہا ہے
گر چہ شبِ ہجرت میں تھے خطرات ابوبکر
پہلو میں سلائے ہیں تجھے شاہِ مدینہ
خالق نے بڑھائے ہیں یہ درجات ابوبکر
جب سے ترے اکرام کا سایہ ہے میسر
لاحق نہ ہوئے زیست میں خدشات ابوبکر
تجھ کو نہ فراموش کرے گی کبھی دنیا
زندہ ہیں تری آج بھی خدمات ابوبکر
سر کو جو اٹھاتی ہے کبھی خواہشِ بد نفس
دیتا ہے ترا عشق اسے مات ابوبکر
کہ دیں جو سرِ حشر مجھے اپنا گدا آپ
بڑھ جائے مری حشر میں اوقات ابوبکر
آجائیے نا ساتھ میں آقا کو لئے آج
رہ تکتے گزر جائے نہ یہ رات ابوبکر
گلہائے مسرت کھلیں خاکی کے چمن میں
فرمائیں کرم واقفِ حالات ابوبکر

از: **شمس تبریز خاکی** ظہوری مرکزی
خانقاہ ظہوریہ چشتیہ قادریہ بلگرام شریف

نعت پاک

کیا زلفِ سخن خوب سنوارے گا قلم آج
"کاغذ پہ جو سو ناز سے رکھتا ہے قدم آج"

ناعت کا رکھیں اے مرے سرکار بھرم آج
ہاتھوں میں رہے میرے بھی طوبیٰ کا قلم آج

چھٹ جائیں گی تاریکیاں سب، رنج و الم کی
آئیں گے مرے خواب میں جب ماہِ عجم آج

کس شان سے مہکا ہے چمن میں گل و لالہ
رنجاں ہیں گلستاں میں بہاروں کے قدم آج

بے چین طبیعت کو سکوں ہوگا میسر
چومیں گے ترے نقشِ کفِ پا کو جو ہم آج

میں شہر مدینہ کی طرف محوِ سفر ہوں
کیا گردشِ ایام کرے ظلم و ستم آج

محشر کی تمازت سے میں دو چار ہوا ہوں
للہ کرو مجھ پہ بھی تم چشمِ کرم آج

شاید کہ گناہوں کی نحوست کا اثر ہے
دھڑکا ہے مرا دل جو تری یاد میں کم آج

اے حسنِ سراپا ترے عشاق کی مانند
خاکی کو بھی لاحق ہے ترے ہجر کا غم آج

از: **شمس تبریز خاکی** ظہوری مرکزی
خانقاہ ظہوریہ چشتیہ قادریہ بلگرام شریف

نعت پاک

تصور میں تیرا کرم دیکھتے ہیں
جب آنکھوں سے دیر و حرم دیکھتے ہیں

تیرا شکر دل سے کیا ہے ادا بس
خوشی دیکھتے ہیں نہ غم دیکھتے ہیں

ہمیں اور کچھ بھی نہیں دیکھنا ہے
ترا صرف نقش قدم دیکھتے ہیں

تجھے صرف چاہا تجھے صرف دیکھا
زمانے کو ہم کم سے کم دیکھتے ہیں

سمجھتے ہیں ہم مصلحت ہے یہ کوئی
کسی کی بھی آنکھیں جو نم دیکھتے ہیں

جہاں تک بھی تحسین دیکھا ہے ہم نے
کرم صرف ان کا کرم دیکھتے ہیں

از: مولانا محمد تحسین رضا قادری

رباعی

دے خاص بصارت کا نگینہ مجھ کو
یارب وہ ملے دیدۂ بینا مجھ کو
کعبہ کی طرف بھی جو اٹھا کر نظریں
دیکھوں تو نظر آئے مدینہ مجھ کو

از: **پرنم الہ آبادی**

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.28 2023-25
THE ASHRAFIA MONTHLY
Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)
Jan., Feb. 2024
(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

FATIMA GIRLS SCHOOL
Neoria Husainpur, Pilibhit, UP

FATIMA
GIRLS SCHOOL
HOSTEL

APPLICABLE DATES

- **Application**
  Fab- 1 to April- 12
- **Entrance & Interview**
  April- 14
- **Result Publishing**
  April- 16
- **Admission**
  April- 17, 18, 19
- **Class Opening**
  April- 20

CONTACT US
9927378609
7017767331

6th 7th 8th Class
REGISTRATION FOR NEW ADMISSION

FULL Scholarship
For the students how score 95% in **Entrance Exame.**

REGISTRATION ONLINE
www.markazgfti.org

Features
- COMPUTER LAB
- ISLAMIC STUDIES
- LIBRARY
- SMART CLASS
- HANDICRAFT
- HOSTEL
- FOOD

Gulshan-E Fatima: **Neoria Husainpur, Pilibhit**, U.P
@markazgfti